وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ

Khuda Bakhsh O. P. Library
Patna
Acc No. 13678
Date 28-1-79
S. of

انوارِ خلافت

یعنی

ان تقریروں کا مجموعہ جو حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب
خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے عہد خلافت کے دوسرے سالانہ
جلسہ پر ۲۶ - ۲۷ - ۲۸ - اور ۳۰ دسمبر ۱۹۱۵ء کو فرمائیں

مرتبہ

منشی غلام نبی (بلانوی)

اکتوبر ۱۹۱۶ء

مطبوعہ روز بازار سٹیم پریس امرتسر

اس کتاب کے صفحات ۱۳۱ - ۱۸۰ تک [illegible]

تعداد جلد ۱۰۰۰
قیمت [illegible]

297.86

فہرست مضامین انوار خلافت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

Khuda Bakhsh Library
Acc. No. 13678
28-1-79

Prof. Syed Akhtar Ahmad
AKHTAR ORENVI COLLECTION
Donated by
Mrs. Shakila Akhtar, Patna

خطبہ جمعہ

فرمودہ امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح والمہدی

۲۴ دسمبر ۱۹۱۵ء بایام جلسہ سالانہ

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝ الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝

دُنیا کی کوئی ترقی اور کوئی کامیابی کوئی عزت اور کوئی رتبہ کوئی درجہ اور کوئی امتیاز ایسا نہیں ہے۔ جو بغیر محنت اور کوشش کے انسان کو حاصل ہو سکے۔ جسقدر کوئی چھوٹی کامیابی ہوگی۔ اس کے لحاظ سے انسان کو بھی تھوڑی ہی محنت اور مشقت برداشت کرنی پڑے گی۔ اور جسقدر بڑی کامیابی اور بڑا مدعا ہوگا۔ اسی قدر اس کے حصول کے لئے بہت کوشش اور محنت کرنی پڑے گی غرض چھوٹے سے چھوٹے کام میں بھی انسان کو کچھ نہ کچھ محنت اور مشکل ضرور پیش آتی ہے۔ سوائے ان چیزوں کے حصول کے جن کی انسان کو ہر وقت اور ہر لمحہ ضرورت رہتی ہے اور جن کے بغیر وہ ایک دم بھی زندہ نہیں رہ سکتا باقی جسقدر بھی چیزیں ہیں۔ وہ اسی قسم کی ہیں کہ ان کے لئے انسان کو ضرور تھوڑی بہت محنت مشقت

برداشت کرنی پڑتی ہے۔ وہ چیزیں جو بغیر محنت کے حاصل ہوتی ہیں۔ اور جن پر انسان کی بقا
منحصر ہے۔ اور جن کا ہر وقت وہ محتاج ہے ان میں سے ایک ہوا ہے۔ اس کی انسان کو سوتے بھی
جاگتے بھی چلتے بھی پھرتے بھی اُٹھتے بھی بیٹھتے بھی کھاتے بھی پیتے بھی پہنتے بھی اُتارتے بھی۔ غرضیکہ
ہر وقت اور ہر گھڑی ضرورت ہے۔ اور ہر ایک انسان ہر حالت میں ہوا کا محتاج ہے۔ اور کوئی ایسا
وقت انسان پر نہیں آتا کہ وہ ہوا سے مستغنی ہو۔ کبھی ایسا نہیں ہوگا۔ کہ کوئی سوئے اور سانس نہ لے
اور پھر زندہ اُٹھ کھڑا ہو۔ کبھی ایسا نہیں ہوگا کہ کوئی کھائے اور سانس نہ لے۔ کبھی ایسا نہیں ہوگا کہ
کوئی پیئے اور سانس نہ لے۔ بلکہ ہر آن اور ہر حالت میں ہر انسان اس کو استعمال کرتا ہے لیکن خدا
نے اس کے لئے کوئی قیمت اور کوئی محنت نہیں رکھی۔ تم کبھی کسی انسان کو نہ دیکھوگے کہ وہ ہوا کے
حصول کے لئے کوشش کر رہا ہو۔ بلکہ خدا تعالےٰ کی چلائی ہوئی ہوا خود بخود اس کے پھیپھڑوں میں
چلی جاتی۔ اور اس کو زندہ رکھتی ہے لیکن وہ دوسری چیزیں جن کا انسان محتاج ہے۔ لیکن ہوا
سے کم درجہ پر محتاج ہے۔ ان کے حصول کے لئے ضرور محنت کرنی پڑتی ہے۔ تم نے کبھی نہیں دیکھا
ہوگا کہ پانی جیسی ضروری چیز جس کے بغیر انسان دو یا تین دن کے اندر مر جاتا ہے۔ یا کھانے جیسی ضروری
چیز جس کے بغیر پانچ دس دن تک بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔ کسی کے مُنہ میں خود بخود چلی گئی ہو۔ پانی کبھی
خود بخود مُنہ میں نہیں جاتا۔ اسی طرح روٹی کبھی اپنے آپ مُنہ میں نہیں چلی جاتی۔ لیکن ہوا خود بخود چلی
اور ہر وقت جاتی ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس کے بغیر تو انسان ایک سیکنڈ بھی زندہ نہیں رہ سکتا لیکن
کھانے پینے کے بغیر کچھ عرصہ رہ سکتا ہے اور ہر وقت اُن کی ضرورت نہیں رہتی پس چونکہ ان کے بغیر انسان
کچھ وقت تک زندہ رہ سکتا ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے انکے حصول کے لئے کچھ نہ کچھ محنت رکھ دی ہے
اور وہ ہر ایک امیر سے لیکر غریب تک کو کرنی پڑتی ہے۔ دیکھو پانی کے لئے اوّل تو یہ محنت کرنی پڑتی ہے
کہ کنواں کھودا جاتا ہے لیکن اگر کنواں کھدا ہوا بھی ہو تو پھر اس سے پانی نکالنا پڑتا ہے۔ اور اگر گھڑوں
میں بھی سقہ ڈال جائے تو گھڑے سے نکالنا پڑتا ہے۔ اور اگر کوئی گھڑے سے بھی ڈال دے تو مُنہ میں
ڈالکر حلق سے نیچے کرنا پڑتا ہے۔ لیکن اگر کوئی پانی کے پینے کے لئے یہ کہے کہ خود بخود ہی مُنہ میں چلا جائے
اور پھر خود بخود ہی پیٹ میں بھی چلا جائے تو یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح کھانے کے لئے ہے۔
انسان کو ضرور کچھ نہ کچھ محنت کرنی پڑتی ہے۔ اگر سب کچھ تیار شدہ بھی مل جائے تو بھی لقمہ توڑ کر مُنہ

میں ڈالنے دانتوں سے چبانے اور حلق سے نگلنے کی محنت ضرور گوارا کرنی پڑے گی پس ہم دُنیا میں دیکھتے ہیں کہ وہ چیزیں جن کا انسان ہر وقت محتاج ہے۔ مگر کچھ عرصہ کے لئے صبر بھی کر سکتا ہے۔ ان کے لئے یہ شرط خدا تعالےٰ نے لگا دی ہے کہ وہ بغیر محنت کے حاصل نہیں ہو سکتیں۔ دوسری چیزوں کا تو ٹھکانا ہی نہیں۔ یہی دیکھ لو کہ لڑکے جب باہر بیر کھانے کے لئے جاتے ہیں تو کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ بیروں کی خاطر جھاڑیوں کے کانٹوں سے ان کے ہاتھ لہولہان ہو جاتے ہیں۔ اور ایک بیر کی خاطر کانٹوں میں ہاتھ ڈالتے۔ اور چُن کر نکالتے ہیں۔ خون ہاتھ سے بہ رہا ہے۔ مگر وہ بڑے خوش ہوتے اور کہتے ہیں کیا مزے کا بیر ہے اور کیسا میٹھا ہے۔ یہ تو بچوں کی مثال ہے۔ اگر اس سے آگے چلو تو جتنا بڑا کسی کا مدعا پاؤ گے۔ اتنی ہی بڑی اُسے محنت اور مشقت کرتے بھی دیکھو گے۔ طالبعلموں کی پڑھائی کو ہی لے لو۔ لڑکے پڑھائی میں محنت کرنا بہت ضروری اور لابدی سمجھتے ہیں۔ اِس لئے کہ وہ جانتے ہیں کہ اس کے حاصل کر لینے سے زندگی آرام اور آسایش سے گزرے گی۔ تو طالب علم حصول علم کے لئے بہت ہی محنتیں کرتے ہیں بلکہ بعض تو مسلول ہو کر مر بھی جاتے ہیں۔ ان کو اپنا مدعا بھی حاصل بھی نہیں ہوتا کہ وہ اس کے حصول میں اپنی جان بھی دے دیتے ہیں پھر جو اپنے مُدعا کو پہنچتے ہیں۔ وہ بہت نفس کشی اور محنت کے بعد پہنچتے ہیں۔ گویا ہر روز مر کر علم حاصل کرتے ہیں یہ کبھی نہیں ہوگا کہ کوئی انسان علم کے سیکھنے کے لئے نہ محنت کرے اور نہ کوشش۔ لیکن سوتا ہُوا اُٹھے تو سب علموں سے واقف ہو جائے یا گھر بیٹھا رہے اور مدرسہ میں نہ جائے تو عالم بنجائے۔ اور اُسے سارے علوم آجائیں۔ پھر اس موجودہ جنگ کو ہی دیکھ لو کہ اس میں کس قدر خونریزی ہو رہی ہے۔ ہزارہا انسان فنا ہو رہا ہے۔ اور کروڑوں کا گولہ بارود خرچ ہو رہا ہے۔ اور دیگر اخراجات اس قدر ہیں کہ ایک دن میں ایک اک سلطنت کا اتنا خرچ اُٹھ جاتا ہے جتنی بڑی بڑی ریاستوں بلکہ حکومتوں کی سالانہ آمدنی ہوتی ہے فقط ایک سلطنت برطانیہ نے اعلان کیا تھا کہ چار گھنٹے کی جنگ میں جو صرف پانچ سو گز زمین کے حاصل کرنیکے لئے تھی اسقدر گولہ بارود خرچ ہُوا ہے کہ جتنا ٹرنسوال کی اڑہائی سال کی لڑائی میں خرچ ہُوا تھا۔ اس جنگ میں جو گولہ بارود استعمال ہو رہا ہے انہیں سے بعض گولے ایسے قیمتی ہیں کہ ایک اک گولے کی قیمت پندرہ پندرہ سو روپیہ تک ہوتی ہے پھر ایسے گولے بارش کی طرح دشمن کی فوج پر پڑتے ہیں۔ اس سے حساب کر لو کہ کس قدر روزانہ خرچ صرف گولہ بارود پر ہوتا ہے۔ لیکن جانتے ہو اسقدر خرچ کرنیکی کیا وجہ ہے؟ وجہ یہ ہے کہ ہر ایک سلطنت یہ

کہتی ہے کہ ہماری قوم کی آزادی نہ چھن جائے۔ اس غرض کے لئے خون کے دریا بہائے جارہے ہیں۔ روپیہ بے انتہا خرچ کیا جارہا ہے۔ وقت خرچ ہو رہا ہے پھر فتح جسکی قسمت میں ہوگی۔ اس کو حاصل ہوگی مگر دیکھتے ہو محنت کس قدر ہو رہی ہے کتنے ہی ایسے گھر ہیں۔ جنھوں نے اس آزادی کے لئے تلوار اٹھائی لیکن سب مارے گئے۔ اور اب ان کے گھروں میں کوئی مرد نہیں ہے۔ اخبارات میں اس قسم کے حالات چھپتے رہتے ہیں کہ فلاں گھر کے سات مرد تھے اور ساتوں جنگ میں مارے گئے لیکن اس طرح مرنے سے کمی نہیں آتی۔ بلکہ انکی جگہ اور کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ایک مر کر گرتا ہے تو دوسرا اسکی جگہ کھڑا ہو جاتا ہے اور یہ سب کچھ اس لئے کہ اپنی قوم کی عزت اور آزادی برقرار رہے۔ غرض کوئی ایسی چیز نہیں جو بغیر محنت کے حاصل ہو۔ پانی اور کھانے سے لیکر بڑی سے بڑی حکومت تک کے تمام کے تمام مقاصد ایسے ہیں جو محنت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتے۔ پھر کون نادان ہے جو یہ کہے یا سمجھے کہ خدا تعالےٰ سے تعلق گھر بیٹھے بغیر محنت اور کوشش کے ہو جائے۔ جبکہ علم۔ دولت۔ عہدہ۔ رتبہ۔ روٹی۔ پانی خود بخود حاصل نہیں ہو جاتے بلکہ ان کے لئے محنت کرنی پڑتی ہے تو پھر خدا تعالےٰ سے تعلق کس طرح بغیر کوشش کے ہو سکتا ہے۔ اس کے لئے تو بڑی بڑی قربانیاں اور محنتیں کرنی پڑتی ہیں تب انسان کامیاب ہوتا ہے لیکن یہ محنتیں اور کوششیں اس کامیابی کے سامنے جو خدا تعالےٰ کے ساتھ تعلق پیدا کرنے سے حاصل ہوتی ہیں کچھ بھی مقابلہ نہیں کر سکتیں مجھے اخباروں میں اس قسم کی باتیں دیکھ کر اہلِ یورپ کی ہمت پر حیرت ہوا کرتی ہے کہ فلاں مقام پر اتنے سو گز زمین حاصل کرنے کے لئے اتنے ہزار آدمی مارے گئے ہیں اور پھر ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہوتا ہے کہ اس قربانی کے مقابلہ میں ہمیں فائدہ بہت زیادہ ہوا ہے۔ بات اصل میں یہ ہے کہ جب انعام بڑا ہو تو اس کے حصول کے لئے خواہ کتنی ہی محنت اور مشقت کیوں نہ برداشت کرنی پڑے اسکی پروا نہیں کی جاتی۔ دیکھو علم کے پڑھنے میں کتنا روپیہ اور وقت صرف کیا جاتا ہے اور کس قدر محنت کرنی پڑتی ہے لیکن کیا کبھی کسی نے علم پڑھنا اس لئے بھی چھوڑ دیا ہے کہ اس کے لئے روپیہ خرچ کرنا پڑتا ہے یا محنت کرنی پڑتی ہے ہرگز نہیں کیوں اس لئے کہ اس روپیہ اور محنت کے بعد جو چیز ملتی ہے وہ بہت بیش قیمت ہے۔ تو جہاں انعام بڑا ہوتا ہے وہاں قربانی بھی بڑی کرنی پڑتی ہے۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ جہاں انعام بڑا ہو اس کے لئے جو قربانی کی جاتی ہے اس کو بے حقیقت سمجھا جاتا ہے لیکن کوئی یہ خیال نہیں کرتا کہ اللہ تعالےٰ جو خالق ہے۔ مالک ہے۔ رازق ہے۔ وہ ملجائے

تو اس کے لئے محنتیں اور تکلیفیں اُٹھانا کیا چیز ہیں۔ اس وقت میں نے جو سورۃ پڑھی ہے۔ اس میں خدا تعالےٰ نے اسی طرف متوجہ کیا ہے۔ خدا تعالےٰ نے یہ سورۃ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمائی ہے۔ لیکن میرے نزدیک قرآن شریف کی کوئی ایسی آیت نہیں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمائی گئی ہو اور دوسرے لوگ بھی اس کے مخاطب نہ ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ بعض آیات ایسی ہیں کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مخاطب ہوں تو ان کے اور معنی ہونگے اور اگر ہم مخاطب ہوں تو اور۔ لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ قرآن شریف کی آیتوں کے کئی کئی معنے ہوتے ہیں۔ اس وقت میری غرض اس سورۃ کے وہ معنی بیان کرنا نہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخاطب ہونے کی صورت میں ہیں۔ بلکہ وہ معنے بیان کرتے ہیں جو ہمارے متعلق ہیں +

یہ ایک صاف بات ہے کہ وہ انسان جسکو اپنے کام اور کوشش کی نسبت یہ معلوم ہو کہ وہ عمدہ اور مفید ہے اور اس کے نیک نتیجہ سے وہ واقف ہو۔ جس شوق اور محنت سے کام کرتا ہے اس شوق اور محنت سے وہ شخص نہیں کرتا جسے کوئی امید نہ ہو اسی بات کو مدنظر رکھ کر خدا تعالیٰ فرماتا ہے اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ۔ اے انسان کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھول دیا۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ سینہ کھولنے سے کیا مُراد ہے۔ آیا سینہ چاک کیا گیا یا کچھ اور؟ اس کے متعلق خدا تعالےٰ نے قرآن مجید میں دوسری جگہ فرما دیا ہے کہ فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ۔ پس جسکو خدا تعالےٰ چاہتا ہے کہ ہدایت دے۔ اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے اس آیت سے معلوم ہوا کہ اسلام کو قبول کرنے کی توفیق کے معنے سینہ کھولنے کے ہیں۔ تو اسلام کے لئے سینہ کا کُھلنا شرح صدر ہے۔ اب سوال ہوتا ہے کہ اسلام کو قبول کرنے کا نام کیوں شرح صدر رکھا گیا ہے۔ اور دوسرے مذاہب بھی یہی کہتے ہیں کہ ہمارا دین طمانیت دینے والا مذہب ہے اور ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو اپنے اپنے مذہب پر پورا اطمینان رکھتے ہیں۔ اس لئے ان مذاہب کے متعلق بھی کیوں نہ یہی کہا جائے۔ لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ لفظ صرف اسلام کے لئے استعمال ہو سکتا ہے اور اسلام نے ہی کیا ہے اور اس میں بہت بڑی یہ حکمت ہے کہ گو عرفاً ہم دوسرے مذاہب کے لئے بھی شرح صدر کے الفاظ بول سکتے ہیں اور قرآن کریم میں بھی کفر کے لئے یہ الفاظ استعمال ہوتے ہیں لیکن اصل میں صرف اسلام ہی اس کا مصداق ہے کیونکہ دوسرے مذاہب والے لوگ اپنے مذہب کے سچا ہونے کے متعلق دلیل کوئی نہیں رکھتے۔ بلکہ وراثتاً

اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور اسلام اپنے ساتھ دلائل رکھتا ہے۔ کوئی بات رسمی طور پر یا وراثتاً نہیں منواتا۔ اس لئے اصل میں شرح صدر اُسی کا ہوتا ہے تو خدا تعالےٰ نے فرمایا۔ اے انسان! کیا ہم نے تجھے ایسی جگہ پر کھڑا نہیں کر دیا کہ تو ضد اور ہٹ کی وجہ سے یا بہ تقلید آبائی مسلمان بنا رہے بلکہ ہم نے تجھے ایسے دلائل اور براہین دیئے ہیں۔ اور ایسی مضبوط جگہ پر کھڑا کیا ہے کہ تجھے کبھی وہم بھی نہیں آسکتا کہ اسلام جھوٹا ہے یا اس کی کوئی بات غلط ہے۔ اب بتاؤ کیا یہ ایک بہت بڑا انعام نہیں؟ کہ انسان کو خدا تعالےٰ ایک ایسے مذہب کا پیرو بنائے جسکی نسبت کبھی وہم بھی نہ آسکتا ہو کہ جھوٹا ہے اور پھر اس مذہب پر چلکر انسان خدا تعالےٰ کو اسی دُنیا میں دیکھ لے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا انعام ہوسکتا ہے۔ دوسرے مذاہب والے گو ماں باپ کی وجہ سے یا قومی لحاظ سے اپنے اپنے مذاہب پر شرح صدر رکھیں۔ لیکن جب بھی عقل کی روشنی ان کو پہنچے گی۔ اور وہ اپنے مذہب کے اصولوں پر غور کرینگے تو سمجھ لینگے۔ کہ ہمارے پاس کوئی دلائل اور براہین نہیں ہیں۔ ایک دفعہ ایک پادری سے میری گفتگو ہوئی۔ پہلے روز مسئلہ وحدانیت پر بات چیت ہوئی۔ تو کہنے لگا۔ کہ یہ باریک مسئلہ ہے ایشیائی دماغ اس کو نہیں سمجھ سکتے۔ مَیں نے کہا مسیح بھی تو ایشیائی ہی تھے۔ کیا ان کو بھی اسکی سمجھ آئی تھی یا نہیں۔ اس پر خاموش ہو گیا۔ اور کہنے لگا۔ اچھا کل گفتگو کرینگے۔ دوسرے دن پھر میں اس کے پاس گیا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس دن مسئلہ کفارہ پر بحث ہوئی۔ آخر کار بہت گھبرایا۔ کبھی عینک اُتارتا کبھی اِدھر جھانکتا کبھی اُدھر۔ اور آخر کہنے لگا کہ میں اس مسئلہ کو اس لئے مانتا ہوں کہ عیسائیوں کے گھر پیدا ہُوا ہوں۔ ورنہ میرے پاس اس کے متعلق کوئی دلائل نہیں ہیں غرض اس میں کچھ شک نہیں کہ اسلام کے سوا جسقدر بھی دوسرے مذاہب ہیں وہ ایسی باتوں کے متعلق تو کچھ نہ کچھ دلائل رکھتے ہیں۔ جو اسلام کے مطابق ہیں۔ اور وہ بھی اسلام ہی کے سُنائے ہُوئے۔ لیکن وہ جو اسلام کے خلاف ہیں۔ اُن کی اُن کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے یونہی ان کے معتقد ہیں۔ اور اسی وقت تک ان پر شرح صدر رکھتے ہیں جب تک کہ ان کے متعلق انھوں نے سوچا نہیں یا غور نہیں کیا جس طرح ایک پاگل اپنے آپ کو بادشاہ کہتا ہے اور اس پر شرح صدر بھی رکھتا ہے۔ کیوں اس لئے کہ وہ اس حقیقت کو سوچ نہیں سکتا۔ کہ میں کیا ہوں۔ اسی طرح ایک کافر کفر پر شرح صدر رہتا ہے لیکن اس لئے نہیں کہ وہ اپنے پاس اسکی تائید میں کوئی معقول دلائل اور براہین رکھتا ہے بلکہ اس لئے کہ اس کو کفر ورثتاً ملا ہوتا ہے اور وہ اس کے

متعلق سوچتا نہیں اور غور نہیں کرتا۔ لیکن اسلام ایک ایسا مذہب ہے کہ اسکی باتوں پر جتنا بھی کوئی غور کرے اور سوچے اتنا ہی اس کے دل پر اسکی سچائی اور صداقت نقش ہوتی جاتی ہے اور شرح صدر حاصل ہوتا جاتا ہے۔ اور باریک در باریک باتیں کھلتی جاتی ہیں۔ یہی اسلام اور دیگر مذاہب میں ایک بہت بڑا فرق ہے کہ ان پر غور و فکر کرنے سے انسان کشیدہ خاطر ہوتا۔ اور جسقدر زیادہ غور کرے۔ اتنا ہی بدظن ہوتا جاتا ہے۔ لیکن اسلام کے مسائل پر جتنا بھی زیادہ غور کیا جائے۔ اتنا ہی زیادہ گرویدہ ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی اسلام کے متعلق شک میں ہوتا ہے یا کسی بات کو غلط سمجھتا ہے تو اسی لئے کہ اس نے اسلام کے متعلق غور نہیں کیا ہوتا۔ اور اچھی طرح سوچا نہیں ہوتا۔ تو اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ اے مسلمان! کیا ہم نے تجھے اسلام جیسے مذہب پر کھڑا نہیں کیا۔ اور براہین و دلائل سے تیرا شرح صدر نہیں کیا۔ ضرور کیا ہے تو جب تجھ کو ہم سے یہ نعمت حاصل ہوئی ہے تو تجھے معلوم ہے کہ تیرا کیا فرض ہے تو دیکھ ایک کافر جسکو ورثہ میں اپنا مذہب ملا ہوتا ہے اور وہ اس کے سچے ہونے کی کوئی دلیل اپنے پاس نہیں رکھتا وہ اپنے مذہب کی اتباع کے لئے کیا کیا کوششیں کر رہا ہے۔ تو پھر تو جو اسلام کو سچا سمجھتا ہے اور ورثہ کے طور پر نہیں بلکہ دلائل اور براہین کے ساتھ۔ تو تجھے اس پر عمل کرنے کے لئے کس محنت اور ہمت سے کام کرنا چاہیئے ؛

خدا تعالٰے نے پہلی حجت ہر ایک مسلمان پر اس طرح فرمائی کہ اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ۔ کیا اسلام کی وجہ سے ہم نے تیرا سینہ نہیں کھول دیا یعنے اسلام کے متعلق سب باتوں کے تجھے براہین اور دلائل دے دیئے ہیں۔ اب تو سمجھ کہ تجھے کس محنت اور کوشش سے کام لینا چاہیئے ؛

پھر فرمایا۔ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ۔ جب انسان کو کوئی کام بتایا جائے تو اس کو یہ مشکل پیش آتی ہے کہ اب میں اسے کروں کس طرح کروں۔ اس وقت اسکے سامنے دو باتیں ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ جس طرح میں کام کرنا چاہتا ہوں یہ درست اور ٹھیک ہے یا نادرست اور غلط۔ دوسرے یہ کہ کونسا طریق ایسا ہے کہ میں اسے آسانی سے کر سکوں اور ناواقفی کا جو بوجھ مجھ پر پڑا ہوا ہے۔ اُس کو اُتار دوں۔ واقعہ میں جب تک کسی کام کے کرنے کا طرز اور طریق معلوم نہ ہو۔ انسان پر ایک بہت بڑا بوجھ ہوتا ہے۔ لیکن جب اس کے کرنے کا کوئی رستہ معلوم ہو جائے تو وہ بوجھ اتر جاتا ہے۔ اسی لئے گورنمنٹ برطانیہ نے جو ایک بہت دانا گورنمنٹ ہے ہر ایک محکمہ کے کاروبار کے

فارم اور نقشے بنا دیئے ہیں تا جو کوئی بھی کام کرے وہ آسانی سے کر سکے۔ اس طرح ہر ایک انسان سہولت سے کام کر سکتا ہے۔ لیکن اگر ایسا نہ ہو تو ہزار ہا ملازم بھی اس قدر کام نہ کر سکیں جسقدر موجودہ صورت میں چند آدمی کر لیتے ہیں تو کام کرنے والے کو کام کے طریق بتا دینا ایک بڑی مدد اور تائید ہوتی ہے۔ اور اگر ایسا نہ کیا جائے تو ہر ایک انسان کام کے بوجھ کو نہیں اُٹھا سکتا۔ تو خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ یہی نہیں کہ جس راستہ کی طرف تم لوگوں کو بلاتے ہو۔ اس کے لئے ہم نے تمہیں بڑے بڑے دلائل اور براہین دے دیئے ہیں۔ بلکہ یہ بھی ہے کہ وہ بوجھ جسکو انسان آپ اٹھانا چاہتا تھا۔ اور اس نے اسکی کمر توڑ دی تھی۔ ہم نے اس کو بھی دُور کر دیا۔ یعنی خدا نے اپنے تک پہنچنے کا طریق اور رستہ بھی خود ہی بتا دیا۔ دیکھو جتنی قوموں نے خدا تعالیٰ کے پاس اپنی عقل سے پہنچنا چاہا ہے۔ انکی کمر ٹوٹ گئی ہے اور وہ ہرگز کامیاب نہیں ہو سکیں۔ اس زمانہ میں ایسی قوم کی تازہ مثال برہمو سماج کی ہے۔ تو خدا تعالےٰ نے فرمایا کہ ایک ایسا بوجھ جس نے تیری کمر کو توڑ دینا تھا اس کو ہم نے اٹھا دیا ہے چنانچہ خدا تعالےٰ نے قرآن کریم کے ذریعہ وہ سب باتیں بتا دی ہیں جنکی ہدایت انسانی کے لئے ضرورت تھی۔ اب انسان کا اتنا ہی کام ہے کہ قرآن شریف کو کھولکر پڑھ لے۔ اور ان پر عمل کرنا شروع کر دے۔ اب بوجھ ہلکا ہو گیا۔ اور کمر سیدھی ہو گئی۔ تو فرمایا وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِىٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ پھر انسان کو خیال آتا ہے کہ جو کام میں کر رہا ہوں یہ اچھا ہے۔ اور اس کے کرنے کا طریق بھی مجھے معلوم ہو گیا ہے لیکن اس کا کوئی نتیجہ بھی ہو گا یا نہیں۔ اس کے لئے فرمایا۔ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔ اس کا فائدہ یہ ہو گا کہ تمھارا درجہ اتنا بلند ہو گا۔ اتنا بلند ہو گا کہ تم کیا تمھارا ذکر بھی بلند کر دیا جائے گا۔ یہ بہت بڑا درجہ ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ بہتیرے انسان ایسے ہوتے ہیں جو آپس میں درجہ کے لحاظ سے تو برابر ہوتے ہیں لیکن ذکر میں برابر نہیں ہوتے۔ مثلاً کسی سلطنت کے وزرا کو ہی لے لو۔ بعض کو گو بہت عرصہ گذر چکا ہے۔ لیکن ان کے نام ابھی تک مشہور ہیں اور بعض کو کوئی جانتا بھی نہیں۔ انگریزوں کی سلطنت کے بھی بہت سے وزیر ہیں۔ لیکن ذکر بلند چند کا ہی ہے۔ تو ذکر کا بلند ہونا خاص خاص لوگوں کے حصہ میں آتا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ہم نے تیرا ذکر بہت بلند کر دیا ہے یعنی اگر کوئی اس تیرے بتائے ہوئے راستہ پر چلے گا۔ تو کوئی اس کا نام مٹا نہیں سکے گا۔ دیکھ لو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تو خاتم النبیین تھے۔ آپ کا کیا ذکر ہے۔ دوسرے لوگوں ہی دیکھو جو قرآن کریم پر

پہلے کتنا ان کا ذکر بلند ہوا۔ آج اگر کوئی سکندر جیسے عظیم الشان بادشاہ کو علی الاعلان گالیاں نکالے تو نکال سکتا ہے یا گشتاسپ اور طہماسپ کو بُرا بھلا کہنا چاہے تو کہہ سکتا ہے فراعنہ مصر اور قیاصرۂ قسطنطنیہ کو گالیاں دے سکتا ہے۔ اور کوئی ہتھکڑی اس کے ہاتھوں میں نہیں پڑتی مگر اسلام کے بزرگوں کو کوئی گالیاں دے تو اُسے معلوم ہو جائے کہ مسلمانوں کو کس طرح جوش آتا ہے۔ اور ایک ایسی حکومت بھی جس کا اور مذہب ہے۔ اسکے گرفتار کرنے کے لئے تیار ہو جاتی ہے۔ حالانکہ اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع نہ کرتے تو انکی کیا حیثیت تھی۔ ایک معمولی تاجر تھے۔ لیکن جب وہ قرآن کریم کی تعلیم پر چلے تو لاکھوں آدمی انکے لئے جانیں قربان کرنیکے لئے تیار ہیں۔ ان کا ذکر بھی بلند ہوا۔ جو اور کسی کو حاصل نہ ہوا۔ اس سے زیادہ حضرت مسیح موعودؑ کو دیکھ لو۔ قادیان کی کیا ہستی تھی اور کون اسے جانتا تھا۔ لیکن خدا تعالیٰ کی ایسی تائید اور نصرت ہوئی کہ جو کسی اور شہر کو حاصل نہیں ہوئی۔ جانتے ہو یہ کس طرح ہوئی۔ اس طرح کہ ایک شخص نے ایسے وقت میں اسکے مشہور عام ہونے کے متعلق کہا۔ جبکہ اس شخص کو گاؤں کے لوگ بھی نہ جانتے تھے اور پاس پاس کے گاؤں والے بھی ناواقف تھے۔ آپ ایک حجرے میں بیٹھنے والے تھے۔ لیکن دیکھتے ہو۔ اب یہی انسان ہے کہ جو تمام دُنیا میں بلند ہو گیا ہے۔ انگلستان کے عوام لوگ جو نشۂ حکومت میں ہندوستانیوں کو کالے لوگ کہتے ہیں۔ ان میں سے کئی ہیں جنھوں نے آپ کی غلامی کو اپنے لئے فخر سمجھا ہے۔ انہی میں کے ایک نے لکھا ہے کہ میں کبھی نہیں سوتا جبتک کہ احمد مسیح موعودؑ پر درود نہ بھیج لوں۔ تو چونکہ اس انسان نے قرآن کریم کا عملی نمونہ پورے طور پر دکھایا۔ اس لئے وہ لوگ جو اپنے آپ کو ذی وجاہت اور صاحب عزت سمجھتے تھے اور بڑے بڑے ہندوستانیوں کو کالا آدمی کہتے تھے وہ نہیں سوتے مگر آپ پر درود بھیج کر۔ تھوڑا ہی عرصہ ہوا۔ ولایت سے ایک عورت نے لکھا تھا کہ ایک رات مینے ٹیچنگز آف اسلام کو پڑھا۔ اور پڑھ کر میری نیند اُڑ گئی۔ اور میں ساری رات جاگتی رہی۔ میں تھوڑا سا پڑھتی اور پھر غور کرتی کہ کیا ایسا لکھنے والا کوئی انسان دُنیا میں ہو سکتا ہے۔ پھر وہ لکھتی ہے کہ کاش! وہ پاک انسان زندہ ہوتا تو میں اس کو ہاتھ ہی لگا لیتی۔ اور مجھے پورا یقین ہے اگر ہاتھ لگاتی۔ تو روحانیت بجلی کی طرح میرے جسم میں داخل ہو جاتی۔ اچھا اگر مینے اس کو نہیں دیکھا تو یہی شکر ہے کہ اس کے دیکھنے والے کو ہی دیکھ لیا ہے (یعنے چودھری فتح محمد صاحب کو) تو یہ ذکر بلند ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ اے مسلم تیرا ذکر بہت ہی بلند کیا جائے گا یہ کتنا بڑا انعام ہے پھر فرمایا فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ

يُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا۔ بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں۔ جن کا ذکر تو بلند ہو جاتا ہے۔ لیکن انکی ذات کو اس سے کچھ فائدہ نہیں پہنچتا۔ جیسے کہ ایک فوجی آدمی اپنی بہادری اور جان نثاری سے بہت بڑی فتح حاصل کرے۔ لیکن ساتھ ہی مارا بھی جائے۔ تو گو اس کا نام مشہور ہو جائے گا۔ لیکن اس کو کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اسی طرح یہاں بھی کسی کو خیال ہو سکتا تھا کہ ممکن ہے کہ میرا نام تو بلند ہو جائے۔ لیکن مجھے کوئی فائدہ نہ پہنچے۔ اس لئے فرمایا اے مسلم تو یہ خیال مت کر کہ اس رستہ میں تجھے کوئی غم۔ تکلیف اور دُکھ اس قسم کا بھی آئے گا جس کا تجھے کچھ فائدہ نہ پہنچے گا۔ دُنیا کے لوگ سکھ حاصل کرنے کیلئے بڑی بڑی محنتیں کرتے اور تکلیفیں اُٹھاتے ہیں اور پھر بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ وہ کچھ فائدہ نہیں اُٹھا سکتے۔ لیکن ہمارے رستہ میں اگر ایک دُکھ اور تکلیف برداشت کرنی پڑے تو ہم اسکے بدلہ میں دو سکھ دینگے اور کوئی ذرا سی محنت اور کوشش بھی رائگان نہیں جانے دینگے +

دیکھو اس لڑائی میں بہت بڑی تعداد انسانوں کی ماری جا چکی ہے۔ لیکن طرفین سے ابھی تک کوئی نہیں تھکتا۔ کیوں اس لئے کہ وہ کہتے ہیں کہ دُنیاوی کامیابی حاصل ہو۔ لیکن دیکھو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم ایک دُکھ کے بدلے تجھے دو سکھ دینگے یعنی ایک سکھ اس دُنیا میں اور ایک آخرت میں۔ بس اے مسلم تو سوچ کہ تجھے خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے کس قدر محنت اور کوشش کرنی چاہیئے +

فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ۔ لیکن ہم یہ نہیں کہتے کہ تو دنیا کے کاروبار کو چھوڑ کر بیٹھ جا۔ اور کوئی کام نہ کر۔ بلکہ جب تو ان کاموں سے فارغ ہوئے تو تجھے چاہیے کہ خدا کے ملنے اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے کوشش کرے۔ خدا تعالیٰ انسان کو فرماتا ہے کہ ہم تجھ سے اتنی قربانی نہیں چاہتے کہ سب کچھ چھوڑ دیں۔ بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ بھی کرو اور ہمارے ملنے کی کوشش بھی کرتے رہو۔ یہ خدا تعالیٰ نے انسان کے لئے آسانی کر دی ہے۔ دُنیا کے کام اس طرح نہیں ہوتے کہ دو کاموں میں انسان مصروف ہے مثلاً اس طرح کہ فوجی سپاہی لڑے بھی۔ اور کوئی دوسرا کام بھی کرے۔ یا طالب علم پڑھے بھی اور محنت مزدوری بھی کرے۔ لیکن خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ۔ ہم یہ نہیں چاہتے کہ تو سب کچھ چھوڑ دے بلکہ صرف اسقدر کہ فراغت کے وقت ہمارے حضور میں پہنچنے کے لئے محنت کیا کر اور اپنے رب کی طرف جُھک جایا کر +

اب اس محنت کو دیکھو۔ اور پھر اس انعام کو دیکھو۔ اگر انعام سے اس کا مقابلہ کیا جائے تو اس کے مقابلہ میں محنت کچھ بھی نہیں۔ پس ہر ایک مومن کو یہ محنت کرکے اس بڑے انعام کو ضرور حاصل کرنا چاہیئے +

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسلام پر شرح صدر عطا فرمائے اور ہمارے رستہ کو صاف کر دے ہماری کوششوں کو کامیاب اور بامُراد کرے۔ قرآن شریف کی سمجھ عطا فرمائے اور اس طریق پر چلنے کی توفیق دے۔ جس پر چلکر اسکی رضامندی حاصل ہو جائے۔ آمین +

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

تقریر حضرت فضل عمر خلیفۃ المسیح ثانی

جو ۲۷ دسمبر ۱۹۱۵ء کو جلسہ سالانہ پر ہوئی

(ظہرے اول)

اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ
امابعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

(سورۃ الصف)

سبح للہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض وھو العزیز الحکیم ۝ یایھا الذین اٰمنوا لم تقولون ما لا تفعلون کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون ۝ ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا کانھم بنیان مرصوص ۝ واذ قال موسیٰ لقومہ یقوم لم تؤذوننی وقد تعلمون انی رسول اللہ الیکم فلما زاغوا ازاغ اللہ قلوبھم واللہ لا یھدی القوم الفسقین ۝ واذ قال عیسی ابن مریم یبنی اسرآءیل انی رسول اللہ الیکم مصدقا لما بین یدی

مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ؕ
فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ○ وَمَنْ اَظْلَمُ
مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰٓى اِلَى الْاِسْلَامِ ؕ
وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ○ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا
نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ○
هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ
عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ○ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ○
تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○
يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا
الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○
وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ؕ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ؕ
وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ
كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ
قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ
بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَكَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ ۚ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(سورۃ الجمعہ)

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ
الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ○ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ
يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ○ وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا
يَلْحَقُوا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ○ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ
يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ○

اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں اور سلامتی ہو تم لوگوں پر۔ جو خدا تعالےٰ کے لئے اپنے گھروں کو چھوڑ کر اس لئے یہاں آئے ہو کہ خدا تعالیٰ کی بتائی ہوئی کوئی بات سنو۔ اللہ تعالیٰ بخیل نہیں کنجوس نہیں۔ ظالم نہیں اور کسی کے حقوق نہیں مارتا۔ پس یہ مت سمجھو۔ کہ تمہاری یہ کوششیں اور محنتیں ضائع جائینگی۔ نہیں نہیں بلکہ یہ سود اور بڑے سود کے ساتھ واپس آئینگی۔ اور اپنے ساتھ بڑے بڑے انعام واکرام لائینگی۔ کیونکہ اگر کوئی خدا تعالیٰ کی طرف ایک قدم چلکر جاتا ہے۔ تو خدا تعالیٰ اسکی طرف دو قدم آتا ہے۔ اگر کوئی خدا تعالیٰ کی طرف دو گز چلکر جاتا ہے تو خدا تعالیٰ اسکی طرف دو گز آتا ہے۔ اور اگر کوئی خدا تعالیٰ کیطرف چلکر جاتا ہے تو خدا تعالیٰ اسکی طرف دوڑ کر آتا ہے۔ پس وہ لوگ جو خدا تعالیٰ کے لئے اپنے گھروں سے چلکر یہاں آئے ہیں۔ اُن کو بشارت ہو۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو کوئی خدا تعالیٰ کیطرف چلکر جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ اسکی طرف دوڑ کر آتا ہے۔ اگر آپ لوگ یہاں خدا کے لئے چلکر آئے ہیں تو خدا تعالےٰ تمہاری طرف دوڑ کر آئیگا ✦

وسیع جلسہ گاہ کی ضرورت

مینے کچھ آیات اس وقت پڑھی ہیں۔ ان کے پڑھنے کی غرض انشاء اللہ میں ابھی بتاؤں گا۔ لیکن پہلے میں ایک اور بات بیان کر دینا ضروری سمجھتا ہوں اور وہ یہ کہ پچھلے سال کے تجربہ سے معلوم ہوا تھا۔ اور اس سال تو ثابت ہی ہو گیا ہے کہ ہمارے اجتماع کے لئے پہلی جگہیں کافی نہیں ہیں۔ خدا تعالیٰ ہماری جماعت میں دن بدن ایسی برکتیں ڈال رہا ہے کہ ہمارے ہاتھ جو کچھ انتظام کرتے ہیں اور ہمارے دل جو کچھ سوچتے ہیں اس سے بہت بڑھ کر خدا کی مخلوق آجاتی ہے ہم ہر سال یہ سمجھتے ہیں کہ بس اسقدر مکانات اور دیگر اسباب کافی ہوگا۔ خدا تعالیٰ ان کو ناکافی ثابت کر دیتا ہے۔ اس دفعہ ہمارے منتظموں نے جلسہ کے لئے جو تیاری کی تھی۔ وہ بہ نسبت پہلے کے بہت زیادہ تھی۔ لیکن خدا تعالےٰ نے آنیوالوں میں ایسی برکت ڈالی ہے کہ وہ ناکافی نکلی ہے۔ اور دن بدن خدا تعالےٰ کے فضل اور کرم زیادہ سے زیادہ نازل ہو رہے ہیں۔ ہماری ہر سال کی یہ ترقی ظاہر کرتی ہے کہ خدا تعالےٰ کے خاص الخاص فضل ہم پر ہو

رہے ہیں اور وہ دن جلد آنیوالے ہیں کہ ہماری ترقی کو دیکھ کر مخالف لوگوں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائینگی۔ اور نشانات دیکھ کر محو حیرت ہو جائینگے اور وہ لوگ دیکھینگے جو یہ سمجھتے تھے کہ یہ سلسلہ مٹ جائے گا۔ کہ خود مٹ گئے ہیں۔ اور اسی دُنیا میں ان پر موت وارد ہو گئی ہے۔ لیکن یہ سلسلہ ترقی پر ترقی کر رہا ہے۔ غرض ایک طرف خدا کی یہ برکتیں ہو رہی ہیں اور دوسری طرف ہمارا یہ بھی فرض ہے کہ جو لوگ یہاں آئیں۔ ان کو ہم کچھ باتیں سُنائیں۔ اور ان کے فرائض سے ان کو آگاہ کریں۔ اس لئے اب لیکچراروں کو بولنے کے لئے بہت زیادہ زور لگانا پڑتا ہے تاکہ سب کے کانوں تک انکی آواز پہنچ جائے۔ لیکن پھر بھی نہیں پہنچ سکتی۔ اس لئے میرا ارادہ ہے۔ کہ آیندہ لکچروں کے لئے یہ تدبیر کی جائے۔ کہ لکچر کسی بند مکان میں نہوں۔ جیسا کہ اس سال ہال میں تجویز تھی۔ بلکہ کھلے میدان میں ہوں۔ اور وہ اس طرح کہ ایک احاطہ بنایا جائے۔ جسکی اطراف کو ڈھلوان کر دیا جائے۔ اس طرح بہت سے لوگ لکچرار کی آواز کو اچھی طرح سُن سکینگے۔ یورپ میں اسی طرح کیا جاتا ہے اور بہت سے لوگ آواز کو سُن سکتے ہیں۔ حتّٰی کہ دس دس ہزار آدمیوں کا مجمع بھی آسانی سے لکچر سُن سکتا ہے۔ اگر خدا تعالےٰ نے توفیق دی۔ تو میں اس جلسہ کے بعد اس لکچر گاہ کے بنانے کی تجویز کرونگا۔ اس صورت میں عورتوں کے لئے بھی انتظام ہو سکتا ہے۔ اب عورتوں کے لئے انتظام کرنا چاہا تھا۔ اور اسی غرض کے لئے سکول کے ہال میں جلسہ کا انتظام کیا گیا تھا۔ لیکن جگہ ناکافی ہوئی۔ اور پھر گھر پر ہی عورتوں کے لکچروں کا انتظام کرنا پڑا۔ پس اگر خدا تعالےٰ نے توفیق دی۔ تو آیندہ سال اس طرح جلسہ گاہ کا انتظام کیا جائے گا۔ انتظام جلسہ کے متعلق اسقدر کہنے کے بعد میں اپنے مضمون کی طرف لوٹتا ہوں۔ اس دفعہ میرا منشا یہ تھا کہ جب جلسہ پر دوست واحباب آئیں تو میں بعض ایسی باتیں جو بہت ضروری ہیں۔ ان کے سامنے بیان کروں۔ اور کچھ نصائح جو اللہ تعالےٰ سمجھائے کروں۔ لیکن آخر کار میری توجہ اس طرف پھری۔ کہ جہاں نصیحتوں اور دیگر باتوں کی ضرورت ہے۔ وہاں یہ بھی ضرورت ہے کہ احباب کو ان مسائل سے بھی واقف کیا جائے۔ جن سے انھیں روزمرہ واسطہ پڑتا ہے۔ اس لئے میں نے چاہا کہ ان کو بھی مختصراً بیان کردوں +

پیغامیوں کی بدزبانی

اس وقت جماعت احمدیہ میں اختلاف کی وجہ سے بہت جھگڑا

پیدا ہو گیا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ فریق ثانی نے تہذیب اور شرافت کو بالکل ترک کر دیا ہے اور ہمیں اسقدر گالیاں دی ہیں کہ غیر احمدی اخباروں نے بھی آج تک نہیں دی تھیں میری نسبت اس وقت تک جو کچھ انھوں نے کہا ہے۔ وہ تو ایک بہت بڑی فہرست ہے۔ جس کا اس مختصر وقت میں بیان کرنا مشکل ہے لیکن اس میں سے کسی قدر میں بتاتا ہوں۔ وہ عام طور پر اور کثرت سے مجھے نوح کا بیٹا کہتے ہیں یعنی وہ جو حضرت نوح کے کشتی پر سوار ہونے کے وقت باوجود حضرت نوح کے بلانے کے ان کے پاس نہ آیا۔ اور اُن کو اس نے قبول نہ کیا۔ اور طوفان میں غرق ہو گیا۔ اور وہ جو کافروں میں سے تھا بلکہ کفار کا سردار تھا اور جو شرارت میں اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ قرآن کریم میں بھی اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور اپنے قول کی وہ یہ دلیل دیتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام چونکہ خدا تعالےٰ نے نوح رکھا ہے۔ اور تم ان کے بیٹے ہو۔ پس تم نوح کے بیٹے ہو۔ ہم کہتے ہیں حضرت مسیح موعودؑ کو تو ابراہیم بھی کہا گیا ہے۔ جن کا بیٹا اسمٰعیل تھا۔ تو اگر تمہاری ہی دلیل درست ہے تو پھر مجھے اسمٰعیل کیوں نہیں کہتے۔ پھر وہ میری نسبت کہتے ہیں۔ کہ یہ دجال ہے کذاب ہے۔ مفتری ہے۔ خائن ہے لوگوں کے مال کھا جاتا ہے۔ خدا سے دُور ہے۔ پوپ ہے وغیرہ وغیرہ۔ غرض یہ اور اسی قسم کے اور بہت سے الفاظ ہیں جو میری نسبت وہ استعمال کرتے ہیں۔ لیکن مجھے ان کے اس طرح کہنے سے کچھ گھبراہٹ نہیں۔ اور میرا دل ذرا بھی ان کی باتوں سے متاثر نہیں ہوتا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ جب انسان دلائل سے شکست کھاتا اور ہار جاتا ہے۔ تو گالیاں دینی شروع کر دیتا ہے۔

اور جسقدر کوئی زیادہ گالیاں دیتا ہے اسی قدر اپنی شکست کو ثابت کرتا ہے آپ لوگوں نے کئی دفعہ دیکھا ہو گا کہ ایک کمزور شخص مار تو کھاتا جاتا ہے لیکن گالیاں بھی دے رہا ہوتا ہے تو اب چونکہ ہم انکو شکست پر شکست دے رہے ہیں اور وہ ہار پر ہار کھاتے چلے جا رہے ہیں اسلئے وہ گالیوں پر اُتر آئے ہیں انکے آدمی ہم میں آکر مل رہے ہیں اور وہ دن بدن کم ہو رہے ہیں۔ انکے پاس ہمارے دلائل اور براہین کا کوئی جواب نہیں ہے اسلئے بدزبانی کے ہتھیار کو استعمال کر رہے ہیں۔ دیکھو جب بیعت ہوئی تھی۔ اُس وقت جماعت کا اکثر حصہ ان کے ساتھ تھا چنانچہ انھوں نے خود بھی لکھا تھا کہ ہماری طرف جماعت کے بہت آدمی ہیں لیکن مجھے خدا تعالیٰ نے اسی وقت بتا دیا تھا کہ لیمزقنھم میں ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دونگا۔ اس کے یہ معنے نہیں کہ انکی ہڈیاں توڑ کر ان کے ٹکڑے ٹکڑے کئے جائینگے۔ بلکہ یہ کہ خدا تعالیٰ ان میں سے لوگوں کو توڑ توڑ کر ہماری

طرف لے آئے گا اور ہم میں شامل کرے گا۔ حضرت مسیح موعودؑ کو بھی یہی الہام ہوا تھا جس کے آپ نے یہی معنے کئے ہیں۔ اس میں شک نہیں وہ اس بات سے بھی چڑتے ہیں۔ کہ میں کیوں اپنے الہام اور رؤیا شائع کرتا ہوں۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ جب یہ باتیں تمام قوم کے متعلق ہوں تو کیوں نہ انہیں شائع کیا جائے۔ بیشک اگر میرے الہام کسی ایک شخص کے ساتھ تعلق رکھتے۔ تو میں بیان نہ کرتا لیکن جب یہ قومی معاملہ ہے تو کیوں چھپایا جائے۔ پس اسی لئے میں اپنے وہ رؤیا جو جماعت کے متعلق ہوں شائع کرتا رہا ہوں اور کرتا رہوں گا۔ پھر میرے ساتھ ہماری جماعت کے اور لوگوں کو بھی اسی طرح گالیاں دیتے ہیں۔ ہم سب کا نام انھوں نے محمودی رکھا ہوا ہے۔ اور اپنے خیال میں ہمیں یہ بھی گالی ہی نکالتے ہیں لیکن نادان یہ نہیں سمجھتے کہ یہ کوئی گالی نہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی کفار گالیاں دیتے تو آپ فرماتے۔ کہ میرا نام محمدؐ ہے جس کے معنے ہیں :۔ تعریف کیا گیا۔ پھر مجھے کس طرح گالی لگ سکتی ہے۔ اسی لئے عرب کے کفار جب آپ کو گالی دیتے۔ تو اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام محمدؐ نہ لیتے بلکہ مذمم کہتے اس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ اگر یہ لوگ میرا نام محمدؐ لے کر گالیاں دیں تو مجھے گالی لگ ہی نہیں سکتی۔ کیونکہ جسے خدا پاک ٹھہرائے کون ہے جو اسکی نسبت کچھ کہہ سکے۔ اور اگر مذمم کہکر گالیاں دیتے ہیں۔ تو دیتے جائیں یہ میرا نام ہی نہیں۔ کفار عرب اہل زبان تھے اس لئے وہ اتنی سمجھ رکھتے تھے۔ کہ محمدؐ نام لیکر ہم گالی نہیں دے سکتے۔ لیکن یہ چونکہ عربی نہیں جانتے اس لئے یہ گالی دیتے ہیں کہ تم محمودی ہو۔ ہم کہتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کا بڑا ہی فضل ہے کہ ہم محمودی ہیں۔ کیونکہ یہ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ مقام ہے جسکی نسبت خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔ اگر ہمارا رسول کریم سے اس عظیم الشان درجہ کے ذریعہ سے تعلق قائم ہو جسے اللہ تعالےٰ نے انعام عظیم کے طور پر آپ کے لئے وعدہ فرمایا ہے تو ہمارے لئے اس سے زیادہ ہمارا فخر اور کیا ہو سکتا ہے۔ غرض یہ فتنہ بڑھتا ہی گیا۔ اور ابھی تک بڑھ ہی رہا ہے۔ اور عجیب عجیب اعتراض ہمارے خلاف پیدا کئے جاتے ہیں۔ مثلاً مولوی محمد علی صاحب میری نسبت کہتے ہیں کہ یہ اپنے آپ کو پاک اور معصوم عن الخطا کہتا ہے۔ میں نے اس کے جواب میں لکھا کہ یہ بالکل غلط ہے۔ میں اپنے آپ کو ایسا نہیں سمجھتا۔ اور نہ ہی کوئی انسان ہو کر ایسا سمجھ سکتا ہے لیکن اس کے جواب میں انھوں نے لکھا۔ کہ میاں صاحب نے یہ جواب صرف لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے

دے دیا ہے۔ ورنہ واقعہ میں وہ اپنے آپ کو ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ اسکی دلیل یہ ہے کہ انھوں نے ابھی تک اپنی کوئی غلطی شائع نہیں کی۔ اور نہ ہی کسی غلطی کا اعتراف کیا ہے۔ میں کہتا ہوں غلطی کا ہونا اور بات ہے اور غلطی کرنے کا امکان اور بات ہے۔ اور ان دونوں باتوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ لیکن عجیب بات ہے کہ وہ باوجود ایم اے ہونے کے اور امیر قوم کہلانے کے اتنا نہیں سمجھ سکتے کہ غلطی کرنا اور کرسکنا الگ الگ باتیں ہیں۔ میں نے یہ کبھی نہیں کہا اور نہ اب کہتا ہوں۔ کہ میں غلطی نہیں کرسکتا۔ لیکن اگر میری طرف سے کسی غلطی کا اعلان نہ ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ میں غلطی نہیں کرسکتا تو کوئی شخص مولوی صاحب سے پوچھے کہ جناب مولوی صاحب میاں صاحب تو آپ کی اس دلیل کی رو سے بیشک اپنے آپ کو معصوم عن الخطاء سمجھتے ہیں۔ مگر آپ یہ تو بتائیں کہ آپ نے اس وقت تک اپنی غلطیوں کے کتنے اشتہار دیئے ہیں اور کتنی غلطیوں کا اعتراف کیا ہے کیا آپ کو بھی معصوم عن الخطاء سمجھ لیا جائے۔ کتنے تعجب اور حیرانی کی بات ہے کہ مجھ پر وہ سوال کیا جاتا ہے جو خود ان پر پڑتا ہے۔ لیکن پھر بھی وہ اسی پر اڑے ہوئے ہیں۔ اگر ان کیطرف سے اپنی غلطیوں کے اعتراف میں کوئی اشتہار شائع ہو چکا ہوتا تب تو وہ مجھے یہ کہنے کا حق رکھتے تھے۔ لیکن جب انھوں نے خود ہی ایسا نہیں کیا۔ تو پھر مجھ سے کیوں یہ توقع رکھتے ہیں۔ لیکن میں اقرار کرتا ہوں کہ میں غلطی کرسکتا ہوں اور اس بات کا بھی اعتراف کرتا ہوں کہ مینے غلطی بھی کی ہے اور بہت بڑی غلطی کی ہے۔ جو یہ ہے کہ مینے اپنے اخباروں کو سمجھایا کہ ان کے متعلق کچھ نہ لکھو لیکن مینے دیکھا ہے کہ جب بھی ہمارے اخباروں نے میرے کہنے پر خاموشی اختیار کی۔ جب ہی وہ گالیوں اور بد زبانی میں بڑھ گئے۔ اور طرح طرح کے جھوٹ اور بہتان لکھنے شروع کردیئے۔ مینے یہ غلطی کی اور بڑی غلطی کی۔ کہ اپنے اخباروں کو ان کے متعلق لکھنے سے روکا۔ چونکہ انسان غلطی کرتا ہے مینے بھی یہ غلطی کی۔ ایک دوست ایک قصہ سنایا کرتے تھے۔ کہ ایک دفعہ میں سفر میں گیا تو ایک مسجد میں ٹھہرا۔ وہاں ایک شخص بیٹھا تھا۔ وہ بے تحاشا مجھے گالیاں دینے لگ گیا۔ اور میں خاموش سنتا رہا۔ اور خیال کرتا رہا۔ کہ میں اب کروں تو کیا کروں اور اسے کیونکر چپ کراؤں۔ لیکن کچھ نہ سوجھتا۔ آخر کچھ دیر کے بعد اسی جگہ سے ایک صف میں سے ایک اور شخص نکلا اور وہ اس کو گالیاں دینے لگ گیا جب اس نے بھی گالیاں دینی شروع کیں۔ تب جاکر وہ پہلا شخص خاموش ہوا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ دونوں دیوانے تھے۔ اور اتفاق سے اس جگہ اکٹھے

ہو گئے تھے۔ اسی طرح اگر ادھر سے چُپ ہو جائیں۔ تو وہ گالیوں میں بڑھے چلے جاتے ہیں اور اعتراض پر اعتراض کرتے چلے جاتے ہیں۔ اور آگا پیچھا کچھ نہیں دیکھتے۔ لیکن اگر ان کے اعتراضات کا جواب دیا جائے اور ظاہر کیا جائے کہ جو اعتراضات وہ ہم پر کرتے ہیں وہ ہم پر نہیں بلکہ ان پڑتے ہیں تو پھر اپنے حملوں میں وہ ذرہ محتاط ہو جاتے ہیں +

غرض اس جھگڑے میں ہمارا روپیہ اور وقت بہت کچھ ضائع ہوا نہ ان کے حملوں پر خاموش ہو سکتے ہیں کہ بعض کمزور طبائع لوگوں کو ابتلا نہ آجائے اور نہ ان کا جواب دینے کو دل چاہتا ہے کیونکہ اِس وقت اور اس روپیہ کو خدمت دین اسلام میں خرچ کرنے سے بہت سے نیک نتائج کے نکلنے کی امید ہوتی ہے مگر مجبوراً ان لوگوں کیطرف توجہ کرنی ہی پڑتی ہے اس وقت بھی جیسا کہ میں نے ابھی بتایا ہے۔ گو میں اور مضامین بیان کرنا چاہتا تھا۔ لیکن موجودہ اختلاف کی وجہ سے دو اختلافی مسائل پر بھی کچھ بیان کرنا ضروری خیال کرتا ہوں۔ اور پہلے انہی کو شروع کرتا ہوں +

پہلا مسئلہ یہ ہے کہ آیا حضرت مسیح موعودؑ کا نام **احمد** تھا یا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا۔ اور کیا سورۂ صف کی آیت جس میں ایک رسول کی جس کا نام **احمد** ہوگا بشارت دیگئی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے یا حضرت مسیح موعود کے متعلق +

اِسْمُہٗ اَحْمَدُ کی پیشگوئی کے مصداق حضرت مسیح موعود ہیں۔

میرا یہ عقیدہ ہے کہ یہ آیت مسیح موعود کے متعلق ہی اور احمد آپ ہی ہیں لیکن اس کے خلاف کہا جاتا ہے کہ احمد نام رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ اور آپ کے سوا کسی اور شخص کو احمد کہنا آپ کی ہتک ہے۔ لیکن میں جہاں تک غور کرتا ہوں میرا یقین بڑھتا جاتا ہے اور میں ایمان رکھتا ہوں کہ احمد کا جو لفظ قرآن کریم میں آیا ہے۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق ہی ہے۔ میں اس بات کے ثبوت میں اپنے پاس خدا کے فضل سے دلائل رکھتا ہوں۔ اور تمام دنیا کے عالموں اور فاضلوں کے سامنے بیان کرنے کے لئے تیار ہوں۔ حتیٰ کہ میں انعام رکھنے کے لئے بھی تیار ہوں۔ اور اگر کوئی میرے دلائل کو غلط ثابت کردے۔ اور قرآن کریم سے اور احادیث صحیحہ سے یہ بات ثابت کردے کہ

ملہ اس مضمون میں نظر ثانی کے وقت یہ نئے اور مضامین بھی زائد کر دیئے ہیں جو لکچر کے وقت بوجہ کمی وقت بیان نہیں

احمد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام تھا نہ کہ صفت۔ اور یہ کہ جو نشانات احمد کے قرآن کریم میں آتے ہیں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر چسپاں ہوتے ہیں اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیشگوئی اپنے پر چسپاں فرمائی ہے تو میں ایسے شخص کو ایک مقرر تاوان جو فریقین کو منظور ہو دینے کے لئے تیار ہوں +

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو احمد کہنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک نہیں۔ اور اس سے یہ مراد نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم احمدؐ نہ تھے۔ آپ احمدؐ تھے اور ضرور تھے۔ لیکن احمد آپ کی صفت تھی نہ کہ آپ کا نام۔ اور جو شخص یہ کہے کہ احمدؐ آپ کی صفت نہ تھی وہ جھوٹا ہے کیونکہ صحیح احادیث سے یہ بات ثابت ہے اور اگر آپ احمد نہ ہوتے تو حضرت مسیح موعود احمد ہو ہی کیونکر سکتے تھے کیونکہ آپ نے جو کچھ حاصل کیا ہے آپ کی ہی شاگردی سے حاصل کیا ہے۔ لیکن باوجود اس کے یہ کہنا درست نہیں کہ رسول اللہ صلعم کا نام احمد تھا۔ اور اس قول پر غیر مبائعین کا یہ شور مچانا۔ کہ اس طرح رسول کریم صلعم کی ہتک ہو گئی۔ بالکل غلط اور فضول ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس میں کوئی ہتک نہیں کیا حضرت موسیٰ کو موسیٰ کہنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہے یا حضرت ابراہیم کو ابراہیم کہنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہے اگر ایسا نہیں تو حضرت مسیح موعود کو احمد کہنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کیوں ہتک ہونے لگی۔ کسی شخص کا پیشگوئی کا مصداق ہونا دلائل سے معلوم ہوتا ہے۔ اور جب دلائل اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ اس پیشگوئی کے مصداق حضرت مسیح موعود ہیں۔ تو رسول کریم صلعم کی اس میں کس وجہ سے ہتک ہوئی۔ یہ کہنا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نام احمد نہیں۔ آپ کی ہتک نہیں ہے۔ کیونکہ صرف نام کا بغیر نام کی صفات کے ہونا کچھ فائدہ نہیں رکھتا۔ جب تک کسی میں اس کے نام کے مطابق اوصاف نہ پائے جاتے ہوں۔ نام کوئی قابل عزت بات نہیں۔ دیکھو بعض لوگوں کا نام عبدالرحمٰن اور عبدالرحیم ہوتا ہے۔ لیکن وہ کام عبدالشیطان کے کرتے ہیں۔ اسی طرح بعض کا نام نیک اور شریف ہوتا ہے۔ لیکن دراصل وہ بد اور بدوضع ہوتے ہیں تو ماں باپ کا رکھا ہوا نام کوئی عزت کی شئے نہیں ہو جاتا۔ اگر ہم رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ کہیں۔ کہ رسول اللہ میں احمد کی صفت نہیں پائی جاتی۔ تو یہ آپکی ہتک ہے۔ لیکن یہ کہنا کہ آپکا نام احمد نہیں ہرگز آپ کی ہتک کرنا نہیں کہلا سکتا بلکہ یہ ایک امر

واقعہ کہلائے گا۔ پس جبکہ نام فضیلت کا ذریعہ نہیں ہوتا بلکہ کام فضیلت کا ذریعہ ہوتے ہیں تو پھر آپ کا نام احمد نہ ماننے میں آپ کی ہتک کس طرح ہو سکتی ہے۔ اگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا نام محمد بھی نہ ہوتا۔ بلکہ کچھ اور ہوتا۔ تو کیا اس میں آپ کی ہتک ہو جاتی اور کیا آپ کی برکات میں کمی آجاتی۔ آپ کا نام جو کچھ بھی ہوتا وہی بابرکت ہوتا اور اس نام پر دنیا اسی طرح فدا ہوتی جس طرح اب محمد نام پر فدا ہوتی ہے۔ کیونکہ لوگ آپ کے نام پر فدا نہیں ہوتے بلکہ درحقیقت آپ کے کام پر فدا ہوتے ہیں۔ پس اگر یہ کہا جاتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نام احمد نہیں۔ ہاں احمد کی صفات آپ میں پائی جاتی ہیں۔ تو پھر نادان ہے وہ جو یہ کہے کہ ایسا کہنے سے آپکی ہتک ہوتی ہے +

قرآن کریم میں جو احمد کی خبر دیگئی ہے اس کے متعلق میں نے وہ آیات پڑھ دی ہیں جن میں احمد کا ذکر ہے اور اب میں خدا تعالےٰ کے فضل سے بتاتا ہوں کہ ان آیات میں احمد کا اصل مصداق حضرت مسیح موعود ہی ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم صرف صفت احمدیت کی وجہ سے اس کے مصداق ہیں ورنہ جس احمد نام انسان کے متعلق خبر ہے وہ حضرت مسیح موعود ہی ہیں +

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ○ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ ۗ فَلَمَّا زَاغُوْۤا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ○

(ترجمہ) تسبیح کرتی ہے اللہ کے لئے ہر ایک وہ چیز جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔ اور وہی غالب اور حکمت والا ہے۔ اے مومنو۔ کیوں وہ بات کہتے ہو جو خود نہیں کرتے۔ یہ بات اللہ کو بڑی ہی ناپسند ہے کہ دوسروں کو وہ کچھ کہو جو تم خود نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو اس کے راستہ میں اس طرح صفیں باندھ کر لڑتے ہیں کہ گویا سیسہ پگلائی ہوئی عمارت ہیں۔ اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم کو کہ اے قوم کیوں مجھے ایذا دیتے ہو۔ اور تحقیق تم یہ بات جانتے ہو کہ میں خدا کا رسول ہو کر تمہاری طرف آیا ہوں۔ پس جب انہوں نے کجی کی تو خدا نے ان کے دلوں کو کج

کردیا۔ اور اللہ فاسقوں کی قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ حضرت موسٰی علیہ السلام کے اس واقعہ کے بعد حضرت عیسٰی علیہ السلام کا ایک واقعہ بیان فرمایا ہے کہ جب عیسٰی بن مریم نے بنی اسرائیل کو کہا کہ اے بنی اسرائیل میں اللہ کا رسول ہو کر تمہاری طرف آیا ہوں۔ اور ان باتوں کی تصدیق کرتا ہوں جو مجھ سے پہلے کہی گئی ہیں۔ تورات سے۔ اور تمہیں خوشخبری دیتا ہوں اس رسول کی جو میرے بعد آئے گا اور اس کا نام **احمد** ہو گا۔

اب یہاں سوال ہوتا ہے۔ کہ وہ کونسا رسول ہے۔ جو حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بعد آیا۔ اور اس کا نام احمدؐ ہے۔ میرا اپنا دعوٰی ہے۔ اور میں نے یہ دعوٰی یونہی نہیں کر دیا۔ بلکہ حضرت مسیح موعودؑ علیہ السلام کی کتابوں میں بھی اسی طرح لکھا ہوا ہے۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ نے بھی یہی فرمایا ہے کہ مرزا صاحب احمد ہیں۔ چنانچہ ان کے درس کے نوٹوں میں یہی چھپا ہوا ہے۔ اور میرا ایمان ہے کہ اس آیت کے مصداق حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی ہیں۔ ہاں پہلے پہلے جب حضرت خلیفہ اول سے یہ بات میں نے سنی تو ابتداءً اسے قبول نہ کیا۔ اور بہت کچھ اس کے متعلق بحثیں ہوتی رہیں۔ لیکن جب میں نے اس پر غور کیا تو خدا تعالےٰ نے اس کے متعلق میرا سینہ کھول دیا۔ اور دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ عنایت فرما دیئے۔ اور میں نے اس خیال کو قبول کر لیا۔

ان آیات میں خدا تعالیٰ نے اول حضرت موسٰی علیہ السلام کا ذکر فرمایا ہے۔ کہ جب وہ اپنی قوم میں آئے۔ اور انکی قوم نے انہیں دکھ دیئے۔ تو انھوں نے کہا۔ کہ میں خدا کی طرف سے تمہارے پاس رسول ہو کر آیا ہوں مجھے قبول کر لو۔ لیکن جب انھوں نے قبول نہ کیا اور کجی اختیار کی۔ تو خدا تعالےٰ نے بھی ان کے دلوں کو کج کر دیا۔ اس ذکر کے بعد خدا تعالےٰ نے حضرت موسٰی علیہ السلام کے بعد کے تمام انبیاء کا ذکر چھوڑ دیا ہے اور صرف حضرت عیسٰی علیہ السلام کا ذکر کیا ہے۔ اسکی غرض سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہے۔ کہ جس طرح حضرت موسٰی علیہ السلام کے تیرہ سو سال بعد حضرت مسیحؑ آئے تھے۔ اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے تیرہ سو سال بعد جو مثیل موسٰی ہیں مسیح موعود آئے گا۔ اور اسمہ احمد کا جملہ اس کو صاف کر دیتا ہے کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نام احمد نہ تھا۔ بلکہ محمد تھا۔ چنانچہ اس آیت زیر بحث کو چھوڑ کر جس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو احمد کہکر مخاطب نہیں فرمایا بلکہ صرف حضرت مسیح کی ایک پیشگوئی بیان فرمائی ہے جو خود

زیر بحث ہے کسی جگہ بھی قرآن کریم میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو احمد نام سے یاد نہیں کیا گیا اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام احمد ہوتا اور جیسا کہ لوگ بیان کرتے ہیں والدہ کو الہام کے ذریعہ سے یہ نام بتایا گیا ہوتا تو قرآن کریم میں جو وحی الٰہی ہے اول تو احمد نام ہی آتا۔ اور اگر محمد بھی آتا۔ تو احمد بعض مقامات پر ضرور آتا وہ عجیب الہامی نام تھا کہ قرآن کریم اس نام سے ایک دفعہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پکارتا۔ دوسری دلیل آپ کا نام احمد نہ ہونے کی یہ ہے کہ کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں کہ آپ کا نام احمد تھا۔ کلمۂ شہادت جس پر اسلام کا دارو مدار ہے اس میں بھی محمدؐ رسول اللہ کہا جاتا ہے کبھی احمد رسول اللہ نہیں کہا جاتا حالانکہ اگر آپکا نام احمدؐ ہوتا تو کلمۂ شہادت کی کوئی روایت تو یہ بھی ہوتی کہ اشھد ان احمد رسول اللہ پنجوقتہ اذان میں بھی یہ بانگ بلند محمدؐ رسول اللہ کہکر آپ کی رسالت کا اعلان کیا جاتا ہے کبھی احمدؐ رسول اللہ نہیں کہا جاتا۔ تکبیر میں بھی محمد ہی آنحضرت کا نام آتا ہے اور درود میں بھی آنحضور صلعم کو محمدؐ نام لیکر ہی یاد کیا جاتا ہے اور اسی نام کے رسول پر خدا تعالیٰ کی رحمتیں بھیجی جاتی ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطوط کی نقلیں موجود ہیں ان سب میں آپ نے اپنے دستخط کی جگہ محمدؐ نام کی ہی مُہر لگائی ہے ایک خط میں بھی احمد اپنا نام تحریر نہیں فرمایا۔ پھر صحابہ کرام کی گفتگو میں احادیث میں مذکور ہیں لیکن ایک دفعہ بھی ثابت نہیں ہوتا کہ کسی صحابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو احمد کہکر پکارا ہو اور نہ انکی آپس کی گفتگو میں ہی یہ نام آتا ہے نہ تاریخ سے ثابت ہے کہ آپ کا نام احمد رکھا گیا تھا۔ بلکہ تاریخ سے بھی یہی ثابت ہے کہ آپ کا نام محمدؐ رکھا گیا تھا آپ کے مخالف جسقدر تھے جن میں خود آپکے رشتہ دار اور چچا بھی شامل تھے سب آپ کو محمدؐ نام سے پُکارتے تھے۔ یا شرارت سے مذمم کہکر پکارتے تھے کہ وہ بھی محمدؐ کے وزن پر ہے۔ غرض جسقدر بھی غور کریں اور فکر کریں۔ آپ کا نام قرآن کریم سے احادیث سے کلمۂ اذان سے تکبیر سے درود سے آپ کے خطوط سے۔ معاہدات سے تاریخ سے صحابہ کے اقوال سے محمدؐ ہی معلوم ہوتا ہے نہ کہ احمد۔ پھر اس قدر دلائل کے ہوتے ہوئے کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ آپکا نام احمد تھا۔ اگر احمد بھی آپ کا نام ہوتا تو مذکورہ بالا مقامات میں محمد صلعم نام کے ساتھ آپکا نام احمد بھی آتا۔۔۔ اور کچھ نہیں تو ایک ہی جگہ احمد نام سے آپ کو پکارا جاتا۔ یا کلمۂ شہادت میں بجائے اشھد ان محمدا رسول اللہ کے احمد رسول اللہ بھی پڑھنا جائز ہوتا۔ مگر ایسا نہیں ہے نہ یہ بات

رسول کریمؐ سے ثابت ہے اور نہ صحابہ سے - اب ان واقعات کے ہوتے ہوئے ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ آپ کا نام احمد نہ تھا +

پس اس آیت میں جس رسول احمد نام والے کی خبر دیگئی ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہوسکتے ہاں اگر وہ تمام نشانات جو اس احمد نام رسول کے ہیں آپ کے وقت میں پورے ہوں تب بیشک ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس آیت میں احمد نام سے مراد احمدیت کی صفت کا رسول ہے کیونکہ سب نشانات جب آپ میں پورے ہوگئے تو پھر کسی اور پر اس کے چسپاں کرنیکی کیا وجہ ہے - لیکن یہ بات بھی نہیں جیسا کہ میں آگے چلکر ثابت کرونگا +

دوسری صورت یہ تھی کہ اِسْمُہٗ اَحْمَدُ والی پیشگوئی میں کوئی ایسا لفظ ہوتا جسکی وجہ سے ہم کسی غیر پر اُسے چسپان نہ کرسکتے - مثلاً یہ لکھا ہوتا کہ وہ خاتم النبیین ہوگا - اور چونکہ خاتم النبیین صرف رسول کریمؐ ہی ہیں اور ایک ہی شخص خاتم النبیین ہوسکتا ہے اس لئے ہم کہہ سکتے تھے کہ گو بعض نشانات آپ کے وقت میں اپنے ظاہر الفاظ میں پورے نہیں ہوئے لیکن جبکہ ایک ایسی صریح علامت موجود ہے جو آپ کے سوا کسی اور میں پائی ہی نہیں جاسکتی تو ان باتوں کی کوئی اور تاویل ہوگی اور بہر حال یہ پیشگوئی آپ پر ہی چسپان ہوتی ہے لیکن یہ بات بھی نہیں اس پیشگوئی میں کوئی ایسا لفظ نہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ یہ پیشگوئی خاتم النبیین کے متعلق ہے - نہ کوئی اور ایسا لفظ ہے جسکی وجہ سے ہمیں یہ پیشگوئی ضرور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر چسپاں کرنی پڑے - سوم باوجود آپ کا نام احمد نہ ہونے کے آپ پر یہ پیشگوئی چسپاں کرنے کی یہ وجہ ہوسکتی تھی کہ آپنے خود فرما دیا ہوتا کہ اس آیت میں جس احمد کا ذکر ہے وہ میں ہی ہوں لیکن احادیث سے ایسا ثابت نہیں ہوتا نہ سچی نہ جھوٹی نہ وضعی نہ قوی نہ ضعیف نہ مرفوع نہ مرسل کسی حدیث میں بھی یہ ذکر نہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو اپنے اوپر چسپان فرمایا ہو اور اس کا مصداق اپنی ذات کو قرار دیا ہو پس جب یہ بھی بات نہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ ہم خلاف مضمون آیت کے اس پیشگوئی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر چسپاں کریں - ایک چوتھی مجبوری بھی ہوسکتی تھی جسکی وجہ سے ہم یہ آیت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر چسپان کرنے کے لئے مجبور تھے اور وہ یہ کہ انجیل میں صرف ایک ہی نبی احمد کی خبر دی گئی ہوتی - اس صورت میں واقعہ میں مشکل تھی کہ اگر اس پیشگوئی کو ہم کسی اور شخص پر

چسپاں کر دیتے تو رسول کریم مسیح کے موعود نہ رہتے حالانکہ قرآن کریم سے ثابت ہے کہ آپ حضرت مسیح ناصری کے موعود ہیں۔ لیکن انجیل میں ہم دو نبیوں کے آنے کی خبر پاتے ہیں۔ ایک وہ نبی جو تمام نبیوں کا موعود ہے اور جس کا آنا گویا خدا تعالےٰ کا آنا قرار دیا گیا ہے۔ اور دوسرے مسیح کی دوبارہ آمد۔ اور بتایا گیا ہے کہ پہلے "وہ نبی" آئے گا۔ پھر مسیح دوبارہ آئے گا۔ اور ان دونوں پیشگوئیوں میں احمد کا نام ہی موجود نہیں۔ پس جب کہ اسمہٗ احمد والی آیت کو اگر مطابق مضمون اس آیت کے بجائے رسول کریم کے چسپاں کرنے کے آپ کے کسی خادم پر چسپاں کیا جائے تو قرآن کریم کی کسی اور آیت کی تکذیب نہیں ہوتی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پھر بھی حضرت مسیح کے موعود رہتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ اس آیت کے مضمون کو توڑ مروڑ کر آپ پر صرف اس لئے چسپاں کیا جائے۔ تا یہ ثابت ہو کہ آپ کے بعد کوئی اور رسول نہیں آسکتا۔ کیا خدا تعالےٰ کا خوف دلوں سے اٹھ گیا ہے کہ اس طرح اس کی کلام میں تحریف کی جاتی ہے اور صریح طور پر اس کے غلط معنے کر کے اس کے مفہوم کو بگاڑا جاتا ہے۔ جب تک حق نہ آیا تھا اس وقت تک کے لوگ مجبور تھے لیکن اب جبکہ واقعات سے ثابت ہو گیا ہے کہ احمد سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خادم ہے تو پھر بھی ہٹ دھرمی سے کام لینا شیوۂ مومنانہ نہیں ❖

انجیل میں آپ کا نام محمد آیا ہے

پھر ایک عجیب بات ہے کہ ایک طرف تو یہ زور دیا جاتا ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا نام احمد تھا۔ اور دوسری طرف یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ انجیل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام محمد آیا ہے۔ جبکہ انجیل میں آپ کا نام محمد آیا ہے تو پھر اسمہٗ احمد والی پیشگوئی آپ پر چسپاں کرنا گویا آپ کی تکذیب کرنا ہے کیونکہ انجیل تو صریح محمد نام سے آپکی خبر دیتی ہے۔ اور اس پیشگوئی میں کسی احمد نام رسول کی خبر دیگئی ہے تو کیا صاف ثابت نہیں ہوتا کہ وہ پیشگوئی اور ہے۔ اور یہ اور۔ اور کیا اس پیشگوئی کو آپ پر چسپاں کرنے والا قرآن کریم پر غلط بیانی کا الزام نہیں لگاتا کہ انجیل میں تو محمد نام لکھا تھا لیکن قرآن کریم احمد نام بتاتا ہے۔ ایسا شخص ذرہ غور تو کرے کہ اسکی یہ حرکت اسے کس خطرناک مقام پر کھڑا کر دیتی ہے اور وہ اپنا شوق پورا کرنے کے لئے قرآن کریم اور رسول کریم کی بھی تکذیب کر دیتا ہے۔ جس انجیل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو محمد کے نام سے یاد کیا گیا ہے وہ

برناباس کی انجیل ہے۔ اور نواب صدیق حسن خاں مرحوم بھوپالوی اپنی تفسیر فتح البیان کی جلد ۹ میں اِسْمُهٗ اَحْمَدُ والی پیشگوئی کے نیچے لکھتے ہیں کہ برناباس کی انجیل میں جو خبر دی گئی ہے اس کا ایک فقرہ یہ ہے لکن هذه الاهانة والاستهزاء یتقیان الی ان یجئ محمد رسول اللّٰہ یعنے حضرت مسیح نے فرمایا کہ میری یہ اہانت اور استہزاء باقی رہیں گے یہاں تک کہ محمد رسول اللہ تشریف لائیں۔ یہ حوالہ ہمارے موجودہ اختلافات سے پہلے کا ہے اور نواب صدیق حسن خاں صاحب کی قلم سے نکلا ہے پس یہ حوالہ نہایت معتبر ہے۔ بہ نسبت ان حوالہ جات کے جواب ہم کو مدنظر رکھ کر گھڑے جاتے ہیں۔ اور اس حوالہ سے ثابت ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا نام انجیل میں محمد آیا ہے پس جبکہ اگر کوئی نام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انجیل میں آیا بھی ہے تو وہ محمد نام ہے تو پھر اس آیت کو خلاف منشاء آیت آپ پر چسپاں کرنے کی کیا وجہ ہے۔ اور کیا اس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک نہیں کی جاتی۔ بلکہ خدا تعالےٰ پر الزام نہیں دیا جاتا۔ کہ اول تو انجیل میں اور نام سے خبر دی گئی تھی۔ لیکن قرآن کریم نے وہ نام ہی بدل دیا۔ دوم یہ کہ وہ علامتیں بتائیں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر چسپاں نہیں ہوتیں ✦

فارقلیط

ہمارے مخالف ہمارے مقابلہ پر ایک اور رنگ بھی اختیار کرتے ہیں اور وہ یہ کہ انجیل میں فارقلیط کی جو خبر دی گئی ہے۔ اس سے اِسْمُهٗ اَحْمَدُ کی پیشگوئی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فارقلیط سے احمد نام ثابت ہوتا ہے اور جب کہ تم اسمہ احمد کی پیشگوئی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر چسپاں نہیں کرتے تو فارقلیط کی پیشگوئی آپ پر چسپاں نہ ہوگی۔ اور وہ بھی مسیح موعود پر چسپاں ہوگی۔ اور اگر ایسا ہوگا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق انجیل میں کونسی پیشگوئی رہ جائے گی ✦

سو اس کا جواب یہ ہے کہ فارقلیط کی پیشگوئی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہی ہے اور ہمارے نزدیک آپ ہی اس پیشگوئی کے مصداق ہیں۔ لیکن ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ اگر فارقلیط کے معنے احمد نہ کئے جائیں تو یہ پیشگوئی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر چسپاں نہیں ہوتی بلکہ ہمارے نزدیک بہرحال یہ پیشگوئی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر چسپاں ہوتی ہے۔ اور جو لوگ فارقلیط کے معنے احمد کرکے اس پیشگوئی کا مصداق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بناتے ہیں تو وہ اپنا پہلو

کمزور بناتے ہیں کیونکہ احمد ترجمہ لفظ پیریکلیوطاس کا کیا جاتا ہے حالانکہ موجودہ یونانی نسخوں میں لفظ پیریکلیطاس کا ہے پس جبکہ وہ لفظ جس سے احمد کے معنے نکالے جاتے ہیں موجودہ اناجیل میں ہے ہی نہیں۔ اور پہلے زمانہ کے متعلق بحث ہے کہ آیا ایسا تھا یا نہیں تو ایسے لفظ پر استدلال کی بنیاد جبکہ اور شواہد اس کے ساتھ نہوں نہایت کمزور بات ہے اور صرف اسقدر کہدینا کافی نہیں کہ چونکہ انجیل میں تحریف ہوئی ہے اس لئے اس میں یہی لفظ ہوگا۔ جو بعض لوگوں نے خیال کیا ہے کیونکہ اس طرح تو جو شخص چاہے انجیل کی ایک آیت لیکر کہہ سکتا ہے کہ یہ یوں نہیں یوں ہے اور اسکی دلیل وہ یہ دیدے کہ چونکہ انجیلوں میں تحریف ہوئی ہے اس لئے مان لو کہ جو کچھ میں کہتا ہوں وہی صحیح ہے تحریف کا ہونا اور بات ہے اور کسی خاص جگہ تحریف ہونا اور بات ہے۔ جب تک یہ ثابت نہو کہ کس جگہ تحریف ہوئی ہے اپنے پاس سے ایک نئی بات بنا کر انجیل میں داخل نہیں کر سکتے اور نہیں کہہ سکتے کہ اصل میں یہ تھا اور ایسا کرنے کی ہم کو ضرورت نہیں کیونکہ فارقلیط عبرانی لفظ ہے اور یہ لفظ مرکب ہے فارق اور لیط سے۔ فارق کے معنے بھگانیوالا اور لیط کے معنے شیطان یا جھوٹ کے ہیں۔ اور ان معنوں کے رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی اس پیشگوئی کے مصداق بنتے ہیں کیونکہ آپ ہی وہ شخص ہیں جنھوں نے روحانی ہتھیاروں سے شیطان کو بھگایا اور جھوٹ کا قلع قمع کیا اور بلند آواز سے دنیا میں خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ منادی کی کہ قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا۔ پس ہمیں کیا ضرورت ہے کہ ہم خواہ مخواہ ایک یونانی ترجمہ پر جو خود زیر بحث ہے اپنی دلیل کی بنا رکھیں۔ اصل لفظ فارقلیط ہے اور اس کے لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام احمد ہو یا نہو آپ اس پیشگوئی کے مصداق بنتے ہیں بلکہ موجودہ ترجمہ یونانی میں جو لفظ پیریکلیطاس ہے اور جس کا ترجمہ مختلف محققین نے تشفی دہندہ معلم مالک یا پاک روح کے کئے ہیں۔ اگر اس کو بھی مان لیا جائے تو ہمارا کوئی ہرج نہیں کیونکہ حضرت مسیح کے بعد کون انسان دنیا کے لئے تشفی دہندہ آیا ہے۔ یا کس نے يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ کا دعویٰ کیا ہے یا کس کو خدا تعالےٰ نے بنی نوع انسان سے بیعت لینے کا حکم دیا ہے جو سنت کہ اس سے پہلے کے انبیاء میں بھی معلوم نہیں ہوتی۔ اور بیعت کے معنے بیچ دینے کے ہوتے ہیں پس وہ مالک بھی ہوا بلکہ آگے اس کے غلام بھی مالک ہوگئے۔ پھر وہ کون شخص ہے جو سرے لیکر

پیر تک پاک ہی پاک تھا اور جسکو اللہ تعالےٰ نے کل جہان کے لئے اسوۂ حسنہ قرار دیا۔
ظاہر ہے کہ ایسا شخص ایک ہی تھا اور صرف اسی نے ایسا ہونے کا دعویٰ بھی کیا۔ یعنے ہمارے آنحضرتؐ
صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی وامی ہی وہ شخص تھے جنکو یہ سب باتیں حاصل تھیں اور قیامت تک کے لئے
بنی نوع انسان کیطرف مبعوث ہوئے تاکہ فارقلیط کی اس شرط کو پورا کریں کہ وہ ہمیشہ لوگوں کے
ساتھ رہے گی۔ اور وہ کونسا نبی ہے جسپر ایمان لانا اور اس کے حکموں کو ماننا قیامت تک واجب
رہے گا۔ سوائے ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے +

غرض اسمہٗ احمد کے ساتھ فارقلیط والی پیشگوئی کا کوئی تعلق نہیں۔ اور یہ پیشگوئی بہر حال
رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے خواہ اس کے معنے احمد کے مطابق ہوں یا اس کے غیر ہوں
اور اگر اس کے معنے احمد کے مطابق بھی فرض کر لئے جائیں تو کیا رسول کریم صلعم اپنی صفات میں احمد نہ
تھے۔ کیا کوئی اس کا انکار کرتا ہے بلکہ انجیل میں فارقلیط کا نام آنا ہی دلالت کرتا ہے کہ یہاں صفت
مُراد ہے کیونکہ ناموں کا ترجمہ نہیں کیا جاتا۔ ہاں صفات کا ترجمہ کیا جاتا ہے۔ پس اگر اس پیشگوئی میں
تسلیم کیا جائے کہ آپکی صفت احمدیت کیطرف اشارہ ہے تو یہ کیونکر معلوم ہوتا ہے کہ فارقلیط والی پیشگوئی
میں اسمہٗ احمد والی پیشگوئی کیطرف اشارہ ہے۔ ان دونوں میں کوئی تعلق دلائل سے ثابت نہیں کہ ہم
ان دونوں پیشگوئیوں کو ایک ہی شخص کے حق میں سمجھنے کے لئے مجبور ہوں +

شاید بعض لوگ میرے مقابلہ میں بخاری کی یہ حدیث پیش کریں۔ عن جبیر بن مطعم قال
سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان لی اسماء انا محمدؐ وانا احمد وانا الماحی
الذی یمحو اللہ بی الکفر وانا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی وانا العاقب
والعاقب الذی لیس بعدہ نبی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرے کئی نام ہیں میرا
نام محمدؐ ہے میرا نام احمدؐ ہے میرا نام ماحی ہے کہ اللہ تعالےٰ میرے ذریعہ سے کفر کو مٹائے گا۔ میرا نام
حاشر ہے کہ لوگ میرے قدموں پر اُٹھائے جائینگے اور میرا نام عاقب ہے اور عاقب کے معنے ہیں
وہ جسکے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ غیر مبائعین کہتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا نام احمد تھا۔ مگر یہ ایسی ہی بات ہے۔ جیسا ایک آریہ کہے۔ کہ قرآن میں چونکہ خدا
کی نسبت مکر کرنے والا آیا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ مسلمانوں کا خدا مکار ہے۔ چونکہ آریہ نہیں

جانتے کہ مکر کا لفظ اگر اُردو میں استعمال ہو تو بُرے معنے لئے جاتے ہیں۔ اور عربی میں بُرے معنوں میں ہی نہیں آتا۔ اس لئے وہ اس کو قابلِ اعتراض سمجھتے ہیں۔ حالانکہ عربی میں مکر کے معنے ہیں تدبیر کرنا۔ اور چونکہ قرآن شریف عربی زبان میں ہے اس لئے مکر کے وہی معنے کرنے چاہئیں جو عربی زبان میں مستعمل ہوتے ہیں نہ کہ اُردو کے معنی۔ یہی بات یہاں ہے۔ ان لوگوں کو یہ دھوکا لگا ہے کہ اس حدیث میں لفظ **اسماء** کا آیا ہے۔ اردو میں چونکہ اسم نام کو ہی کہتے ہیں۔ اس لئے انھوں نے سمجھ لیا ہے کہ رسول کریم کے یہ سب نام ہیں حالانکہ عربی میں اسم بمعنے صفت بھی اور اسم بمعنے نام بھی آتا ہے۔ انھیں سوچنا چاہیئے تھا کہ جب اسم کے دو معنی ہیں تو ان دو معنوں میں سے یہاں کون سے لگائے جائیں۔ قرآن کریم میں اسم بمعنے صفات کے آیا ہے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى۔ یعنے سب اچھے نام خدا تعالےٰ کے ہیں لیکن یہ بات ثابت ہے کہ اسم ذات تو اللہ تعالےٰ کا ایک ہی ہے یعنے اللہ۔ باقی تمام صفاتی نام ہیں۔ نہ کہ ذاتی پس قرآن کریم سے ثابت ہے کہ اسم بمعنے صفت بھی آتا ہے بلکہ قرآن کریم میں تو صفاتِ الٰہیہ کا لفظ ہی نہیں ملتا۔ سب صفات کو اسماء ہی کہا گیا ہے اور جبکہ اسم بمعنے صفت بھی استعمال ہوتا ہے تو حدیث کے معنے کرنے میں ہمیں کوئی مشکل نہیں رہتی۔ اس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی صفات گنوائی ہیں کہ میری اتنی صفات ہیں۔ میں محمدؐ ہوں یعنے خدا نے میری تعریف کی ہے میں احمد ہوں کہ مجھ سے زیادہ خدا تعالےٰ کی تعریف کسی اور شخص نے بیان نہیں کی میں ماحی ہوں کہ میرے ذریعہ سے خدا تعالےٰ کفر مٹاتا ہے۔ میں حاشر ہوں کہ میرے ذریعہ سے ایک حشر برپا ہوگا۔ میں عاقب ہوں کہ میرے بعد اور کوئی شریعت لانے والا نبی نہیں۔ اور اگر اس حدیث کے ماتحت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا نام احمد رکھا جائے تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ آپ کا نام ماحی بھی تھا اور حاشر بھی تھا اور عاقب بھی تھا۔ حالانکہ سب مسلمان تیرہ سو سال سے متواتر اس بات کو تسلیم کرتے چلے آئے ہیں کہ ماحی اور عاقب اور حاشر آپ کی صفات تھیں نام نہ تھے۔ پس جبکہ ایک ہی لفظ پانچوں ناموں کے لئے آیا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ایک جگہ اس کے معنے نام لئے جائیں۔ اور ایک دوسرے لفظ کے متعلق اسی لفظ کے معنے صفت لئے جائیں۔ غرض اس جگہ اسماء سے مُراد نام لئے جائیں تو پانچوں نام قرار دینے پڑینگے جو بات کہ بالبداہت غلط ہے۔ اور اگر صفت لئے جائیں تو اس حدیث

سے اسی قدر ثابت ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت احمد بھی تھی اور اس بات سے کسی کو بھی انکار نہیں بلکہ انکار کرنے والا مومن ہی نہیں ہو سکتا۔ ممکن ہے کہ کوئی شخص اس حدیث سے یہ استدلال کرے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے محمد و احمد کی تو تشریح نہیں کی اور دوسرے تینوں ناموں کی تشریح کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے دونوں آپ کے نام ہیں اور دوسرے تین آپکی صفات ہیں کیونکہ تبھی انکے معنے کر دیئے۔ لیکن یہ استدلال بھی درست نہیں کیونکہ اول تو یہ دلیل ہی غلط ہے کہ جسکی تشریح نہ کی جائے وہ ضرور نام ہوتا ہے۔ بلکہ تشریح صرف اسکی کی جاتی ہے جسکی نسبت خیال ہو کہ لوگ اس کا مطلب نہیں سمجھینگے دوسرے ایک روایت اس دلیل کو بھی رد کر دیتی ہے اور وہ یہ ہے کہ ابو موسیٰ اشعری روایت کرتے ہیں کہ سمی لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نفسہ اسماء منہا ما حفظنا فقال انا محمد وانا احمد والمقفی والحاشر ونبی الرحمۃ والتوبۃ والملحمۃ۔ یعنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے اپنے کئی نام بتائے جن میں سے بعض ہم کو بھول گئے اور بعض یاد رہ گئے۔ آپ نے فرمایا کہ میرا نام محمد ہے میرا نام احمد ہے میرا نام مقفی ہے حاشر ہے نبی الرحمۃ نبی التوبۃ اور نبی الملحمۃ ہے۔ اس حدیث میں مقفی اور نبی الرحمۃ اور نبی التوبۃ اور نبی الملحمۃ کی تشریح نہیں کی لیکن یہ سب صفات ہیں۔ آج تک کسی نے بھی ان کو نام تسلیم نہیں کیا اور نہ یہ نام ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ آپ کے نام تو آپ کے بزرگوں نے رکھے تھے اور عرب لوگ نبوت کے قائل ہی نہ تھے۔ وہ آپ کا نام نبی الرحمۃ کیونکر رکھ سکتے تھے غرض یہ حدیث آپ ہی پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ اس میں رسول کریم کے نام نہیں بلکہ آپ کی صفات بیان کی گئی ہیں +

شاید اس جگہ کوئی شخص یہ بھی سوال کر بیٹھے کہ اوپر کے بیان سے تو معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا نام محمد بھی نہ تھا۔ کیونکہ محمد بھی اس حدیث میں دوسری صفات کے ساتھ آیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس حدیث میں محمد بطور صفت ہی بیان ہوا ہے بطور نام نہیں۔ ہاں قرآن کریم اور دوسری احادیث سے پتہ لگتا ہے کہ آپ کا نام محمد تھا اس حدیث میں سب صفات ہی بیان ہوئی ہیں اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ اس حدیث میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے تحدیث نعمت کے طور پر فرمایا ہے کہ میرے یہ یہ نام ہیں۔ اب ظاہر ہے

کہ نام ہونا تو کوئی تعریف نہیں ہوتی۔ کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسا انسان صرف نام پر فخر کرے گا۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ بات یہی ہے کہ آپ نے اس جگہ اپنی صفات ہی بیان فرمائی ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کا احسان بتایا ہے کہ اس نے مجھے محمدؐ بنایا ہے۔ احمد بنایا ہے اور دیگر صفات حسنہ سے متصف کیا ہے اور محمد بھی اس جگہ بطور صفت کے استعمال ہوا ہے نہ بطور نام کے۔ اور اس میں آپ نے بتایا ہے کہ میرا صرف نام ہی محمد نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ کے فضل سے اپنے کاموں اور اخلاق کے لحاظ سے بھی میں محمد ہوں جسکی خدا نے تعریف کی ہے۔ فرشتوں نے پاکی بیان کی ہے میں وہ ہوں۔ جو سب سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کی تعریف کرنیوالا ہوں۔ میں وہ ہوں جو دنیا سے کفر اور ضلالت کو مٹانے والا ہوں۔ میں وہ ہوں جس کے قدموں پر لوگ اٹھائے جائینگے۔ اور میں وہ ہوں جو سب سے آخری شریعت لانے والا نبی ہوں۔ اگر اس حدیث میں صرف اتنا ہی آتا کہ میں محمدؐ ہوں۔ اور میں احمد ہوں۔ تو کوئی کہہ سکتا تھا کہ یہ آپ کے نام ہیں۔ صفات نہیں ہیں۔ لیکن جب انہی کے ساتھ۔ ماحی۔ حاشر اور عاقب بھی آگیا۔ تو معلوم ہوا کہ یہ سب آپ کی صفات ہیں۔ نام نہیں۔ اس لئے غیر مبائعین کا یہ استدلال بھی غلط ہو گیا۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا احمد نام اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔ ورنہ اگر صرف محمد نام پر نعوذ باللہ آپنے فخر کیا تھا تو اس نام کے تو اور بہت سے انسان دنیا میں موجود ہیں کیا وہ سب اپنے ناموں پر فخر کر سکتے ہیں اور کیا ان کا یہ فخر بجا ہوگا اگر نہیں تو کیوں اس حدیث کے ایسے معنے کئے جاتے ہیں جن میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہوتی ہے اور نعوذ باللہ آپ پر الزام آتا ہے کہ آپ اپنے ناموں پر فخر کیا کرتے تھے یہ حرکت تو ایک معمولی انسان بھی نہیں کر سکتا چہ جائیکہ خدا کا نبی اور پھر تمام نبیوں کا سردار ایسی بات کرے ہمارے مخالف ذرا اتنا تو سوچیں کہ وہ ہماری مخالفت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی حملہ کرنے لگ گئے ہیں۔ حضرت مسیح موعود بھی فرماتے ہیں کہ ؎ منم محمد و احمد کہ مجتبےٰ باشد۔ کیا اس کے معنے یہ ہیں کہ آپ کے بھی یہ سب نام تھے۔ احمد نام گو اختلافی ہے لیکن محمد تو آپ کا نام ہرگز نہ تھا پھر کیا اس کا یہ مطلب نہیں کہ مجھ میں صفت محمدیت ہے اور یہی بات قابل فخر ہو بھی سکتی ہے صرف نام محمد آپ کے لئے باعث فخر کیونکر ہو سکتا تھا اور حضرت مسیح موعود کا نام محمد تو تھا بھی نہیں کہ یہاں وہ دھوکا لگ سکے +

ہمارے مخالف یہ روایت بھی پیش کیا کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی والدہ محترمہ کو آپ کا

نام احمد بتایا گیا تھا۔ لیکن یہ حدیث جھوٹی ہے۔ کیونکہ اس کا راوی وہ شخص ہے جس نے کئی ہزار جھوٹی حدیثیں بنائی ہیں۔ اور جس نے خود اس بات کا اقرار کیا ہے کہ میں نے جھوٹی حدیثیں بنائی ہیں۔ پھر جبکہ صحیح روایات میں یہ آتا ہے کہ آپ کی والدہ کو آپ کا نام محمد بتایا گیا تھا۔ چنانچہ ابن ہشام کے صفحہ ۵۵ پر لکھا ہے کہ آپ کی والدہ فرماتی ہیں مجھے خواب میں بتایا گیا کہ جب یہ بچہ پیدا ہوگا تو سمیہ محمداً۔ اس کا نام محمد رکھنا۔ اسی طرح دیکھو مواہب اللدنیہ۔ پھر ایک ایسے جھوٹے کی حدیث پر ہم کیونکر اعتبار کر سکتے ہیں۔ یہ حدیث ایسے ہی لوگوں میں سے کسی نے بنالی ہے جنھوں نے اپنی عقل سے بلا سند قرآن مجید اور قول نبی کریم کے پہلے اِسْمُہٗ اَحْمَدُ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر چسپان کیا اور پھر ان کو مشکل پیش آئی کہ اسکی سند کیا ہے۔ پس انھوں نے ایک روایت گھڑی درنہ کیا وجہ ہے کہ ایسی بڑی بات کا ذکر صحیح احادیث میں نہیں۔ کیوں اس حدیث کے راوی واقدی اور اسی قماش کے اور لوگ ہیں جو محدثین کے نزدیک جھوٹے یا منکر الاحادیث ہیں +

غرض کسی طرح بھی یہ بات ثابت نہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نام احمد تھا۔ پس اب دو ہی صورتیں باقی رہ جاتی ہیں یا تو یہ تسلیم کیا جائے کہ یہ پیشگوئی احمد نام کے کسی اور شخص کی نسبت ہے اور یا یہ مانا جائے کہ اسمہ احمد سے بھی یہ مراد نہیں کہ اس کا نام احمد ہوگا بلکہ یہ کہ اسکی صفت احمد ہوگی۔ اور چونکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی صفت احمد تھی اس لئے آپ پر اس پیشگوئی کو اس رنگ میں چسپان کیا جائے لیکن یہ تدبیر بھی کارگر نہیں ہوتی۔ کیونکہ جو علامات اس احمد نام یا صفت والے کی اس صورت میں مذکور ہیں وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم میں نہیں پائی جاتیں جیسا کہ ابھی بتایا جائے گا۔ پس اب ایک ہی صورت باقی ہے کہ یہ احمد نام یا احمد صفت والا نبی (جیسی صورت بھی ہو) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے خدام میں سے ہوگا۔ اور ہمارا دعویٰ ہے کہ حضرت مسیح موعود ہی وہ رسول ہیں جنکی خبر اس آیت میں دی گئی ہے +

بعض لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم ذات احمد ہونے پر یہ دلیل پیش کیا کرتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ حضرت مسیح نے کہا تھا کہ وہ رسول یاتی من بعدی میرے بعد آئے گا پس اس پیشگوئی سے کوئی ایسا ہی شخص مراد ہونا چاہیئے جو آپ کے بعد سب سے پہلے آئے اور حضرت مسیح کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی آئے تھے نہ کہ حضرت مسیح موعود آپ تو آنحضرت

کے بعد آئے تھے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی اور شخص احمد کیونکر ہو سکتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس قسم کے معترضین بوجہ عربی زبان سے ناواقفی کے اس قسم کے اعتراض کرتے ہیں کیونکہ وہ نہیں جانتے کہ بعد کے معنے پیچھے کے ہیں نہ کہ فوراً پیچھے کے۔ ایک چیز جو کسی کے پیچھے ہو خواہ دس چیزیں چھوڑ کر ہو یا فوراً پیچھے ہو وہ بعد ہی کہلائے گی۔ عربی زبان میں تین ہی لفظ ہیں۔ جو وقت کا اظہار کرتے ہیں۔ ایک قبل یعنے پہلے۔ دوسرا فی زمنہ یعنے اسکے وقت میں۔ تیسرے بعد یعنے پیچھے۔ اور یہی تین الفاظ ہر ایک زبان میں ہیں۔ پس دیکھنا چاہئے کہ ان تین لفظوں میں سے کونسا لفظ حضرت مسیح موعودؑ کی نسبت استعمال ہو سکتا ہے آیا قبل کا لفظ آپکی نسبت استعمال ہو سکتا ہے کیا آپ مسیح سے پہلے آئے تھے اگر نہیں تو پھر کیا ساتھ کا لفظ استعمال ہو سکتا ہے کیا آپ اُس کے زمانہ میں تھے۔ اگر یہ بھی نہیں تو وہ کونسا لفظ ہے جو آپکی نسبت استعمال ہو سکتا ہے کیا وہ صرف بعد کا لفظ نہیں ہے پس اگر بعد کا لفظ حضرت مسیح نے استعمال کیا تو اس میں کیا حرج ہوا اس کے سوا اور کونسا لفظ ہے جو وہ استعمال کر سکتے تھے۔ اگر حضرت مسیح موعود حضرت مسیح ناصری سے پہلے ہوتے یا ان کے وقت میں ہوتے تب بیشک بعد کے لفظ سے آپ کے خلاف حجت ہو سکتی تھی۔ لیکن جبکہ وہ واقعہ میں بعد میں ہیں تو اسپر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ حضرت مسیح نے یہ فرمایا ہے کہ وہ رسول ان کے بعد ہو گا۔ اس سے صرف اتنا نتیجہ نکل سکتا ہے کہ وہ آپ کی زندگی میں نہیں آئے گا بلکہ بعد وفات آئے گا۔ اور یہ نتیجہ ہرگز نہیں نکل سکتا کہ وہ فوراً بعد آئے گا۔ اور فوراً بعد تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی کہاں ہوئے۔ آپ تو چھ سو سال کے بعد ہوئے تھے اور اگر کہو کہ یہ شرط ہے کہ رسول ہونے کے لحاظ سے فوراً بعد ہو اور یہ صرف رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم میں ہی پائی جاتی ہے تو میں کہتا ہوں کہ ہمارا حق ہے کہ ہم کہیں کہ رسول ہونے کے لحاظ سے نہیں بلکہ احمد ہونے کے لحاظ سے فوراً بعد کہا ہے یعنے جس رسول کی میں خبر دیتا ہوں یہ احمد نام کے لحاظ سے سب سے پہلا ہو گا پس جس سب سے پہلے رسول کا نام احمد ثابت ہو جائے اسکی نسبت یہ پیشگوئی تسلیم کرنی پڑے گی غرض اگر شرائط ہی بڑھانی ہوں۔ تو دوسرا فریق بھی حق رکھتا ہے کہ شرائط بڑھائے اور اگر لغتِ عرب کے مطابق فیصلہ کیا جائے تو بھی ہماری بات کو رد کرنے کی کسی مخالف کے پاس کوئی وجہ نہیں حضرت مسیح نے بعد کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود ان کے بعد ہی ہیں نہ ان سے

پہلے نہ ان کے زمانہ میں +

اب میں اس بات کا ثبوت قرآن کریم سے پیش کرتا ہوں کہ اس پیشگوئی کے مصداق حضرت مسیح موعود ہی ہوسکتے ہیں نہ اور کوئی +

پہلی دلیل

پہلی دلیل آپ کے اس پیشگوئی کا مصداق ہونے کی یہ ہے کہ آپ کا نام احمد تھا اور آپ کا نام احمد ہونے کے مفصلہ ذیل ثبوت ہیں :-

حضرت مسیح موعود کے احمد ہونے کے متعلق پہلا ثبوت

اول اس طرح کہ آپ کا نام آپ کے والدین نے احمد رکھا ہے جس کا ثبوت یہ ہے کہ آپ کے والد صاحب نے آپ کے نام پر ایک گاؤں بسایا ہے اس کا نام احمد آباد رکھا ہے۔ اگر آپ کا نام غلام احمد رکھا گیا تھا۔ تو چاہیئے تھا۔ کہ اس گاؤں کا نام بھی غلام احمد آباد ہوتا۔ اسی طرح۔ آپ کے بھائی کے نام پر بھی ایک گاؤں بسایا گیا ہے جس کا نام قادر آباد ہے حالانکہ ان کو غلام قادر کہا جاتا تھا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا نام بھی قادر تھا۔ اور دونوں بھائیوں کے نام سے پہلے غلام صرف ہندوستان کی رسم وعادت کے طور پر زیادہ کر دیا گیا تھا۔ ہندوستان میں یہ رسم چلی آتی ہے کہ لوگ مرکب نام رکھتے ہیں۔ حالانکہ ان مرکب ناموں کا کوئی معنی اور کوئی مطلب نہیں ہوتا۔ مثلاً بعض کا نام محمد احمد۔ محمد علی وغیرہ رکھ دیتے ہیں حالانکہ ان ناموں کے کوئی معنے نہیں محمد ایک الگ نام ہے اور احمد یا علی ایک علیحدہ نام ہے ان دونوں کے ملانے سے کوئی جدید فائدہ حاصل نہیں ہوتا صرف نام لمبا ہو جاتا ہے اور اسی غرض کے لئے یہ الفاظ بڑھائے جاتے ہیں ورنہ ان دونوں ناموں میں سے ایک ہی نام درحقیقت اصل نام ہوتا ہے حضرت صاحب کے خاندان میں بھی غلام کا لفظ سب ناموں کے پہلے بڑھایا جاتا تھا آپ کے والد کا نام غلام مرتضیٰ تھا۔ چچوں کا نام غلام حیدر۔ غلام محی الدین تھا۔ اسی طرح آپ کے نام کے ساتھ غلام بڑھایا گیا۔ ورنہ آپ کا نام احمد ہی تھا۔ جیسا کہ آپ کے والد کی اپنی شہادت موجود ہے کہ انھوں نے آپ کے نام پر جو گاؤں بسایا اس کا نام احمد آباد رکھا نہ کہ غلام احمد آباد۔ اور غلام احمد اگر مرکب نام تسلیم کرو تو یہ تو کسی زبان کا نام نہیں عربی زبان میں یہ نام غلامُ احمدَ ہونا چاہتے تھے۔ لیکن یہ آپ کا نام نہ تھا فارسی ترکیب لو تو غلامِ احمد ہونا چاہئے تھا لیکن

آپ کا نام یُوں بھی نہیں۔ کیونکہ آپ کے نام میں میم پر جزم ہے زیر نہیں ہے۔ اور اگر اُردو یا پنجابی ترکیب سمجھو تو "احمد کا غلام" یا "احمد دا غلام" ہونا چاہیئے تھا مگر اس طرح بھی نہیں۔ پھر یہ کونسی زبان کا نام ہے جو حضرت صاحب کی طرف منسوب کیا جاتا ہے پس سچی بات یہی ہے کہ آپکا نام احمد تھا اور غلام صرف خاندانی علامت کے طور پر شروع میں بڑھا دیا گیا تھا +

دوسرا ثبوت دوسرا ثبوت آپ کا نام احمد ہونے کا یہ ہے کہ آپ نے اپنے سب لڑکوں کے ناموں کے ساتھ احمد لگایا ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ اپنا نام احمد ہی جانتے تھے تبھی تو علامت کے طور پر سب بیٹوں کے نام کے بعد احمد لگایا۔ ورنہ جبکہ احمد لگانے سے معنوں کے لحاظ سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوتا تھا۔ تو پھر احمد بڑھانے کا کیا فایدہ تھا؟ ظاہر ہے کہ احمد حضرت صاحب کا نام تھا اور وہ خاندانی علامت کے طور پر ہر ایک لڑکے کے نام کے ساتھ بڑھا دیا گیا +

تیسرا ثبوت تیسرا ثبوت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے احمد ہونے کے متعلق یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے جس نام پر بیعت لیتے رہے ہیں وہ احمد ہی ہے آپ نے کبھی غلام احمد کہہ کر بیعت نہیں لی۔ چنانچہ آپ میں سے سینکڑوں آدمی ایسے ہونگے جنہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے اور وہ شہادت دے سکتے ہیں کہ آپ یہی کہہ کر بیعت لیا کرتے تھے کہ آج میں احمد کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوتا ہوں۔ پس آپ لوگ بتائیں کہ آپ نے احمد کے ہاتھ پر بیعت کی تھی یا غلام احمد کے ہاتھ پر (چاروں طرف سے بڑے زور کے ساتھ آوازیں آئیں کہ ہم نے احمد کے ہاتھ پر بیعت کی تھی) اگر آپکا نام غلام احمد ہوتا۔ تو آپ بیعت لیتے وقت یہ فرماتے کہ کہو آج میں غلام احمد کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں۔ لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا۔ پس ثابت ہے کہ آپ اپنا نام احمد ہی قرار دیتے تھے +

چوتھا ثبوت چوتھا ثبوت آپ کے احمد ہونے کے متعلق یہ ہے کہ آپ نے اپنی کئی کتابوں کے خاتمہ پر اپنا نام صرف احمد لکھا ہے جو اس بات کا پختہ ثبوت ہے کہ آپ کا نام احمد ہے اگر احمد آپ کا نام نہ ہوتا تو کیوں آپ صرف احمد لکھتے اگر آپکا نام غلام احمد تھا تو آپ کا اصل نام غلام قرار پا سکتا ہے نہ کہ احمد۔ پس اگر مختصر نام آپ کبھی لکھتے تو

غلام لکھ سکتے تھے۔ نہ کہ احمد۔ لیکن آپ نے احمد ہی اپنا نام لکھا ہے نہ کہ غلام جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا نام احمد تھا +

پانچواں ثبوت پانچواں ثبوت یہ ہے کہ یہی غیر مبائعین جو آج ہم پر اعتراض کرتے ہیں کہ ہم حضرت مسیح موعود کو احمد لکھتے ہیں۔ وہ بار بار اپنی کتابوں میں حضرت مسیح موعود کو احمد قادیانی لکھتے رہے ہیں۔ چنانچہ مولوی محمد علی صاحب نے ہی حضرت صاحب کے حالات کے متعلق ایک رسالہ لکھا تھا۔ اس کا نام ہی احمد رکھا تھا۔ اگر آپ احمد نہیں تھے تو آپ کے حالات پر جو رسالہ لکھا گیا اس کا نام احمد کیوں رکھا گیا۔ اسی طرح خواجہ صاحب نے اپنی تحریروں میں حضرت صاحب کو احمد لکھا ہے +

غرض یہ لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں تو یہ کہتے ہے۔ کہ آپ احمد ہیں۔ لیکن آج دھوکہ دیتے ہیں کہ آپ احمد نہیں ہیں +

چھٹا ثبوت حضرت صاحب کے الہامات میں کثرت سے احمد ہی آتا ہے۔ ہاں ایک یا دو جگہ غلام احمد بھی آیا ہے۔ اور ان مقامات کے متعلق بھی کہا جا سکتا ہے کہ وہاں بطور صفت کے آیا ہے کیونکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم جبکہ صفت احمدیت کے مظہر اتم تھے۔ تو حضرت مسیح موعودؑ غلام احمد بھی ضرور تھے۔ پس ان چند مقامات سے یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ نام نہیں بلکہ صفت آئی ہے لیکن کثرت سے احمد کر کے پکارنا صاف دلالت کرتا ہے کہ خدا تعالےٰ کے علم میں بھی آپ کا نام احمد تھا۔ ورنہ تعجب ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نام احمد تھا۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے ایک دفعہ بھی ان کو اس نام سے یاد نہ کیا۔ اور حضرت مسیح موعود کا نام احمد نہ تھا بلکہ غلام احمد تھا لیکن احمد کے نام سے آپ کو بار بار پکارا گیا۔ اور شاذو نادر طور پر غلام احمد کے نام سے (وہ بھی جہاں تک مجھے یاد ہے غلام احمد کہہ کر آپ کو الہام میں کبھی مخاطب نہیں کیا گیا۔ ہاں اس قسم کے الہامات ہیں کہ غلام احمد کی جے) کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اللہ تعالےٰ ہمیشہ نعوذ باللہ اصل نام کو ترک کر دیتا ہے اور دوسرے نام سے یا اس نام سے جس کا پیشگوئی میں ذکر ہو انسان کو پکارتا ہے چاہیئے تو یہ کہ اس نام سے پکارا جائے جس کا پیشگوئی میں خاص طور پر ذکر ہو۔ تا کہ لوگوں کو اس طرف توجہ ہو +

ساتواں ثبوت پھر آپ کا نام احمد ہونے پر حضرت خلیفۂ اوّل کی بھی شہادت ہے آپ اپنے رسالہ مبادی الصرف والنحو میں لکھتے ہیں کہ "محمد صلے اللہ علیہ وسلم خاص نام ہمارے سید و مولیٰ خاتم النبیین کا ہے مکہ خاص شہر کا نام ہے جس میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تولد ہوا۔ احمد نام ہمارے اس امام کا ہے جو قادیان سے ظاہر ہوا" اور حضرت خلیفۂ اوّلؓ تو وہ انسان تھے جنکی طہارت اور تقوے کے غیر مبائعین بھی قائل ہی ہیں۔ پھر کیونکر ہو سکتا ہے کہ آپ نے نعوذ باللہ جھوٹ بولا۔ یا یہ کہ حضرت خلیفۂ اوّل کو حضرت صاحب کا نام بھی معلوم نہ تھا ÷

آٹھواں ثبوت خود غیر مبائعین بلکہ انکی متفقہ انجمن کا ہے۔ اور اس شہادت سے زیادہ غیر مبائعین کے لئے اور کونسی شہادت معتبر ہو سکتی ہے؟ جو ان کی صدر انجمن نے دی ہے وہ شہادت یہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود نے الوصیت کے ﷺ پر لکھا ہے کہ :۔

"اور چاہیئے کہ جماعت کے بزرگ جو نفس پاک رکھتے ہیں میرے نام پر میرے بعد لوگوں سے بیعت لیں" ÷

اس حکم کے ماتحت انجمن اشاعت اسلام لاہور کیطرف سے جو الفاظ بیعت شائع ہوئے ہیں ان کی عبارت یہ ہے :۔

"آج میں محمد علی کے ہاتھ پر احمد کی بیعت میں داخل ہو کر اپنے تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہوں"۔ اس عبارت کو پڑھ کر ہر ایک شخص معلوم کر سکتا ہے کہ الوصیت کے اس حکم کی کہ میرے نام پر بیعت لیں انجمن اشاعت اسلام نے یہ تاویل کی ہے کہ احمد کے نام پر لوگوں کی بیعت لینی شروع کی ہے اب سوال یہ ہے کہ اگر حضرت مسیح موعود کا نام احمد نہیں تو میرے نام پر بیعت لینے کا حکم کس طرح پورا ہوا۔ اور اگر آپ کا نام احمد ہے جیسا کہ ان الفاظ بیعت سے ظاہر ہے تو پھر اس بات پر بحث کیوں ہے کہ حضرت صاحب کا نام احمد نہ تھا اور کیوں جو الزام ہم پر دیا جاتا ہے اسکے خود مرتکب ہوتے ہیں "اور کیوں غلام احمد کو احمد بنا رہے ہیں" لیکن ہر ایک شخص جو تعصب سے خالی ہو کر اس امر پر غور کرے سمجھ سکتا ہے کہ در حقیقت ہمارے مخالفین کے دل بھی یہی گواہی دے رہے ہیں

کہ حضرت مسیح موعود کا نام احمد تھا۔ اور ہم پر جو اعتراض کئے جاتے ہیں وہ صرف دکھانے کے دانت ہیں اور ان کے کھانے کے دانت اور ہیں +

نواں ثبوت نواں ثبوت حضرت مسیح موعود کا نام احمد ہونے کا یہ ہے کہ خود آپنے اس آیت کا مصداق اپنے آپ کو قرار دیا ہے۔ چنانچہ آپ ازالہ اوہام جلد ۲ صفحہ ۶۷۳ ایڈیشن اوّل میں تحریر فرماتے ہیں:-

"اور اس آنیوالے کا نام جو احمد رکھا گیا ہے وہ بھی اس کے مثیل ہونے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ **محمدؐ** جلالی نام ہے اور **احمد** جمالی۔ اور احمد اور عیسیٰ اپنے جمالی معنوں کے رو سے ایک ہی ہیں۔ اسی کیطرف یہ اشارہ ہے وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ مگر ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم فقط احمد ہی نہیں بلکہ محمدؐ بھی ہیں یعنے جامع جلال وجمال ہیں۔ لیکن آخری زمانہ میں برطبق پیشگوئی مجرّد احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسویت رکھتا ہے بھیجا گیا۔" +

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ آپ اس آیت کا مصداق اپنے آپ کو ہی قرار دیتے ہیں کیونکہ آپ نے اس ہی دلیل کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ مراد ہوتے تو محمدؐ و احمد کی پیشگوئی ہوتی۔ لیکن یہاں صرف احمد کی پیشگوئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی اور شخص ہے جو مجرّد احمد ہے پس یہ حوالہ صاف طور پر ثابت کر رہا ہے کہ آپ احمد تھے بلکہ یہ کہ اس پیشگوئی کے آپ ہی مصداق ہیں اور اگر کسی دوسری جگہ پر آپ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس آیت کا مصداق قرار دیا ہے تو اس کے یہی معنے ہیں کہ بوجہ اس کے کہ کل فیضان جو حضرت مسیح موعودؑ کو پہنچا ہے آپ ہی سے پہنچا ہے اس لئے جو خبر آپ کی نسبت دیگئی ہے اس کے مصداق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ضرور ہیں کیونکہ جو خوبیاں ظل میں ہوں اصل میں ضرور ہونی چاہئیں۔ پس عکس کی خبر دینے والا ساتھ ہی اصل کی خبر بھی دیتا ہے پس اس آیت میں ضمنی طور پر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بھی خبر دیگئی ہے اور اس بیان سے یہ واجب نہیں آتا۔ کہ اس پیشگوئی کے مصداق حضرت مسیح موعود نہ ہوں۔ اس کے اصل مصداق حضرت مسیح موعود ہیں اور اس لحاظ سے کہ آپ کے سب کمالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کئے ہوئے ہیں

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بھی پیشگوئی اس میں سے نکل آتی ہے +

دسواں ثبوت

حضرت مسیح موعود کے احمد ہونے کا دسواں ثبوت یہ ہے کہ انجیل میں لفظ احمد کہیں نہیں آتا۔ پس گو ایک صورت تو یہ ہے کہ انجیل سے یہ لفظ تحریف کے زمانہ میں مٹ گیا لیکن ایک دوسری صورت اور بھی ہے اور وہ یہ کہ احمد کا لفظ عربی زبان میں مسیح کی کسی پیشگوئی کا ترجمہ ہے۔ اور یہ بات ہم کو قرآن کریم سے صاف طور پر معلوم ہو جاتی ہے کہ مختلف زبانوں میں جو خبریں دی گئی ہیں ان کو عربی زبان کے لباس میں ہی قرآن کریم بیان کرتا ہے۔ پس اس اصل کو دل میں رکھ کر جب ہم انجیل کو دیکھتے ہیں تو اس میں دو رسولوں کی خبر پاتے ہیں۔ ایک "وہ نبی" کی خبر اور ایک مسیح کی دوبارہ آمد کی خبر۔ جب عربی زبان پر غور کریں تو "وہ نبی" کا ترجمہ عربی زبان میں احمد نہیں ہوتا نہ کسی محاورہ کا اس میں تعلق ہے لیکن دوبارہ آنے کے متعلق ہمیں ایک محاورہ عربی زبان کا معلوم ہوتا ہے اور وہ العود احمد کا محاورہ ہے جسکے معنے یہ ہیں کہ دوبارہ لوٹنا احمد ہوتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب انسان کسی کام کے کرنے کی طرف دوبارہ توجہ کرے تو اُسے پہلے کی نسبت اچھا کرتا ہے چنانچہ قرآن کریم میں بھی اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کی طرف یہ اشارہ فرمایا ہے کہ ما ننسخ من اٰیۃٍ او ننسھا نأت بخیر منھا او مثلھا۔ یعنے جب ہم کوئی تعلیم منسوخ کر دیں یا بھلوا دیں تو اس سے بہتر لاتے ہیں یا اس جیسی تو ضرور لاتے ہیں۔ اس آیت میں بتایا ہے کہ جب ایک تعلیم کو مٹا کر ہم دوسری لا دیں تو ہمیں کوئی حکمت ہی ہوتی ہے اور اس لئے ضروری ہوتا ہے کہ اس سے بہتر ہم کوئی اور تعلیم لا دیں۔ یا کم سے کم ویسی ہی ہو۔ پس اس آیت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ دوسری دفعہ کام کرنے میں زیادہ خوبی والی شئے مدنظر ہوتی ہے۔ اور اسی بات کو مدنظر رکھ کر عربی زبان کا یہ محاورہ ہو گیا ہے کہ العود احمد پس جب کہ دوبارہ لوٹنے کو احمد کہتے ہیں تو حضرت مسیح کے اس قول کو کہ میں دوبارہ دُنیا میں آؤں گا۔ عربی زبان میں استعارۃً یوں بھی ادا کیا جا سکتا ہے کہ انھوں نے ایک رسول کی خبر دی جسکی صفت یہ ہو گی کہ وہ دوبارہ دُنیا میں آیا ہو گا اور یہ معنے احادیث کی ان پیشگوئیوں کے بھی مطابق ہیں جن میں مسیح کے دوبارہ آنے کی خبر دی گئی تھی اور اس استعارہ کے استعمال کرنے میں یہ حکمت تھی کہ ایک تو اس پیشگوئی کو جو احادیث میں تھی اس طرح حل کر دیا کہ یہ ایک استعارہ ہے

نہ کہ مسیح کا لوٹنا حقیقتاً مراد ہے۔ دوسرے اس ایک ہی لفظ میں یہ بھی بتا دیا کہ مسیح کی یہ دوسری بعثت اسکی پہلی بعثت سے بہتر اور عمدہ ہوگی۔ اور اس طرح ان لوگوں کا اعتراض دُور کر دیا۔ جو کہتے ہیں کہ مرزا صاحب مسیح سے افضل کیونکر ہو سکتے ہیں۔ خدا تعالےٰ نے خود ان لوگوں کا جواب دیا کہ جب دوسری دفعہ ہم نے ایک شخص کو اسی نام سے بھیجا ہے تو اس کو احمد بھی بنایا ہے یعنے پہلے مسیح پر فضیلت بھی دی ہے +

غرض یہ دس ثبوت ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود ہی احمد تھے اور آپ ہی کی نسبت اس آیت میں خبر دیگئی تھی +

اس جگہ میں ایک اور اعتراض کو بھی دُور کر دیتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ شائد کوئی شخص کہے کہ حضرت صاحب کا ایک شعر ہے ؎

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو + اس سے بہتر غلام احمد ہے

اس شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صاحب کا نام غلام احمد تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس شعر میں تو حضرت صاحب نے اپنی صفت بیان کی ہے کہ میں جو غلام احمد ہو کر مسیح سے بڑھ کر ہوں اس سے رسول کریم صلعم کی عظمت معلوم ہوتی ہے۔ اور اس جگہ اپنا نام بیان نہیں فرمایا۔ اور اگر یہاں نام ہے تو اس شعر کے کیا معنے ہونگے کہ:۔ ؎

کرامت گرچہ بے نام و نشان است + بیا بنگر ز غلمانِ محمدؐ

یعنے کرامت گو اس زمانہ میں کہیں نظر نہیں آتی۔ لیکن آ تو غلامانِ محمدؐ سے کرامت دیکھ لے کیا اس شعر کے یہ معنے ہیں کہ جن کا نام غلام محمدؐ ہو ان سے کرامت دیکھ لے؟ اس شعر کے یہ معنے نہیں اور غلام محمدؐ سے یہاں نام مُراد نہیں بلکہ صفت مُراد ہے کہ جو محمدؐ کا غلام ہو۔ اسی طرح پہلے شعر میں بھی غلام احمد سے آپ کا نام مُراد نہیں بلکہ آپ کی صفت مراد ہے پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ہم کب کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود کا پورا نام غلام احمد نہ تھا ہم تو خود تسلیم کرتے ہیں کہ پورا نام آپ کا غلام احمد ہی تھا لیکن اس تمام نام میں سے اصل حصّہ نام کا احمد تھا اور غلام صرف خاندانی علامت کے طور پر بڑھا دیا گیا تھا۔ اسی وجہ سے کہیں آپ اپنا نام غلام احمد لکھتے تھے اور کہیں احمد۔ اور اصل نام وہی ہوتا ہے جو نام کا

چھوٹے سے چھوٹا ٹکڑا ہو اور جسے انسان الگ استعمال کرتا ہو +

دوسری دلیل

دوسری دلیل آپ کے اس پیشگوئی کے مصداق ہونے کی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَلَمَّا جَاءَهُم بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَٰذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ۔ پس جب وہ رسول کھلے کھلے نشانات کے ساتھ آگیا۔ تو ان لوگوں نے کہا کہ یہ تو سحر مبین ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب وہ رسول آئے گا تو لوگ ان دلائل و براہین کو سُنکر جو وہ دے گا کہینگے کہ یہ تو سحرِ مبین ہے یعنے کُھلا کُھلا فریب یا جادو ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود سے یہی سلوک ہوا ہے جب آپ نے زبردست دلائل اور فیصلہ کُن براہین اپنے مخالفوں کے سامنے پیش کئے تو بہت سے لوگ چلا اُٹھے کہ باتیں تو بہت دلربا ہیں لیکن ہیں جھوٹ۔ اور بہتوں نے یہ بھی کہا ہے کہ آپ کی تحریر میں کچھ ایسا جادو ہوتا ہے کہ پڑھنے والے کو اپنی طرف مائل کر لیتی ہیں اس لئے اس کو پڑھنا نہیں چاہیئے۔ اور گو خواجہ صاحب نے سیالکوٹ میں لکچر دیتے ہوئے کہا ہے کہ مرزا صاحب کو چونکہ کسی نے جادوگر نہیں کہا۔ اس لئے وہ اس پیشگوئی کے مصداق نہیں ہیں مگر سینکڑوں آدمی ایسے ہیں جنھوں نے کہا کہ مرزا صاحب کو جادو آتا ہے۔ اور اب بھی بہت سے ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کو جادو آتا تھا +

اس جگہ شاید کوئی شخص یہ دلیل بھی دے کہ یہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لَمَّا جَاءَهُم بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَٰذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ۔ جب وہ رسول ان کے پاس دلائل کے ساتھ آگیا تو لوگوں نے کہا کہ یہ تو کُھلا کُھلا جادو ہے۔ پس یہ کوئی ایسا رسول ہے جو اس آیت کے نزول سے پہلے آچکا تھا اور وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی ہیں لیکن ایسا اعتراض وہی شخص کرے گا جو قرآن کریم کی طرز کلام سے ناواقف ہو کیونکہ قرآن کریم میں بیسیوں جگہ پر آیندہ کی بات کو ماضی کے پیرایہ میں بیان فرمایا گیا ہے۔ حتیٰ کہ بعض جگہ دوزخیوں اور جنتیوں کے اقوال کو ماضی کے صیغوں میں ادا کیا گیا ہے۔ پس جبکہ دوسرے دلائل سے یہ بات ثابت ہو جائے کہ یہ رسول کسی آیندہ زمانہ میں آنے والا تھا۔ تو صرف ماضی کے صیغوں میں اس عبارت کا ادا ہونا اس بات کا ہرگز ثبوت نہیں کہ وہ رسول ضرور اس آیت کے نزول سے پہلے آچکا تھا +

تیسری دلیل
احمد کی تعیین پر

اس آیت میں یہ بیان کرنے کے بعد کہ جب وہ رسول آئے گا تو لوگ اُسے جادوگر یا جھوٹا یا رمال یا فریبی کہینگے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ ومن اظلم ممن افترےٰ علی اللہ کذبًا وھو یدعیٰ الی الاسلام واللہ لا یھدی القوم الظلمین یعنے اور اس سے زیادہ اور کون ظالم ہو سکتا ہے جو اللہ تعالےٰ پر افتری کرتا ہے درآنحالیکہ وہ اسلام کی طرف بلایا جاتا ہے اور اللہ تعالےٰ تو ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔ اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ جو شخص خدا تعالےٰ پر افترا کرے وہ تو سب سے زیادہ سزا کا مستحق ہے پھر اگر یہ شخص جھوٹا ہے جیسا کہ تم بیان کرتے ہو تو اسے ہلاک ہونا چاہیئے نہ کہ کامیاب۔ اللہ تعالےٰ تو ظالموں کو بھی ہدایت نہیں کرتا تو جو شخص خدا تعالےٰ پر افترا کرکے ظالموں سے بھی ظالم بن چکا ہے اس کو وہ کب ہدایت دے سکتا ہے۔ پس اس شخص کا ترقی پانا اس بات کی علامت ہے کہ یہ شخص خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جھوٹا نہیں جیسا کہ تم لوگ بیان کرتے ہو +

اس آیت میں خدا تعالےٰ نے اس احمد رسول کی ایسی تعیین کر دی ہے کہ ایک منصف مزاج کو اس بات کے ماننے میں کوئی شک ہی نہیں ہو سکتا کہ یہ احمد رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے والا ہے اور نہ آپ خود وہ رسول ہیں نہ آپ سے پہلے کوئی اس نام کا رسول گذرا ہے کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے ایک ایسی شرط لگا دی ہے جو نہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں پوری ہوتی ہے نہ آپ سے پہلے کسی اور نبی میں پوری ہو سکتی ہے اور وہ شرط یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ "اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ پر افترا کرے حالانکہ اسے اسلام کیطرف بلایا جاتا ہے" اور یہ شرط کہ حالانکہ اسلام کیطرف اسے بلایا جاتا ہے ایک ایسی شرط ہے جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم میں نہیں پائی جاتی۔ کیونکہ اسلام کے معنے قرآن کریم سے دو معلوم ہوتے ہیں ایک تو ہر ایک سچے دین کا نام جبتک کہ وہ اپنی اصلی حالت پر قائم ہو صفاتی طور پر اسلام رکھا گیا ہے چنانچہ پہلے تمام نبیوں کو بھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے گزرے ہیں مسلم کہا گیا ہے + دوسرے اسلام اس دین کا نام رکھا گیا ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔" پس حالانکہ وہ اسلام کیطرف بلایا جاتا ہے" کے جملہ کے

دوہی معنے ہوسکتے ہیں ایک تو یہ کہ وہ اس وقت کے حقیقی اور سچے مذہب کیطرف بلایا جاتا ہے یا یہ کہ اسلام نامی دین کیطرف بُلایا جاتا ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ یہ دونوں باتیں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر چسپاں نہیں ہوتیں کیونکہ آپ کے وقت میں سچا دین تو کوئی تھا ہی نہیں سوائے اس دین کے جسپر آپ چل رہے تھے اور کفار کے نزدیک سچے دین کا نام اسلام تھا نہیں کہ ان پر حجت قائم کرنے کے لئے یہ کہا جاتا کہ حالانکہ وہ اسلام کیطرف بُلایا جاتا ہے باقی رہا یہ کہ کسی دین کا نام اسلام ہو سو یہ بات سوائے اس دین کے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم لائے۔ اور کسی دین میں نہیں پائی جاتی اور رسول کریم کا لایا ہوا دین ہی وہ دین ہے جس کا نام اسلام رکھا گیا ہے پس یہ شرط کہ اگر وہ جھوٹا ہے اور لوگ اس کو اسلام کیطرف بلاتے ہیں رسول کریم میں نہیں پائی جاتی کیونکہ لوگ آپ کو اسلام کی طرف نہیں بُلاتے تھے بلکہ کوئی لات ومنات کے دین کی طرف آپ کو بُلاتا تھا۔ کوئی یسُوعی مذہب کی طرف کوئی یہودی دین کیطرف کوئی زردشتی دین کی طرف۔ اور ایسا کوئی بھی نہ تھا جو آپ کو اسلام کی طرف بُلاتا ہو بلکہ آپ لوگوں کو اسلام نام دین کیطرف بلاتے تھے پس آپ داعی الی الاسلام تھے نہ کہ یدعٰی الی الاسلام اور دین اسلام کیطرف کوئی ایسا ہی شخص بُلایا جاسکتا ہے جو ایسے وقت میں آئے کہ اس وقت دُنیا میں کوئی مذہب اسلام نامی ہو۔ اور اس بات میں کیا شک ہے کہ ایسا شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہی ہوسکتا ہے کیونکہ آپ ہی اسلام نام مذہب دُنیا کی طرف لائے تھے غرض یدعٰی الی الاسلام کی شرط ظاہر کر رہی ہے کہ یہ شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آئے گا اور اس وقت کے مسلمان لسے کہینگے کہ میاں تو کافر کیوں بنتا ہے۔ اپنا دعویٰ چھوڑ اور اسلام سے مُنہ نہ موڑ۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر واقعہ میں یہ جھوٹا ہے اور تم سچے ہو یہ کافر ہے اور تم مسلم اور تم اس کو اسلام کیطرف بُلاتے ہو اور یہ کُفر کیطرف جاتا ہے اور خدا پر جھوٹ باندھتا ہے تو اس سے زیادہ ظالم کون ہوسکتا ہے۔ اس کو تو ہلاک ہونا چاہیئے کیونکہ خدا تو ظالموں کو بھی ہدایت نہیں کرتا۔ اور یہ اظلم ہے پس چونکہ یہ ہلاک نہیں ہوتا بلکہ ہر میدان میں ہدایت پاتا ہے اس لئے یہ جھوٹا کیونکر ہوسکتا ہے اور کیونکر ممکن ہے کہ تم اسلام پر ہو کر پھر ذلیل ہوتے ہو۔ غرض اس آیت میں دشمنانِ احمد رسول پر ایک زبردست حجت قائم کی گئی ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود

من اظلم ممن افتری علی اللہ کی آیت پر زور بھی بہت دیا کرتے تھے +

بعض لوگ اس جگہ یہ کہدیا کرتے ہیں کہ یدعی الی الاسلام رسول کی نسبت نہیں بلکہ اس کے دشمنوں کی نسبت ہے اور اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اس سے زیادہ ظالم اور کون ہو سکتا ہے جو اللہ تعالےٰ پر جھوٹ باندھتا ہے حالانکہ وہ اسلام کیطرف بلایا جاتا ہے۔ پس اس جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور اس میں کیا شک ہے کہ وہ اسلام کیطرف بلائے جاتے تھے +

یہ خیال ابتداءً بیشک خوش کن معلوم ہوتا ہے لیکن قرآن کریم پر ایک ادنیٰ غور کرنے سے اس کی غلطی معلوم ہو جاتی ہے اور وہ اس طرح کہ اس جگہ کسی ایسے شخص کا ذکر ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف کوئی بات منسوب کرتا ہے کیونکہ افترا کہتے ہی اس بات کو ہیں جو جان بوجھ کر بنائی جائے اور کذب اور افترا میں یہ فرق ہے کہ کذب اس کو بھی کہینگے جو بات غلط ہو خواہ اُس شخص نے خود نہ بنائی ہو بلکہ کسی سے سُنی ہو۔ مثلاً ایک شخص کسی سے سُنکر کہے کہ زید لاہور چلا گیا ہے اور وہ گیا نہ ہو۔ تو وہ کاذب ہے مفتری نہیں لیکن اگر اس نے خود اپنے دل سے یہ بات بنائی ہو تو وہ کاذب بھی ہے اور مفتری بھی ہے پس چونکہ آیت کریمہ میں افترا علی اللہ کا ذکر ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی ایسے شخص کا ذکر ہے جو اللہ تعالےٰ کی نسبت کوئی بات کہتا ہے۔ یعنی مدعی ہے اور قرآن کریم میں کسی ایک جگہ بھی مُنکر کی نسبت مفتری علی اللہ کا لفظ نہیں آیا بلکہ یہ لفظ جب استعمال ہوا ہے۔ مدعی کی نسبت ہی ہوا ہے چنانچہ کفار کی نسبت بھی جب یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے تو پہلے ان کا دعویٰ بیان کیا ہے۔ غرض افترا علی اللہ کے الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ یہ کوئی مدعی ہے۔ اب ہم ان آیات کو دیکھتے ہیں تو ان میں کفار کا کوئی دعوےٰ ایسا بیان نہیں جو وہ خدا تعالےٰ کی طرف منسوب کرتے ہوں بلکہ صرف ان کا انکار بیان ہے اور منکر کی نسبت مفتری علی اللہ نہیں کہتے۔ پس کفار اس آیت میں مُراد نہیں ہو سکتے۔ بلکہ مدعی رسالت کا ہی اس آیت میں ذکر ہے کہ اگر وہ خدا پر اس حالت میں جھوٹ بول رہا ہے کہ اسے اسلام کیطرف بھی بُلایا جاتا ہے تو ہلاک کیوں نہیں ہو جاتا +

آخر میں حجت پوری کرنے کے لئے میں یہ بھی تسلیم کر لیتا ہوں کہ کفار کا جو یہ قول نقل ہے کہ انھوں نے کہا کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔ یہ ان کا دعویٰ ہے (گو کوئی دانا اسے دعویٰ نہیں کہے گا بلکہ یہ انکار ہے) تو بھی یہ آیت کفار پر چسپاں نہیں ہو سکتی کیونکہ اس آیت میں افترا علی اللہ کا لفظ ہے جس سے معلوم

ہوتا ہے کہ اس شخص کا دعویٰ خدا تعالیٰ کی نسبت ہے اور وہ جو بات کہتا ہے اسے خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرتا ہے لیکن یہ کہنا کہ فلاں شخص جو بات کہتا ہے یہ فریب ہے اگر اسے دعویٰ ہی مان لیا جائے تو یہ افترا تو کہلا سکتا ہے افترا علی اللہ نہیں کہلا سکتا کیونکہ یہ اگر جھوٹ ہے تو اُس شخص پر جو سچا ہے لیکن یہ اسے جھوٹا کہتا ہے اور خدا پر یہ افترا نہیں ہے لیکن آیت مذکورہ میں افترا علی اللہ کا ذکر ہے جو اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ اس آیت میں اسی رسول کا ذکر ہے جسکی آمد کی پہلے اطلاع دیجئی آئی ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ اگر یہ شخص جھوٹا دعوائے رسالت کرتا ہے اور خدا پر افترا کرتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ باوجود اس کے کہ اسلام کے ہوتے ہوئے یہ ایسی شرارت کرتا ہے خدا تعالےٰ اسے ہلاک نہیں کرتا +

غرض اس آیت میں صاف طور پر بتا دیا گیا ہے کہ یہ احمد رسول رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آئے گا اور اس وقت کے مسلمان اسے کہینگے کہ اسلام کیطرف آ۔ اور خدا تعالیٰ اپنے رسول کی زبانی ان سے کہے گا۔ کہ اگر اسلام تمہارے پاس ہے اور تم اسے اسلام کیطرف بُلاتے ہو اور یہ پھر بھی خدا پر افترا سے باز نہیں آتا تو کیوں ہلاک نہیں ہوتا۔ اور جبکہ یہ ہلاک نہیں ہوتا تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسلام پر ہے نہ کہ تم۔ آخر میں مَیں اس بات کیطرف بھی اشارہ کردینا مناسب سمجھتا ہوں کہ یہ اعتراض کہ قرآن کریم میں من اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذباً۔ کئی جگہ پر آیا ہے جہاں کوئی پیشگوئی نہیں درست نہیں۔ کیونکہ وہاں کسی جگہ بھی وھو یدعےٰ الی الاسلام کی شرط مذکور نہیں اور صرف اسی جگہ یہ شرط بیان ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ چونکہ اس جگہ عام قاعدہ نہیں بیان کیا گیا تھا۔ بلکہ ایک پیشگوئی تھی اس لئے یہ لفظ بڑھا کر اس رسول کی ایک حد تک تعیین بھی کردی کہ وہ اسلام کے ظہور کے بعد آئے گا +

چوتھی دلیل

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ۔ لوگ چاہیں گے۔ کہ اللہ کے نور کو اپنے مُنہ کی پھونکوں سے بجھا دیں مگر اللہ اپنے نور کو پورا کر کے ہی رہے گا۔ اگرچہ کافر لوگ اسے ناپسند ہی کرتے ہوں۔ یہ آیت بھی حضرت مسیح موعود کے احمد ہونے پر ایک بہت بڑی دلیل ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پیشگوئی کے اوّل مصداق نہیں ہیں کیونکہ

اس آیت میں بتایا ہے کہ اس رسول کے وقت لوگ اس کے سلسلہ کو مونہوں سے مٹانا چاہیں گے۔ لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے حالات ہمیں بتاتے ہیں کہ آپ کے سلسلہ کو مُنہ سے نہیں بلکہ تلوار سے مٹانے کی کوشش کی گئی اور ایسے ایسے مظالم کئے گئے کہ الامان۔ اور دلائل سے اسلام کا مقابلہ کرنے کی بہت ہی کم کوشش کی گئی تھی پس اس آیت میں ضرور کسی اور زمانہ کی طرف اشارہ ہے جس میں امن و امان ہوگا۔ اور تلوار کی بجائے زیادہ تر زبانوں سے کام لیا جائے گا۔ اور لوگ مونہوں کی پھونکوں سے اس رسول کے کام کو مٹانا چاہیں گے اور چاہیں گے کہ باتیں بنا بنا کر اس کے کام کو روک دیں اور اسکی ترقی کو بند کردیں۔ اور وہ زمانہ یہی ہے جبکہ اللہ تعالےٰ نے ایک ایسی منصف حکومت قائم کردی ہے کہ جس کے زیر سایہ شیر اور بکری ایک گھاٹ پانی پیتے ہیں اور اگر کوئی شخص ظلم کرنے لگے تو یہ اس کا ہاتھ پکڑ لیتی ہے۔ چنانچہ اس وقت ہمارے مخالفوں کے پاس سوائے فتووں اور گالیوں کے کچھ نہیں۔ اور وہ اپنے فتووں سے چاہتے ہیں کہ ہمارے کام کو مٹا دیں۔ لیکن ان کے ہاتھ میں ایسے سامان نہیں ہیں کہ جن کے ذریعہ سے زبردستی وہ کسی کو دین سے پھیر دیں یا اسے قتل کردیں۔ پس یہی زمانہ جبکہ لوگوں کے ہاتھ سے تلوار چھین لی گئی ہے اور صرف مُنہ کی لڑائی رہ گئی ہے وہ زمانہ ہوسکتا ہے جس کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ تو وہ تھا کہ تلواروں سے مسلمانوں کو بھیڑ اور بکریوں کی طرح ذبح کیا گیا۔ اور عورتوں کی شرمگاہوں میں نیزے مار مار کر ان کو شہید کیا گیا۔ پس وہ زمانہ جبکہ اصل کام تلوار کر رہی تھی اور دلائل و براہین کا استعمال مخالفانِ اسلام جانتے ہی نہ تھے۔ وہ زمانہ نہیں ہوسکتا جسکی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس وقت لوگ اپنے مونہوں کی پھونکوں سے اسلام کو مٹانا چاہیں گے بلکہ وہ زمانہ یہی ہے کہ گو اس وقت بھی مخالفین سلسلہ جہاں تک ہوسکے احمدیوں کو دُکھ دینے سے باز نہیں آتے۔ لیکن ان کا زیادہ زور گالیوں اور فتووں پر ہی ہے اور ہاتھ چلانے کی ان کو اس قدر طاقت نہیں جسقدر کہ پہلے زمانوں میں ہوا کرتی تھی +

پانچویں دلیل

وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کرکے چھوڑے گا گو کہ کفار ناپسند ہی

کریں یہ آیت بھی احمد رسول کی ایک علامت ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت مسیح موعود کے متعلق ہے کیونکہ اس میں بتایا گیا ہے کہ احمد کا وقت اتمام نور کا وقت ہے اور گو قرآن کریم سے ہمیں یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر شریعت کامل کر دیگئی مگر اتمام نور آپ کے وقت میں معلوم نہیں ہوتا بلکہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسیح موعود کے وقت میں ہوگا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں اسکی بنیاد ڈالی گئی تھی۔ چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ وہ اُمت کس طرح گمراہ ہو سکتی ہے جس کے ابتداء میں میں اور آخر میں مسیح ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دشمنانِ اسلام کے حملوں سے کامل نجات اسی وقت مسلمانوں کو ملیگی جبکہ دوسری طرف مسیح موعود کی دیوار کھینچ جائے گی۔ پس اتمام نور مسیح موعود کے ہی وقت میں ہونا مقرر تھا۔ اور اس جگہ بھی اتمام نور کا ہی وقت بتایا گیا ہے پس اس آیت میں مسیح موعود کا ہی ذکر ہے اور بات بھی یہی ہے کہ اسلام کی تائید میں جو دلائل کہ قرآن کریم اور احادیث میں دیئے گئے تھے وہ ایک مخفی خزانہ کی طرح تھے اور باوجود موجود ہونے کے لوگ ان سے غافل تھے۔ اب مسیح موعود نے ہی آکر ان کو کھولا ہے۔ اور مسلمانوں کو ایک ایسی روشنی عطا کر دی ہے کہ اب دشمن تاریکی میں ان پر حملہ آور نہیں ہو سکتا ؂

چھٹی دلیل

هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ۔ یعنے وہ خدا ہی ہے کہ جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس کو غالب کر دے باقی سب دینوں پر۔ اس آیت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہاں مسیح موعود ہی کا ذکر ہے۔ کیونکہ اکثر مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ آیت مسیح موعود کے حق میں ہے کیونکہ اسی کے وقت میں اسلام کو باقی ادیان پر غلبہ مقدر ہے چنانچہ واقعات نے بھی اس بات کی شہادت دیدی۔ کیونکہ اس زمانہ سے پہلے اشاعت دین کے ایسے سامان موجود نہ تھے۔ جو اب ہیں۔ مثلاً ریل۔ تار۔ دُخانی جہاز۔ ڈاک خانے۔ مطابع اخبارات کی کثرت۔ علم کی کثرت۔ تجارت کی کثرت جسکی وجہ سے ہر ایک ملک کے لوگ اِدھر اُدھر پھرتے ہیں اور ایک شخص اپنے گھر بیٹھا ہوا چاروں طرف تبلیغ کر سکتا ہے۔ اور جہاں چاہے وہاں جاکر بھی اشاعت دین کا کام سرانجام دے سکتا ہے۔ چنانچہ ہم نے اپنے مبلغ ماریشس اور

ولایت میں بھیجے ہوئے ہیں۔ اور دیگر ممالک میں بھی بھیجنے کا ارادہ ہے۔ تو یہی زمانہ ایسا ہے کہ اس میں نہایت آسانی سے سب مذاہب کا رد کیا جا سکتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت ایسے حالات نہ تھے۔ آپ کے وقت نہ اس طرح مذاہب سے مقابلہ ہوا۔ اور نہ ان مذاہب نے آپ کے وقت اس طرح سر نکالا۔ یہ سب کچھ حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں ہی ہونا تھا۔ اور ایسا ہی ہوا۔ پھر اس زمانہ میں اشاعت دین تحریر اور تقریر کے ذریعہ اس لئے بھی ضروری تھی کہ دوسرے مذاہب والوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کیا تھا۔ کہ انھوں نے تلوار کے زور سے اسلام پھیلایا۔ خدا تعالیٰ نے اس اعتراض کو رد کرنے کے لئے آپ کے ایک غلام کو کھڑا کر کے دکھلا دیا۔ کہ جب یہ دلائل اور براہین سے اسلام کو دیگر مذاہب پر غالب کر سکتا ہے تو اس کے آقا نے کیوں اسی طرح نہ کیا ہوگا۔ پس یہ بات بھی حل ہو گئی۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تلوار اُٹھائی تھی۔ وہ اس لئے اُٹھائی تھی۔ کہ آپ کے مقابلہ میں تلوار اُٹھائی گئی۔ ورنہ آپ بھی کبھی تلوار نہ اُٹھاتے +

غرض یہ آیت بھی ظاہر کرتی ہے۔ کہ اس رسول کے آنے کا ایسا زمانہ ہوگا۔ جب کل مذاہب ظاہر ہو جائینگے اور ایسے سامان پیدا ہو جائینگے جن کے ذریعے اسلام کو کل ادیان پر غالب کیا جا سکے گا۔ وہ یہی زمانہ ہے اور اس لئے مسیح موعود ہی احمد ہو سکتے ہیں۔ اس آیت سے ایک اور طرح بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ مسیح موعود کا ذکر ہے۔ اور وہ یہ کہ یہ آیت قرآن کریم میں تین جگہ آئی ہے اور تینوں جگہ مسیح کا ساتھ ذکر ہے۔ دو جگہ تو صاف مسیح کا نام موجود ہے اور تیسری جگہ ساتھ انجیل کا ذکر ہے۔ پس تین جگہ اس آیت کا قرآن کریم میں آنا۔ اور تینوں جگہ ساتھ مسیح کا ذکر ہونا دلالت کرتا ہے کہ مسیح کے ساتھ اس آیت کا کوئی خاص تعلق ہے اور وہ یہی ہو سکتا ہے کہ اس آیت کا مضمون مسیح کی بعثت ثانیہ کے وقت پورا ہونا تھا۔ اور اگر اس آیت کا مسیح کے ساتھ کوئی خاص تعلق نہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ تین متفرق جگہ پر مسیح کے ذکر کے ساتھ اس آیت کو دُہرایا گیا ہے (ایک دفعہ سورہ توبہ رکوع ۵ میں۔ دوسری دفعہ سورہ فتح رکوع ۴ میں۔ اور تیسری دفعہ اسی سورہ صف میں) +

ساتویں دلیل

هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ

عَذَابٍ اَلِیْمٍ۔ وہ آنے والا رسول لوگوں کو کہے گا۔ کہ اے لوگو تم جو دُنیا کی تجارت کیطرف جُھکے ہوئے ہو۔ کہاں ہیں تمہیں وہ تجارت بتاؤں۔ جسکی وجہ سے تم عذاب الیم سے بچ جاؤ۔ یہ آیت بتاتی ہے کہ اس زمانہ میں تجارت کا بہت زور ہوگا۔ لوگ دین کو بھلا کر دُنیا کی تجارت میں لگے ہوئے ہونگے چنانچہ یہی وہ زمانہ ہے جس میں دنیا کی تجارت کی اس قدر کثرت ہے کہ پہلے کسی زمانہ میں نہیں ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود نے ان الفاظ میں بیعت لی۔ کہ کہو میں دین کو دُنیا پر مقدم رکھونگا۔ پس یہ آیت بھی ثابت کرتی ہے کہ ان آیات میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہی ذکر ہے۔

ایک ضمنی بات

تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَتُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ اے لوگو۔ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اور اللہ کے راستہ میں جہاد کرو۔ اپنے اموال اور اپنی جانوں کے ساتھ۔ یہ تمہارے لئے بہت اچھی بات ہے۔ اگر تم جاننے والے ہو۔

بہت لوگ ایسے ہیں جو چندہ دیکر یہ سمجھتے ہیں کہ ہم چھوٹ گئے۔ اب ہمارے سر پر کوئی فرض نہیں۔ لیکن یہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ تم مال بھی خرچ کرو۔ اور جان بھی یعنی چندے بھی دو۔ اور تبلیغ بھی کرو۔ پس احمدی جماعت کے لوگوں کو ایسا ہی کرنا چاہیئے۔ اس آیت میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اگر تم مال خرچ کروگے۔ اور تبلیغ بھی کروگے۔ تو یہ تمہارے لئے بہت اچھا ہوگا یعنی جلد جلد تم ترقی کروگے۔ یَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَیُدْخِلْکُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ وَمَسٰکِنَ طَیِّبَۃً فِیْ جَنّٰتِ عَدْنٍ۔ ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ۔ وَاُخْرٰی تُحِبُّوْنَھَا۔ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰہِ وَفَتْحٌ قَرِیْبٌ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ خدا تعالےٰ تمہارے گناہوں اور تمہاری فروگذاشتوں کو بخش دے گا۔ اور تم کو باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہونگی۔ اور رہنے کے لئے بڑی پاکیزہ جگہیں ہونگی باغوں میں۔ یہ تمہارے لئے بہت بڑی کامیابی ہوگی۔ اور ایک اور بات تمہیں نصیب ہوگی جسکو تم چاہتے ہو۔ یعنی خدا کی نصرت تمہارے لئے آئے گی۔ اور جلدی کامیابی ہوگی۔ اور یہ مومنوں کے لئے بشارت ہے۔

آٹھویں دلیل

اِس کے بعد فرمایا۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰہِ
کَمَا قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ لِلْحَوَارِیّٖنَ مَنْ اَنْصَارِیْٓ
اِلَی اللّٰہِ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَۃٌ مِّنْ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ
وَکَفَرَتْ طَّآئِفَۃٌ فَاَیَّدْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلٰی عَدُوِّھِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰھِرِیْنَ۔ اے وہ لوگو جو
رسول پر ایمان لائے ہو۔ اللہ تعالےٰ کے دین کے لئے مدد کرنے والے بن جاؤ۔ جیسا کہ عیسیٰ بن مریم نے
حواریوں کو کہا تھا۔ کہ تم میں سے کون ہے جو انصار اللہ ہو۔ تو انھوں نے کہا۔ کہ ہم سب کے سب
انصار اللہ ہیں۔ پس ایمان لایا بنی اسرائیل میں سے ایک گروہ۔ اور ایک گروہ نے کفر کیا۔ پس ہم
نے انکی مدد کی جو ایمان لائے اُن پر انکے دشمنوں کے۔ پس وہ غالب ہو گئے۔ اسمیں یہ دلیل ہے کہ آنے والا رسول
لوگوں کو کہے گا۔ کہ انصار اللہ بن جاؤ۔ لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ آواز نہ تھی کہ اے لوگو
انصار بن جاؤ۔ بلکہ آپ کے وقت میں مہاجرین و انصار دو گروہ تھے۔ اور مہاجرین کا گروہ انصار
پر فضیلت رکھتا تھا۔ چنانچہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ غزوۂ حنین کے بعد جب بہت سا مال
غنیمت آیا۔ اور آپ نے اسے تالیف قلب کے طور پر مکہ کے نومسلموں میں تقسیم کر دیا تو انصار
میں سے بعض نے اعتراض کیا۔ کہ خون تو اب تک ہماری تلواروں سے ٹپک رہا ہے لیکن مال
رسول اللہ نے اور لوگوں کو دے دیا اور بعض نے یہاں تک کہدیا کہ اب آپ اپنی قوم سے
جا ملینگے جب آپ نے یہ بات سُنی تو انصار کو ایک جگہ جمع کیا۔ اور فرمایا کہ اے انصار مجھے تمہاری
نسبت خبر پہنچی ہے اور تم نے میری نسبت کیا بُرائی معلوم کی ہے۔ کیا تم گمراہ نہ تھے کہ خدا تعالےٰ
نے میرے ذریعہ تم کو ہدایت دی۔ اور کیا جب میں آیا ہوں تم غریب نہ تھے کہ خدا تعالےٰ نے تم کو
مالدار کر دیا۔ اور کیا تم آپس میں دشمن نہ تھے کہ اللہ تعالےٰ نے تم کو دوست بنا دیا۔ انصار نے
عرض کیا کہ ہاں یا رسول اللہ۔ اللہ اور اس کے رسول کے فضل اور احسان سے ایسا ہی ہوا۔
پھر فرمایا کہ اے انصار تم مجھے جواب کیوں نہیں دیتے۔ انھوں نے عرض کیا کہ ہم کیا جواب دیں۔ فرمایا
تم چاہو تو کہہ سکتے ہو۔ اور تمہاری بات جھوٹی بھی نہ ہو گی کہ تو ہمارے پاس ایسے وقت میں آیا کہ
لوگ تجھے جھٹلاتے تھے۔ ہم نے تیری تصدیق کی۔ اور کوئی تیرے ساتھ نہ تھا۔ پھر ہم نے تیری مدد
کی۔ اور تو دھتکارا ہوا تھا ہم نے تجھے جگہ دی۔ اور تو غریب تھا ہم نے تیری ہمدردی کی اے انصا

تم نے دُنیا کے مال کے لئے جس کے ذریعہ سے یعنے ایک نئی قوم کے قلوب کی تالیف کی تھی اپنے دلوں میں بُرا منایا۔ اے انصار کیا تم اس بات پر خوش نہیں کہ لوگ تو بکریاں اور اونٹ اپنے گھروں کو لے جائیں اور تم اپنے گھروں کو خدا کے رسول کو لے جاؤ۔ مجھے اسی خدا کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار میں سے ہونا پسند کرتا۔ اور اگر لوگ ایک وادی میں جائیں۔ اور انصار دوسری وادی میں۔ تو میں اس وادی میں جاؤں جس میں انصار گئے ہوں۔ اے خدا انصار پر رحم کر۔ اور ان کے بیٹوں پر اور ان کی بیٹیوں پر۔ اس پر انصار اس قدر روئے کہ ان کی داڑھیاں تر ہوگئیں۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہجرت کا درجہ بلند تھا۔ اور قرآن کریم میں بھی ہجرت پر خاص زور ہے پس اگر رسول کریمؐ کا زمانہ مُراد ہوتا تو انصار سے پہلے ہجرت کا ذکر ہوتا۔ اور یہ لکھا ہوتا کہ مہاجرین و انصار میں شامل ہو جاؤ۔ لیکن اس جگہ ہجرت کا ذکر بھی نہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایسا زمانہ ہے کہ جب ہجرت فرض نہ ہوگی۔ اور وہ یہی زمانہ ہے۔

نویں دلیل

اِس سورۃ سے اگلی سورۃ میں جو اس کے ساتھ ہی ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۙ اور اس کے بعد فرماتا ہے وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ اور وہ اس رسول کو ایک اور جماعت میں مبعوث کرے گا۔ جو اب تک تم سے نہیں ملی۔ ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بعثتوں کا ذکر ہے اور چونکہ احادیث سے آپ کے بعد ایک مسیح کا ذکر ہے جسکی نسبت آپ نے یہاں تک فرمایا ہے کہ وہ میری قبر میں دفن ہوگا۔ یعنے وہ اور میں ایک ہی وجود ہونگے اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسری بعثت سے مُراد مسیح موعود ہی ہے۔ کیونکہ اسلام تناسخ کا قائل نہیں کہ یہ خیال کیا جائے کہ آپ خود ہی دوبارہ تشریف لائینگے اس لئے آپ کی بعثت ثانیہ سے صرف یہی مُراد لی جاسکتی ہے کہ کوئی شخص آپ کے رنگ میں رنگین ہوکر آئے گا۔ اور وہ سوائے مسیح موعود کے اور کوئی نہیں ہوسکتا جسکی نسبت فرمایا ہے کہ وہ میری قبر میں دفن ہوگا۔

Khuda Bakhsh
Acc. No. 13678
28-1-79

اب ہم جب پہلی سورۃ کے ساتھ اس کو ملاتے ہیں تو اس میں بھی پہلے حضرت موسیٰ کا ذکر ہے اور پھر حضرت مسیح کا۔ پھر اس سورۃ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دو بعثتوں کا ذکر ہے جن میں سے ایک مسیح کی بعثت کے رنگ میں ہوئی ہے۔ ان دونوں باتوں کو ملا کر صاف معلوم ہوتا ہے کہ پہلی سورۃ میں حضرت احمد کی جو پیشگوئی ہے وہ اسی بات کو بتانے کے لئے ہے کہ جس طرح اس اُمت میں مثیل موسیٰ ہوا ہے مثیل مسیح بھی احمد کے نام سے ظاہر ہوگا۔ چنانچہ اِس بات کو صاف کرنے کے لئے سورہ جمعہ میں رسول کریم کی دو بعثتوں کا ذکر فرما دیا۔ تا دانا انسان سمجھ لے کہ احمد سے مُراد آپ کی بعثت ثانیہ ہے نہ کہ اوّل۔ کیونکہ اس سے پہلے موسیٰ کا واقعہ بیان ہو چکا ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ کے مثیل ہیں ٭

غرض سورہ جمعہ کو سورہ صف کے ساتھ رکھ کر خدا نے اِسْمُهٗ اَحْمَدُ کی پیشگوئی کو اور بھی صاف کر دیا گیا ہے۔ اور بات بالکل صاف ہے خواہ کوئی مانے یا نہ مانے۔ یہ اس کا اختیار ہے۔ اللہ تعالےٰ کے فضل سے تم لوگ جو مسیح موعود کے ماننے والے ہو۔ صحابہ احمد سے ہو۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانیہ پر ایمان لانے والے ہو۔ اس وقت کوئی اور جماعت نہیں جو تمہارا مقابلہ کر سکے۔ اس وقت سلسلہ احمدیہ کو خدا تعالےٰ نے صحابہ کے ہمرنگ کر دیا ہے اور یہی ایک جماعت ہے جو ہر قسم کے دُکھ تکلیفیں اور مصیبتیں اُٹھاتی ہے۔ لیکن پھر بھی دینِ خدا کے پھیلانے سے باز نہیں آتی۔ اور نہ تھکتی ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ تمہیں جرأت دلانے اور زیادہ جوش سے کام کرنے کے لئے کہا جاتا ہے۔ کہ تم میں یہ کمی ہے۔ یہ نقص ہے۔ یہ کمزوری ہے۔ لیکن تم ہی دنیا میں ایک ایسی جماعت ہو۔ جس کا کوئی نمونہ نہیں۔ اور تمہیں وہ ہو۔ جو صحابہ کا پورا پورا نمونہ ہو۔ اب کوئی اندھا ہی ہوگا جو یہ کہے کہ تم صحابہ کے رنگ میں رنگین نہیں ہو گو اس وقت دُنیا کی نظروں میں تم غریب اور کمزور ہو۔ مگر خدا کی نظر میں تم بہت طاقتور ہو۔ دُنیا کی نظروں میں ذلیل ہو۔ لیکن خدا کے حضور تمہارا بہت بڑا درجہ ہے۔ اور بہت عزت رکھتے ہو۔ اس لئے وہ دن آرہے ہیں۔ جبکہ خدا تعالےٰ تمہیں دنیا کی نظروں میں

بھی کامیاب اور بامراد کردے گا۔ اور دُنیا اپنی آنکھوں سے تم میں جماعت احمد کی پیشگوئی پوری ہوتی دیکھ لے گی +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بقیہ تقریر

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی

جو ۲۷ دسمبر ۱۹۱۵ء کو سالانہ جلسہ پر

بعد از نماز ظہر و عصر فرمائی

اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ

اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین ۝ الرحمٰن الرحیم ۝ مٰلک یوم الدین ۝ ایاک نعبد وایاک نستعین ۝ اھدنا الصراط المستقیم ۝ صراط الذین انعمت علیہم ۝ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین ۝

میں نے ظہر کی نماز سے پہلے اسمہ احمد پر کچھ بیان کیا تھا۔ اب مسئلہ نبوت پر کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد انشاء اللہ جماعت کی علمی حالت کی درستی کے متعلق کچھ بیان کروں گا۔

مسئلہ نبوّت

مجھے مسئلہ نبوت کے متعلق ہمیشہ ہی سے تعجب آیا کرتا ہے کہ اس میں کسی قسم کا شک کرنے کی کیا وجہ ہے۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ باوجود ایک صاف مسئلہ ہونے کے اس کے متعلق عجیب عجیب اعتراض کئے جاتے ہیں۔ اور اپنی تائید میں عجیب عجیب دلیلیں پیش کی جاتی ہیں جن سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ یا یہ کہ مرزا صاحب نبی نہیں تھے۔ مثلاً ان عجیب و غریب دلیلوں میں سے ایک یہ بھی پیش کی جاتی ہے۔ کہ نبی وہ ہوتا ہے۔ جس کا نام مفرد ہو۔ مرکب نام والا کوئی نبی نہیں ہو سکتا چنانچہ پیسہ اخبار میں کسی نے ایک مضمون شائع کیا ہے۔ جس میں اس نے لکھا ہے کہ یہ ایک ایسی دلیل ہے جس سے مرزا صاحب کی نبوت بالکل باطل ہو جاتی ہے۔ وہ لکھتا ہے:۔

"خدا تعالیٰ کی طرف سے جس قدر انبیاء دنیا میں آئے ہیں اور انھوں نے مبعوث ہو کر لوگوں کو توحید کا قائل کیا۔ منجملہ ان کے ایک بھی ایسا نبی و رسول نہ آیا۔ جس کا اسم مبارک دو لفظوں سے ملکر بنا ہو۔ بلکہ ہر نبی و رسول منصوص من اللہ کا اسم مبارک نقطہ واحد سے مشتق ہوتا چلا آیا ہے" (روزانہ پیسہ مورخہ ۲۸۔ نومبر ۱۹۱۵ء) یہ اور اسی قسم کی اور دلیلیں بھی دی جاتی ہیں۔ جن کو پڑھ کر تعجب ہی آتا ہے۔ یہ تو ایسی ہی بات ہے۔ جیسے کل کوئی شخص ایک ایسے نبی کو جسے وہ مانتا ہے۔ خواب میں دیکھ لے۔ کہ اتنی لمبی اس کی داڑھی ہے۔ اتنا قد ہے۔ اس طرح کی شکل ہے۔ تو لکھ دے کہ نبی وہی ہو سکتا ہے۔ جس کی اس قسم کی داڑھی ہو۔ اتنا بڑا قد ہو۔ اگر ایسا نہ ہو تو نبی نہیں ہو سکتا۔ پچھلے نبیوں کی نبوت کے متعلق ان کے نام کا مفرد ہونا دلیل ہی کس طرح ہو سکتی ہے؟ اور کس کو معلوم ہے کہ خدا تعالیٰ کے ان تمام نبیوں کے نام جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک ہوئے ہیں مفرد تھے؟ اگر کوئی یہ کہتا ہے۔ کہ مجھے تمام انبیاءؑ کے نام معلوم ہیں۔ تو وہ جھوٹا ہے۔ اور جھوٹا دعویٰ کرتا ہے۔ کیونکہ جب خدا تعالیٰ آنحضرت صلعم کو فرماتا ہے کہ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ (۴۰۔۷۸) اور ضرور ہم نے تجھ سے پہلے رسولوں کو بھیجا ہے ان میں سے کچھ تو ایسے

ہیں جن کا ذکر ہم نے تجھ پر کر دیا ہے۔ اور ان میں سے کچھ ایسے ہیں جن کا تجھ سے ذکر نہیں کیا یعنی خدا تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بعض انبیا کے نام نہیں بتائے۔ تو اب اور کون ہے جس کو تمام انبیا کے نام معلوم ہوں۔ اور اگر کسی کو دعویٰ ہے تو کم سے کم ان ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کے نام ہی ہم کو بتائے جن کا ذکر حدیث میں آتا ہے +

غرض اول تو یہ دعویٰ ہی غلط ہے کہ تمام انبیا کے نام مفرد تھے۔ اور اگر بفرض محال درست بھی ہو تو یہ کوئی ثبوت نہیں۔ کیونکہ اس بات کا ثبوت نہ قرآن کریم سے ملتا ہے نہ احادیث سے نہ پہلے صحف انبیاء سے اور ایک عقلمند انسان تو نبی کی یہ علامت سُنکر حیران ہو جائے گا۔ کہ نبی وہی ہوتا ہے جس کا نام مفرد ہو۔ گویا نبوت کا سب دار و مدار نام پر ہے نہ کہ کام پر۔ لیکن اگر اس دعویٰ کو قبول کر لیا جائے کہ نبی وہی ہوتا ہے جس کا نام مفرد ہو تو اس کا یہ نتیجہ ہوگا کہ قرآن میں مذکور انبیا میں سے بھی بعض انبیا کی نبوت کا انکار کرنا پڑے گا +

کون نہیں جانتا۔ کہ ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جدِ امجد حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تھے۔ اور آپ کا یہ نام مرکب ہے۔ عربی والوں نے اس کے دو حصے کئے ہیں۔ ایک سمع۔ اور دوسرا۔ ایل۔ اور عبرانی والے بھی اس نام کے دو ہی حصے کرتے ہیں۔ ایک یسمع اور دوسرا ایل۔ تو معلوم ہوا کہ عبرانی کے لحاظ سے یسمع اور ایل۔ اور عربی کے لحاظ سے سمع اور ایل دو لفظوں سے یہ نام مرکب ہے۔ سمع کے معنے ہیں سُن لیا۔ اور ایل کے معنے ہیں خدا۔ **ایل** درحقیقت عربی زبان کے لفظ آئل سے نکلا ہے جس کے معنے ہیں قدرت رکھنے والا۔ لوٹنے والا۔ تو چونکہ خدا تعالےٰ اپنے بندوں پر رحم اور کرم کی وجہ سے لوٹتا یعنی متوجہ ہوتا ہے۔ اس لئے اس کا یہ نام ہو گیا۔ جس طرح عربی میں خدا تعالےٰ کا ایک نام توّاب ہے۔ اور اسی وجہ سے ہے کہ خدا اپنے بندوں کیطرف فضل کے ساتھ لوٹتا ہے۔ تو سمع ایل کے معنے ہیں خدا نے سُنا۔ اس سے بگڑ کر اسمٰعیل بن گیا۔ اور بائبل میں اس نام کے رکھے جانے کی یہی وجہ لکھی ہے۔ چنانچہ وہاں لکھا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی چھوٹی بیوی ہاجرہ ان کی بڑی بیوی سارہ کے تنگ کرنے سے گھر سے نکلی۔ تو خداوند کے فرشتہ نے اسے میدان میں پانی کے ایک چشمہ کے پاس پایا۔ یعنی اس چشمہ کے پاس جو صور کی راہ پر ہے۔ اور اس نے کہا کہ اے سری کی لونڈی

ہاجرہ تو کہاں سے آئی۔ اور کدھر جاتی ہے۔ وہ بولی کہ میں اپنی بی بی سری کے سامنے سے بھاگی ہوں اور خداوند کے فرشتے نے اسے کہا۔ کہ تو اپنی بی بی کے پاس پھر جا اور اس کے تابع رہ۔ پھر خداوند کے فرشتے نے اُسے کہا کہ میں تیری اولاد کو بہت بڑھاؤں گا۔ کہ وہ کثرت سے گنی نہ جائے۔ اور خداوند کے فرشتے نے اُسے کہا کہ تو حاملہ ہے۔ اور ایک بیٹا جنے گی۔ اس کا نام اسمٰعیل رکھنا کہ خداوند نے تیرا دکھ سُن لیا" پیدائش باب ۱۶ آیت ۷ تا ۱۱۔ اب یہ دلیل پیش کرنے والا بتائے۔ کہ خدا۔ اور سن لی دو الگ الگ لفظ ہیں یا نہیں۔ اور یہ بھی بتائے کہ یہ نام مرکب ہوا یا مفرد۔ پس اگر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام باوجود مرکب نام رکھنے کے نبی ہو سکتے ہیں۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب مرکب نام کی وجہ سے نبی نہیں بن سکتے۔ لیکن وہ نادان جو نہ عربی جانتا ہے نہ عبرانی۔ وہ کہتا ہے۔ کہ کسی نبی کا مرکب نام نہیں ہے۔ اور جب نبی کا مرکب نام نہیں۔ تو مرزا صاحب جن کا نام مرکب ہے نبی نہیں ہو سکتے +

پھر ابھی مفتی محمد صادق صاحب نے ایک رقعہ لکھ کر دیا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کا نام ابی اور رہام سے مرکب ہے اور اس کے معنے ہیں بلندی کا باپ۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نام مو اور شی سے مرکب ہے۔ مو (عربی ماء بگڑی ہوئی عربی مویہ) کہتے ہیں پانی کو۔ اور شی (عربی شے) بمعنی چیز یعنی پانی کی چیز ہے۔ چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پانی میں ڈالا گیا تھا۔ اس لئے آپ کا یہ نام ہوا۔ پھر یسوع بھی مرکب نام ہے۔ غرض بہت سے نبیوں کے نام مرکب ہیں۔ لیکن وہ نادان بوجہ عربی اور عبرانی کا علم نہ رکھنے کے اس بات کو نہیں سمجھا۔ اس لئے کہتا ہے کہ تمام نبیوں کے نام مفرد ہیں۔ پھر قرآن کریم پر غور کرنے سے ایک عجیب بات معلوم ہوتی ہے کہ اس میں نبیوں کے مخالفوں کے نام بھی مفرد آئے ہیں (کیونکہ ابولہب صفت ہے نہ کہ نام) اب اگر کوئی یہ کہدے کہ دنیا میں جس کا نام مرکب ہو وہ شریر نہیں ہو سکتا۔ تو یہ جہالت نہیں تو اور کیا ہے۔ لیکن کیا کیا جائے۔ حدیث میں آیا ہے کہ اُمتِ محمدیہ پر ایک ایسا وقت آئے گا کہ اس کے اندر سے علم اُٹھ جائے گا۔ اور جاہل لوگ عالم کہلائینگے جو لوگوں کو اپنی بے علمی کی وجہ سے گمراہ کرینگے۔ پس چونکہ مسلمانوں پر یہ زمانہ آگیا ہے اور وہ علم و جہالت میں فرق نہیں کر سکتے۔

اس لئے اس قسم کی باتیں کرتے ہیں جو ان کو مخالفانِ اسلام کی نظروں میں ذلیل کرنے والی ہوں اور صداقت کے لیسے معیار بناتے ہیں جنھیں کوئی دانا انسان قبول نہیں کر سکتا۔ اور جو خدا تعالیٰ کی سنت سے ناواقفیت کا نتیجہ ہیں۔ کیا ایک مسیحی اس معیار کو سنکر یہ نہیں کہہ سکتا کہ چونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جس قدر نبی گزرے ہیں کسی کا نام محمد وزن پر نہیں ہوا۔ اس لئے آپ نبی نہیں ہیں اور کیا ایسا دعوے کرنے والا مجنون نہیں کہلائے گا؛

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ نبی وہ ہوتا ہے جس کے نام کا پہلے کوئی آدمی نہ گزرا ہو۔ چونکہ آپ کا نام غلام احمد تھا۔ اور اس نام کے آپ سے پہلے بہت سے لوگ ہو گذرے ہیں۔ اس لئے آپ نبی نہیں ہو سکتے۔ گویا ان لوگوں کے نزدیک چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کوئی شخص آپ کا ہم نام نہیں گزرا۔ اس لئے آپ نبی ہیں اور اگر یہ غلط ثابت ہو جائے تو پھر آپ نبی نہیں (نعوذ باللہ) اسی طرح حضرت مسیح سے پہلے چونکہ یسوع نام کا جو آپ کا نام تھا کوئی شخص نہیں گزرا۔ اس لئے آپ نبی ہیں۔ اور اگر یہ غلط ثابت ہو جائے تو پھر آپ نبی نہیں۔ اس بات کا اگر ان سے ثبوت پوچھیں کہ تم نے یہ دلیل کہاں سے لی ہے تو کہتے ہیں کہ قرآن شریف میں جو حضرت یحییٰ علیہ السلام کی نسبت لکھا ہے کہ لَمْ نَجْعَلْ لَهُ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا۔ اول تو جو معنے کر کے وہ استدلال کرتے ہیں وہ معنے ہی ہمارے نزدیک قابل تسلیم نہیں لیکن اگر انہی کو تسلیم کر لیا جائے تو پھر ساتھ ہی یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ جو بات کسی نبی کی نسبت قرآن کریم میں مذکور ہو وہ نبوت کی شرط ہوتی ہے اور اگر یہ تسلیم کیا گیا۔ تو نہایت مشکل پیش آئے گی۔ کیونکہ ایسی باتیں نکلینگی جو قرآن کریم میں بعض انبیاء کے متعلق بیان ہیں اور دوسروں کی نسبت بیان نہیں اور نہ ان میں وہ پائی جاتی تھیں تو اس سے ثابت ہوگا کہ وہ نبی ہی نہ تھے مثلاً حضرت داؤد کی نسبت آتا ہے کہ ان کو ہم نے زرہ بنانی سکھائی تھی۔ تو زرہ بنانی بھی شرائط نبوت میں داخل کرنی پڑے گی۔ اور چونکہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم یہ فن نہ جانتے تھے اس لئے آپ کی نبوت گویا باطل ہو گئی۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ پس یہ اصل ہی باطل ہے کہ جو بات ایک نبی کے متعلق بیان ہو وہ سب نبیوں میں پائی جانی چاہیئے اور وہ شرائط نبوت میں سے ہونی چاہیئے۔ لیکن ہم اس باطل کو بھی تسلیم کر لیتے ہیں اور فی الحال مان لیتے ہیں کہ نبی وہی ہے جس کے

نام کا پہلے کوئی اور شخص نہ گزرا ہو۔ اور ثابت کرتے ہیں کہ قرآن کریم میں جن نبیوں کا ذکر آتا ہے ان کے نام کے آدمی پہلے بھی گزرے ہیں چنانچہ زکریا ایک نبی ہیں۔ اور قرآن شریف نے ان کو نبی قرار دیا ہے لیکن ان سے بارہ سو سال پہلے ایک نبی ہوئے ہیں۔ ان کا نام بھی زکریا تھا۔ اور ان کی کتاب اب تک بائبل میں موجود ہے۔ پھر اسی طرح حضرت یحییٰ کے نام کے پہلے پانچ آدمی گزر چکے تھے جن کا ذکر بائبل میں موجود ہے جن میں سے ایک حضرت داؤد علیہ السلام سے بھی پہلے ہوئے ہیں۔ اب کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ پھر اس آیت کے کیا معنے ہوئے۔ میں کہتا ہوں لوگوں نے اس کے معنے غلط سمجھے ہیں۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ بشارت کے طور پر ان سے پہلے کسی کا یہ نام نہیں رکھا گیا۔ لیکن مشکل وہی ہے کہ اس زمانہ میں جاہل علما بن گئے ہیں اور حقیقی علم ان سے چھین لیا گیا ہے۔ اس لئے اس قسم کی باتیں منہ پر لاتے ہیں +

پھر اس معیار کے ماتحت تو حضرت مسیح کی نبوت بھی ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ ان کا نام یسوع ہے۔ اور اس نام کا ایک اور شخص بھی تھا۔ جس کو یسوع بن سائرس کہتے ہیں۔ اس کی کتاب بھی اپوکرفاس میں موجود ہے (یعنے بائبل کا وہ حصہ جسے بعض لوگ بائبل میں شامل سمجھتے ہیں اور بعض نہیں اور وہ الگ چھپا ہوا ہے اور جو لوگ اسے بائبل کا حصہ مانتے ہیں ان کی چھاپی ہوئی بائبلوں میں موجود بھی ہے) تو اب کیا حضرت مسیح سے پہلے یسوع نام کا ایک اور شخص ثابت ہو جانے سے آپ کی نبوت باطل ہو گئی۔ پھر بڑے تعجب اور حیرانی کی بات یہ ہے کہ وہ نبی جو خاتم النبیین ہے اور جو تمام نبیوں کا سردار ہے۔ اس کی نبوت بھی اس دلیل کے مطابق (نعوذ باللہ) باطل ٹھہرتی ہے۔ کیونکہ آپ سے پہلے پانچ شخص ایسے گذرے ہیں جن کا نام محمد تھا۔ چنانچہ آپ سے پہلے بنو سوارۃ میں محمد الجشمی گزرا ہے۔ اور ایک محمد اس ابرہہ کے دربار میں تھا جس نے مکہ پر حملہ کیا تھا۔ اور یہ حملہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے ایک سال پہلے ہوا۔ اسکی نسبت جاہلیت کا ایک شعر بھی ہے۔ فنا الکم ذو التاج منا محمدٌ + وذابته فی حومۃ الموت تخفق + تیسرا شخص اس نام کا بنو تمیم میں گزرا ہے اور یہ شخص پادری تھا۔ چوتھا محمد الاسیدی تھا۔ پانچواں محمد الفقیمی پس اگر یہی دلیل حضرت مسیح موعود کی نبوت کو باطل کرنیوالی ہے تو پھر حضرت یحییٰ۔ حضرت زکریا۔ حضرت مسیح اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت بھی ثابت نہیں ہوتی کیسے تعجب کی بات ہے کہ ہمارے

مخالفین ہماری مخالفت میں ان ہتھیاروں پر اتر آئے ہیں کہ جن سے پہلے نبیوں کی نبوت بھی باطل ہو جاتی ہے۔ قرآن شریف میں خدا تعالےٰ کفار کی نسبت فرماتا ہے کہ یہ ہمارے رسول (محمد صلے اللہ علیہ وسلم) پر ایسے اعتراض کرتے ہیں۔ جو ان کے نبیوں پر بھی پڑتے ہیں جن کو یہ مانتے ہیں یعنی یہ کہتے ہیں کہ آسمان پر چڑھ جا۔ اور ہمارے لئے کتاب لا وغیرہ وغیرہ۔ تو جیسے اعتراضات وہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا کرتے تھے ایسے ہی اعتراضات یہ لوگ آج حضرت مسیح موعود پر کرتے ہیں جن کو اگر سچا مان لیا جائے۔ تو سب نبیوں کی نبوت باطل ہو جاتی ہے +

ایک* اور اعتراض اور اُس کا جواب

پھر ایک یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے کئی نام رکھے ہیں۔ حالانکہ کسی اور نبی نے اپنے کئی نام نہیں رکھے۔ اس لئے یہ نبی نہیں ہو سکتے۔ اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ان لی اسماء انا محمد وانا احمد وانا الماحی الذی یمحو اللہ بی الکفر وانا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی وانا العاقب والعاقب الذی لیس بعدہ نبی۔ یعنی آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ میرے پانچ نام ہیں + پس اگر حضرت مسیح موعود کے بھی خدا تعالےٰ نے کئی نام رکھ دیئے اور آپ کو مہدی اور کرشن بنا دیا۔ تو اس سے آپ کی نبوت کس طرح باطل ہو گئی۔ آپ نے اپنے آقا سے تو ایک نام کم ہی پایا ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پانچ نام رکھنے کے باوجود ثابت ہو سکتی ہے۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ آپ کی نبوت چار نام رکھنے کی وجہ سے ثابت نہیں ہو سکتی۔ وہ لوگ جو یہ اعتراض کرتے ہیں سوچیں اور بتائیں کہ حضرت مسیح موعود کی نبوت کیوں ثابت نہیں ہو سکتی +

نبی کے لئے شریعت کا لانا شرط نہیں

پھر یہ کہا جاتا ہے کہ نبی کے لئے شرط ہے کہ وہ کتاب یعنی شریعت لائے۔ لیکن حضرت مسیح موعود چونکہ کوئی کتاب نہیں لائے۔ اس لئے نبی نہیں ہو سکتے۔ یہ اعتراض جن

(نوٹ*) اس موضوع پر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ نے اسی جلسہ کے ایام میں ایک مفصل تقریر فرمائی تھی جو دوسری جگہ درج ہے۔ اس کو پڑھنا چاہیئے۔ جو ہر ایک ذی ہوش کے لئے موجب تسلی ہے۔ (مرتب کنندہ)

کی طرف سے کیا جاتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو احمدی کہتے۔ اور حضرت مسیح موعود کے شیدائی کہلاتے ہیں لیکن اتنا نہیں جانتے کہ حضرت مسیح موعود اس کے متعلق خود لکھ گئے ہیں۔ کہ "نبی کے حقیقی معنوں پر غور نہیں کی گئی۔ نبی کے معنے صرف یہ ہیں کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانیوالا ہو اور شرف مکالمہ اور مخاطبہ الہیہ سے مشرف ہو۔ شریعت کا لانا اس کے لئے ضروری نہیں اور نہ یہ ضروری ہے کہ صاحب شریعت رسول کا متبع نہ ہو" (براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۳۸) +

پھر آپ لکھتے ہیں کہ "نبی کا شارع ہونا شرط نہیں۔ یہ صرف موہبت ہے جس سے امور غیبیہ کھلتے ہیں" (ایک غلطی کا ازالہ) +

اسی طرح آپ فرماتے ہیں۔ "بعد توریت کے صدہا ایسے نبی بنی اسرائیل میں آئے۔ کہ کوئی کتاب ان کے ساتھ نہیں تھی۔ بلکہ ان انبیا کے ظہور کے مطالب یہ ہوتے تھے۔ کہ تا ان کے موجودہ زمانہ میں جو لوگ تعلیم توریت سے دُور پڑ گئے ہوں۔ پھر ان کو توریت کے اصلی منشا کی طرف کھینچیں۔ (شہادۃ القرآن صفحہ ۴۳) +

پھر آپ لکھتے ہیں۔ "بنی اسرائیل میں کئی ایسے نبی ہوئے ہیں۔ جن پر کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی۔ صرف خدا کی طرف سے پیشگوئیاں کرتے تھے (بدر ۵ مارچ ۱۹۱۵ء) +

اب یہ لوگ کہتے ہیں کہ کوئی ایک نبی بھی ایسا نہیں ہوا۔ جو شریعت نہ لایا ہو۔ لیکن حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ کئی نبی ایسے ہوئے ہیں۔ ہم کہتے ہیں۔ جب بنی اسرائیل میں ایسے نبی آ چکے ہیں جو کوئی کتاب نہیں لائے۔ تو پھر یہ مطالبہ حضرت مرزا صاحب کے لئے کیوں پیش کیا جاتا ہے۔ لیکن افسوس تو یہ ہے کہ یہ لوگ نہیں سمجھتے کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔ اور ہمارا وار کہاں پڑتا ہے۔ کیسا نادان ہے وہ شخص جو کسی کو تیر مارے اور سامنے اس کا اپنا باپ کھڑا ہو۔ مگر وہ یہ خیال نہ کرے کہ اگر میں نے تیر مارا۔ تو پہلے میرے باپ کو چھید یگا ۔ اور پھر کہیں اس تک پہنچے گا۔ یہ لوگ بھی ایسے ہی ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ ہمارا حملہ حضرت مسیح موعود پر نہیں ہے۔ بلکہ حضرت ابراہیم حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسی باتیں پیش کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود نے بار بار لکھا ہے کہ کئی نبی ایسے ہوئے ہیں جو کوئی کتاب نہیں لائے۔ لیکن ہم سے یہی مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ مرزا صاحب کی کتاب بتاؤ۔ ورنہ وہ نبی نہیں ہو سکتے۔ انہوں

نے سمجھا ہی نہیں کہ خدا تعالیٰ کی کوئی کتاب دُنیا میں کیوں آتی ہے۔ کتاب تو اس وقت آتی ہے جبکہ پہلی شریعت کے احکام مٹ چکے ہوں۔ یا ایسے مسخ ہو چکے ہوں۔ کہ ان کا معلوم کرنا مشکل ہو گیا ہو۔ لیکن جب پہلی شریعت موجود ہو۔ اور اس کے احکام میں بھی کوئی نقص نہ واقعہ ہو گیا ہو تو پھر کسی اور کتاب کے آنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ نبوت خدا تعالیٰ کا ایک فضل ہوتا ہے اس کے لئے ضروری نہیں۔ کہ نبی وہی ہو جس کو شریعت بھی دی جائے۔ ... ...

... ... جس طرح دُنیا کے بادشاہوں نے اپنے وزراء اور اُمراء کے لئے درجے مقرر کر کے نام رکھے ہوتے ہیں۔ اسی طرح خدا تعالےٰ نے بھی اپنے مقربین کے لئے نام تجویز فرمائے ہوئے ہیں اور وہ نام یہ ہیں۔ نبی۔ صدیق۔ شہید۔ اور صلحٰ ان میں سے نبی ایک خاص درجہ ہے۔ اور جو یہ نام پا جاتا ہے وہ خدا تعالےٰ کے خاص الخاص انسانوں میں سے ہو جاتا ہے۔ جس طرح بادشاہوں کے بھی کچھ لوگ مقرب ہوتے ہیں۔ جن سے وہ اپنے راز کی باتیں کرتے اور بڑے بڑے امور کی ان کو پیش از وقت اطلاع دے دیتے ہیں۔ اسی طرح خدا تعالیٰ جن کو اپنے راز کی باتیں بتاتا اور آیندہ ہونے والے امور کی اطلاع بخشتا ہے وہ نبی ہوتے ہیں۔ نبی ہونا خدا تعالےٰ کے قرب کا آخری درجہ پانا ہے۔ اور امور غیبیہ پر کثرت سے اطلاع پانا نبی ہونے کی علامت ہے۔ جس طرح بادشاہ جب اپنے کسی خاص آدمی سے مشورہ کرتا۔ اور اس سے اپنے راز کی باتیں کہتا ہے تو لوگ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ بادشاہ کا خاص وزیر ہے۔ اسی طرح جب ایک انسان خدا تعالےٰ سے غیب کی خبریں پا کر لوگوں کو بتاتا ہے اور وہ پوری ہو جاتی ہیں تو وہ جان جاتے ہیں کہ یہ کسی انسان کا کام نہیں کہ غیب کی خبریں بتائے۔ اس لئے یہ خود بات بناتا ہے۔ خدا ہی کی بتائی ہوئی بتاتا ہے۔ پس یہ خدا کا نبی ہے +

جو شخص یہ کہتا ہے کہ نبی کے لئے کتاب کا لانا ضروری ہے۔ وہ تاریخ کا انکار کرتا ہے اور اسے ہندوؤں۔ یہودیوں اور عیسائیوں کے بہت سے انبیا کو رد کرنا پڑے گا۔ کیونکہ ان میں ایسے نبی آئے ہیں جو کوئی کتاب نہیں لائے۔ اور اگر کتاب سے الہامات کا مجموعہ مُراد ہے تو ایسی کتاب تو حضرت مسیح موعود بھی لائے ہیں دُور جانے کی ضرورت نہیں + پیغامیوں میں سے ہی ایک شخص نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات کا مجموعہ تین جلدوں میں شائع کیا ہے +

حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو اپنے متعلق لکھتے ہیں کہ :-

"خدا نے اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ میں اس کی طرف سے ہوں۔ اس قدر نشان دکھلائے ہیں۔ کہ اگر وہ ہزار نبی پر بھی تقسیم کئے جائیں۔ تو ان کی بھی ان سے نبوت ثابت ہو سکتی ہے لیکن چونکہ یہ آخری زمانہ تھا۔ اور شیطان کا مع اپنی تمام ذریت کے آخری حملہ تھا۔ اس لئے خدا نے شیطان کو شکست دینے کے لئے ہزارہا نشان ایک جگہ جمع کر دیئے" (چشمہ معرفت صـ۳۱۷)

لیکن کتنے تعجب کی بات ہے کہ ایک ایسا انسان جس پر اتنے نشانات اُترے کہ ان سے ہزاروں نبیوں کی نبوت ثابت ہو سکتی ہے۔ وہ خود نبی نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ان لوگوں نے یہ سب باتیں اپنے پاس سے بنالی ہیں۔ اور انھوں نے خدا تعالےٰ کی قدر کو نہیں سمجھا۔ خدا تعالیٰ کافروں کی نسبت قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ یعنی انھوں نے خدا تعالیٰ کی قدر کو نہیں سمجھا۔ اور یہ سمجھ لیا ہے کہ خدا کے خزانے ختم ہو گئے۔ اس لئے کسی کو کچھ نہیں دے سکتا۔ اسی طرح یہ کہتے ہیں کہ خواہ کتنا ہی زہد اور اتقا میں بڑھ جائے۔ پرہیزگاری اور تقویٰ میں کئی نبیوں سے آگے گذر جائے۔ معرفت الٰہی کتنی ہی حاصل کرلے۔ لیکن خدا اس کو کبھی نبی نہیں بنائے گا۔ اور کبھی نہیں بنائے گا۔ ان کا یہ سمجھنا خدا تعالیٰ کی قدر کو ہی نہ سمجھنے کی وجہ سے ہے۔ ورنہ ایک نبی کیا۔ میں تو کہتا ہوں ہزاروں نبی ہونگے۔ اور ایک ایسا انسان جو اس درجہ کو پہنچ جاتا ہے جو حضرت یحییٰ اور یوحنا وغیرہ انبیا کا تھا۔ وہ نبی بن سکتا ہے۔ وہ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کے متعلق کہتے ہیں۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ اب بھی نبی بن سکتا ہے۔ دنیا میں جب ضلالت اور گمراہی اور بے دینی پھیل سکتی ہے تو نبی کیوں نہیں آسکتا۔ جس جس وقت ضلالت اور گمراہی پھیلتی رہی ہے اور لوگ خدا تعالےٰ کو بھلا دیتے رہے ہیں۔ اور فسق و فجور میں پھنس جاتے رہے ہیں۔ اسی وقت نبی آتا رہا ہے۔ اسی طرح اب بھی جب ایسا ہوگا کہ دُنیا خدا تعالیٰ کو چھوڑ دے گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھلا دے گی اور گند اور پلیدیوں میں مبتلا ہو جائے گی۔ اس وقت نبی آئے گا۔ اور ضرور آئے گا۔ لیکن وہ کوئی اور شریعت نہیں لائے گا۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی شریعت کو پھیلائے گا۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ کہ کوئی نبی آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی اور شریعت لائے۔ کیونکہ آپ کی

شریعت قیامت تک کے لئے ہے۔ اس لئے جو نبی بھی آئے گا۔ اسی کے اندر آئے گا۔ اور اسی کو آکر پھیلائے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد اس لئے شریعت لیکر آئے کہ ان کی لائی ہوئی شریعت باقی نہ رہی تھی۔ یعنی ان کی لائی ہوئی شریعت کو لوگوں نے اس طرح بگاڑ دیا تھا۔ کہ کوئی اس پر عمل کر کے خدا تعالےٰ تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ پس ان کی شریعت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹا دیا۔ اور ان کی شریعت میں جو نقص پیدا ہو گئے تھے ان کو دُور کر دیا۔ اور دُنیا کے سامنے ایک ایسی شریعت پیش کی۔ جس میں کبھی نقص نہیں آسکتا۔ غرض نئی شریعت کی ضرورت پہلی شریعت کے خراب ہو جانے یا ضائع ہو جانے یا نئی ضروریات پیدا ہو جانے پر ہوتی ہے اور اگر کوئی شریعت ایسی آجائے کہ اس میں یہ تینوں نقص پیدا نہ ہوں تو اس کے بعد کسی جدید شریعت کی ضرورت نہ رہے گی چنانچہ قرآن کریم ایسی ہی کتاب ہے جس میں کامل شریعت آئی ہے اور جو ہر ایک نقص سے محفوظ ہے۔ پس اس کے بعد کوئی شریعت نہیں لیکن نبی کی ضرورت کو کامل شریعت نہیں روک سکتی +

اور اگر کوئی شخص کہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی نہیں آسکتا۔ تو میں کہتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں آئے کیا نبی کریمؐ کی نبوت اور آپ کی حکومت ختم ہو گئی ہے کہ کہا جائے کہ مرزا صاحب آپ کے بعد آئے ہیں مرزا صاحب کی نبوت تو نبی کریم کی نبوت کے اندر ہے۔ کیا اندر کی چیز کو باہر کی کہا جاتا ہے۔ مثلاً ایک مکان میں کچھ آدمی بیٹھے ہوں تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ یہ مکان سے باہر ہیں۔ بلکہ یہی کہینگے کہ مکان کے اندر ہیں۔ پس جب حضرت مرزا صاحب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر ہیں۔ تو پھر انہیں بعد میں آنے والا کیوں قرار دیا جائے +

آنحضرت صلعم کی ہتک نہیں بلکہ عزت ہے

ہمارے مخالفین کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کا آنا خواہ وہ آپ کے فیض سے ہی کیوں نہ نبی بنے آپ کی ہتک ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ ان لوگوں کا یہ کہنا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہے۔ کیونکہ نبوت تو خدا تعالیٰ کی رحمت ہے جو وہ اپنے بندوں پر نازل کیا کرتا ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم وہ رسول ہیں جو سارے جہان کے

لئے رحمت ہو کر آئے تھے۔ لیکن آپ کے آنے پر کہا جاتا ہے کہ اب خدا تعالےٰ نے وہ سارے فیض بند کر دیئے ہیں۔ جو آپ سے پہلے اپنے بندوں پر کیا کرتا تھا۔ آپ سے پہلے تو نبی پر نبی بھیجتا تھا۔ جو اس کی طرف گرتا اُسے اُٹھاتا تھا۔ جو اس کی طرف جھکتا۔ اسے پکڑتا تھا۔ جو اس کے آگے گڑگڑاتا۔ اسے چپ کراتا تھا۔ اور جو اس کی پوری پوری اطاعت اور فرمانبرداری کرتا۔ اُسے نبی بناتا تھا۔ لیکن (نعوذ باللہ) اب ایسا بخیل ہو گیا ہے کہ خواہ کوئی کتنا ہی روئے چلائے۔ اور کتنے ہی اعمال صالحہ کرے۔ اُس نے کہدیا ہے کہ اب میں کسی کو مُنہ نہیں لگاؤنگا۔ اور اگر لگاؤں گا تو ادنیٰ درجہ پر رکھوں گا۔ پورا نبی کبھی نہیں بناؤں گا +

اب بتاؤ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ہتک ہے کہ آپ کی اُمت سے کوئی نبی نہیں بن سکتا۔ یا یہ کہ آپ کے فیض سے آپ کی اُمت میں سے بھی نبی بن سکتا ہے۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ ایک انسان جو تمام جہان کے لئے رحمت اور فضل ہو کر آتا ہے۔ اس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ اس نے آکر خدا تعالےٰ تک پہنچنے کی تمام راہوں کو بند کر دیا ہے۔ اور آیندہ نبوت تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ لیکن میں کہتا ہوں۔ نبوت رحمت ہے یا زحمت۔ اگر رحمت ہے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بند کیوں ہو گئی۔ آپ کے بعد تو زیادہ ہونی چاہیئے تھی آپ تو ایک بہت بڑے درجہ کے نبی تھے۔ اس لئے آپ کے بعد جو نبی آتا۔ وہ بھی بڑے درجہ کا ہونا چاہیئے تھا۔ نہ یہ کہ کوئی نبی ہی نہ بن سکتا +

دیکھو! دُنیا میں مدرسے ہوتے ہیں۔ لیکن کسی مدرسہ والے یہ اعلان نہیں کرتے۔ کہ ہمارے مدرسہ میں اپنے لڑکوں کو بھیجو۔ کیونکہ ہمارے مدرسہ کے اُستاد ایسے لائق ہیں کہ ان کے پڑھائے ہوئے لڑکے ادنیٰ درجہ پر ہی پاس ہوتے ہیں۔ لیکن کتنے تعجب کی بات ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بلند ثابت کرنے کے لئے کہا جاتا ہے۔ کہ چونکہ آپ کے شاگرد ادنیٰ درجہ پر پاس ہوتے ہیں۔ اس لئے آپ کی بڑی شان ہے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پر یہ ایک ایسا زبردست حملہ ہے کہ جو ابھی تک کسی عیسائی یا آریہ نے بھی نہیں کیا۔ کیونکہ وہ درحقیقت آپ سے دشمنی رکھتے ہیں اور آپ کو رحمت نہیں بلکہ زحمت سمجھتے ہیں لیکن یہ آپ کو رحمت سمجھ کر پھر یہ درجہ دیتے ہیں۔ اور وہ جو دوسروں کے درجہ کو بڑھانے آیا تھا۔

اس کے درجہ کو گھٹاتے ہیں۔ مگر ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ہتک کو ایک منٹ کے لئے بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم حضرت مرزا صاحب کو نبی کہینگے تو لوگ ہماری مخالفت کرینگے۔ اور ہمیں دکھ دینگے۔ میں کہتا ہوں۔ حضرت مرزا صاحب کو نبی نہ کہنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت ہتک ہے۔ جس کو ہم کسی مخالفت کی وجہ سے برداشت نہیں کر سکتے۔ وہ تو مخالفت سے ڈراتے ہیں۔ لیکن اگر میری گردن کے دونوں طرف تلوار بھی رکھ دی جائے۔ اور مجھے کہا جائے کہ تم یہ کہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ تو میں اُسے کہوں گا۔ تو جھوٹا ہے۔ کذاب ہے۔ آپ کے بعد نبی آسکتے ہیں اور ضرور آسکتے ہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ہی ایسی ہے کہ آپ کے ذریعہ سے نبوت حاصل ہو سکتی ہے۔ آپ نے رحمۃ للعالمین ہو کر رحمت کے دروازے کھول دیئے ہیں اس لئے اب ایک انسان ایسا نبی ہو سکتا ہے۔ جو کئی پہلے انبیا سے بھی بڑا ہو مگر اس صورت میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہو +

ہمارے لئے کتنی عزت کی بات ہے کہ قیامت کے دن تمام نبی اپنی اپنی اُمتوں کو لے کر کھڑے ہونگے اور ہم کہینگے کہ ہمارے نبی کی وہ شان ہے کہ آپ کا غلام ہی ہمارا نبی ہے۔ لیکن مسلمان کہتے ہیں کہ ہمارے لئے وہی مسیح آئے گا۔ جو بنی اسرائیل کے لئے آیا تھا۔ اگر وہی آیا۔ تو یہ قیامت کے دن کیا کہینگے۔ کہ ہمارے نبی آنحضرت صلعم کی وہ شان ہے کہ آپ کی اُمت کی اصلاح کے لئے بنی اسرائیل کا ہی ایک نبی آیا تھا۔ اس بات کو سوچو اور غور کرو کہ آنحضرت صلعم کی ہتک تم کر رہے یا ہم۔ آنحضرت صلعم کی اسی میں عزت ہے کہ آپ کی اُمت میں سے کسی کو نبی کا درجہ ملے نہ کہ بنی اسرائیل کا کوئی نبی آپ کی اُمت کی اصلاح کے لئے آئے۔ حضرت مسیح موعود نے اسی لئے فرمایا۔ کہ:۔ ؎ ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو + اس سے بہتر غلام احمد ہے

یعنی ابن مریم کا تم کیوں انتظار کر رہے ہو۔ مجھے دیکھو کہ میں احمد کا غلام ہو کر اس سے بڑھ کر ہوں کوئی کہے۔ کہ اس شعر میں مرزا صاحب کہتے ہیں کہ میں غلام احمد ہوں۔ اس لئے آپ کا یہی نام ہوا میں کہتا ہوں۔ کون مسلمان ہے جو اپنے آپ کو غلام احمد نہیں کہتا۔ ہر ایک سچا مسلمان اور مومن یہی کہے گا کہ میں احمد کا غلام ہوں۔ اسی طرح حضرت صاحب نے فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ ایک اور

جگہ فرماتے ہیں :-

کرامت گرچہ بے نام و نشان است + بیا بنگر ز غلمانِ محمدؐ

اب اس شعر سے کوئی احمق ہی یہ نتیجہ نکالے گا- کہ جس شخص کا نام غلام محمد ہو وہ کرامت دکھا سکتا ہے پس پہلے شعر میں صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک غلام مسیح سے بہتر ہو سکتا ہے +

غرض کہا جاتا ہے کہ اگر آپ کے بعد کوئی نبی نہ آئے تو اس طرح آپ کی تعریف ہوتی ہے لیکن یہ عجیب تعریف ہے- مثلاً ایک مدرس کی یوں تعریف کی جائے کہ اس کے پڑھائے ہوئے لڑکے کبھی پاس نہیں ہوتے بلکہ فیل ہی ہوتے ہیں- اور اگر پاس بھی ہوتے ہیں تو بہت ادنیٰ درجہ پر- کیا یہ اس کی تعریف ہوگی- اور اس سے اس کی عزت بڑھے گی- یہ تو اس پر ایک بہت بڑا حملہ ہوگا- اسی طرح مسلمان کہتے ہیں کہ بیشک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کے سردار ہیں- تمام سے بلند درجہ رکھتے ہیں- اور تمام سے کمالات میں بڑھے ہوئے ہیں- لیکن اس کا ثبوت یہ دیتے ہیں کہ آپ کے شاگرد کبھی اعلیٰ درجہ نہیں پاتے- اور اس طرح رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی سخت ہتک کرتے ہیں- لیکن باوجود اس کے ہم پر الزام دیتے ہیں کہ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرتے ہو- کیا یہ ان کے زبانی دعوے نہیں- وہ مُنہ سے تو کہتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کرتے ہیں- لیکن درحقیقت وہ آپ کی ہتک کر رہے ہیں- اور وہ جو رحمۃ للعالمین ہے اس کو عذاب للعالمین ثابت کرتے ہیں- ہمیں اس بات کا فخر ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی عزت اور تعریف کرتے ہیں- اور ہم عیسائیوں کو کہہ سکتے ہیں- کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ عزت ہے کہ اُس کا غلام بھی تمہارے نبیوں سے بڑھ کر ہے- لیکن دوسرے لوگوں کو یہ فخر حاصل نہیں ہے- بھلا بتلاؤ- ایک بادشاہ کا درجہ بڑا ہوتا ہے یا شہنشاہ کا- ہر ایک جانتا ہے کہ شہنشاہ کا درجہ بڑا ہوتا ہے- تو رسول اللہ کی نسبت خیال کرو کہ ہم آپ کی یہ شان بیان کرتے ہیں کہ آپ کی غلامی میں نبی آئینگے تو اس کے یہ معنی ہوئے- کہ دوسرے تمام نبی بادشاہ کی مانند ہیں- اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہنشاہ- کیونکہ آپ کے فیض سے نبی بن سکتے ہیں- یہی تو آپ کی عزت ہے- جو خدا تعالےٰ نے خاتم النبیین کے الفاظ میں بیان

فرمائی ہے۔ آپ انبیا کی مُہر ہیں۔ جس پر آپ کی مُہر لگی۔ وہی نبی ہوگا +

اس مسئلہ کے متعلق خدا تعالےٰ کے فضل سے بہت سے دلائل دیئے جا سکتے ہیں لیکن اس وقت بیان کرنے کا موقعہ نہیں مگر یہ بات خوب یاد رکھو کہ یہ ماننا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے آپ کے بعد نبی ہو سکتا ہے آپ کی ہتک نہیں بلکہ عزت ہے۔ اور یہ آپ پر حملہ نہیں۔ بلکہ آپ کی شان کو بلند کرنا ہے۔ ہاں یہ کہنا ہتک ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا یہ ایک حیرانی کی بات ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جو رسول آئے۔ ان کے ماننے والوں نے ان کو وہ درجہ دے دیا۔ جو خدا تعالےٰ نے ان کو نہ دیا تھا۔ لیکن آج ایسے بدبخت ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلعم کو مانتے ہیں۔ مگر آپ کو خدا تعالےٰ نے جو درجہ دیا تھا وہ بھی چھین لینا چاہتے ہیں۔ مسئلہ رسالت کے متعلق میں اس وقت اسی قدر کہنا کافی سمجھتا ہوں۔ اور اب دوسرے امور کی طرف متوجہ ہوتا ہوں جو آپ لوگوں کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اور وہ بھی بہت ضروری ہیں۔ نبوت کے مسئلہ کے متعلق تو بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور ابھی اور بھی لکھا جائے گا۔ اور جب تک خدا تعالےٰ اس روک کو ہمارے رستہ سے دُور نہ کر دے گا۔ لکھا ہی جائے گا۔ لیکن ہمیں اس بات کا بہت افسوس ہے۔ کہ ہم تو دشمنانِ اسلام پر حملہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر پیچھے گھر سے ہی ڈنڈا لیکر مارنے والے کھڑے ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پہلے ہم سے لڑلو۔ تو پھر کسی اور سے لڑنا۔ گو ہم مانتے ہیں کہ ان کا یہ سلوک ہمارے ہی گناہوں کا نتیجہ ہے تاہم وہ دن قریب آگئے ہیں۔ جبکہ ہمارے راستہ میں کوئی روک نہیں ہوگی۔ اور ہم خدا کے دین کو آسانی سے پھیلاتے جائیں گے +

تحصیل علم

تیسری بات جو میں بیان کرنا چاہتا ہوں۔ وہ علم کا پڑھنا ہے۔ علم اور جہالت میں بہت بڑا فرق ہے۔ جس طرح ایک اندھے اور سوجاکھے میں فرق ہے۔ اسی طرح عالم اور جاہل میں فرق ہے۔ جس طرح ایک اندھا نہیں جانتا کہ میں نجاست میں ہاتھ ڈال رہا ہوں یا کسی لذیذ اور مزیدار

کھاتے ہیں۔ سانپ پکڑ رہا ہوں یا کوئی نہایت نرم اور ملائم چیز۔ اسی طرح جہالت کی وجہ سے انسان بہت بُری بُری حرکتیں کرتا ہے اور نہیں سمجھتا کہ میں کیا کر رہا ہوں۔ اس لئے تباہ ہو جاتا ہے۔ دیکھو وہ لوگ جنہوں نے جہالت کی وجہ سے خدا تعالیٰ کو نہ سمجھا۔ وہ خدا اور انسان میں فرق نہ کر سکے۔ پھر کیا تم ان لوگوں کو نہیں دیکھتے جو خود پتھر تراشتے ہیں اور خود ہی ان کے آگے گرتے اور سجدہ کرتے ہیں۔ پھر ایسے بھی فرقے ہیں جو جہالت میں اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ عورتوں کو ننگا کر کے ان کی شرمگاہوں کی پرستش کرتے ہیں، اور اس کو بہت بڑی عبادت سمجھتے ہیں۔ پھر ایسے بھی ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ اگر کوئی اپنی ماں سے زنا کرلے۔ تو وہ سیدھا بہشت میں چلا جاتا ہے۔ البتہ اس میں وہ ایک شرط بتلاتے ہیں کہ انسان ایسا کر کے پھر اس کو مخفی رکھے اور کسی کو اس کا پتہ نہ لگنے دے۔ شاید تم کو یہ سنکر تعجب ہوگا کہ کیا ایسے انسان بھی دُنیا میں ہوتے ہیں لیکن یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ لاہور۔ امرتسر اور دہلی وغیرہ شہروں میں ایسے لوگ پائے جاتے ہیں۔ پھر ایسے لوگ بھی ہیں جو قبروں سے مُردوں کی لاشیں نکال کر کھانا بہت ثواب کا کام سمجھتے ہیں۔ غرض جہالت انسان کو بہت دُور پھینک دیتی ہے۔ اور جاہل انسان نہ خدا کو پا سکتا ہے اور نہ دُنیا حاصل کر سکتا ہے نہ تمدن میں بڑھ سکتا ہے نہ تجارت میں فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔ پس علم کو حاصل کرنا اور جہالت سے نکلنا بہت ضروری ہے۔ ہماری جماعت تو خدا تعالیٰ کی پیاری جماعت ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی جماعت کے مشابہ ہے کیونکہ قرآن شریف میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم اُس قوم کے وارث ہو جن کے اہلِ قوم شر اور فساد میں سب سے بڑھے ہوئے تھے۔ ڈاکہ۔ چوری۔ راہزنی میں مشہور عام تھے۔ فسق و فجور میں لاثانی تھے۔ انسان کا قتل کر دینا ان کے لئے کوئی بات ہی نہ تھی۔ ماؤں سے شادی کر لیتے تھے۔ علم و تہذیب سے بالکل ناآشنا تھے۔ غرضکہ ہر ایک قسم کی خرابی اور جہالت میں گرفتار تھے۔ لیکن ان میں سے نکل کر ان لوگوں نے ایسا پلٹا کھایا۔ کہ یا تو جاہل تھے۔ یا تمام دُنیا کے اُستاد بن گئے۔ اور ایسے اُستاد بنے کہ اس زمانہ کے جو عالم تھے ان سے اقرار کرایا۔ کہ ہم جاہل ہیں۔ اور یا تو فسق و فجور میں مبتلا تھے۔ یا خدا رسیدہ اور خدا نما ہو گئے۔ اور یہ وہ قوم تھی جو تھوڑے سے عرصہ میں بجلی کی طرح کوند کر جہاں

گرتی وہاں کی سب چیزوں کو بھسم کر دیتی۔ اور ایسی مہذب بنی کہ تمام دُنیا کے مہذبوں کو اس کے سامنے زانوئے ادب خم کرنا پڑا۔ پھر ان میں وہ قدرت اور روشنی پیدا ہو گئی۔ کہ بہت دُور دُور کی چیزوں تک ان کی نظر پہنچتی۔ اور خدا تعالیٰ کی معرفت کے باریک در باریک راز پا گئی۔ اور ایک ایسی قوم بن گئی۔ کہ دُنیا کی کوئی قوم اس سے مقابلہ نہ کر سکی۔ کیا یہ تعجب کی بات نہیں۔ کہ اونٹوں کے چرانے والا ایک شخص عظیم الشان بادشاہ بن گیا۔ اور صرف دُنیاوی بادشاہ نہیں بلکہ رُوحانی بھی۔ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے جو ابتدائے عمر میں اونٹ چرایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ حج کو گئے۔ تو راستہ میں ایک مقام پر کھڑے ہو گئے۔ دُھوپ بہت سخت تھی۔ جس سے لوگوں کو بہت تکلیف ہوئی۔ لیکن کوئی یہ کہنے کی جرأت نہ کرتا۔ کہ آپ یہاں کیوں کھڑے ہیں۔ آخر ایک صحابی کو جو حضرت عمرؓ کے بڑے دوست تھے۔ اور جن سے آپ فتنہ کے متعلق پوچھا کرتے تھے لوگوں نے کہا کہ آپ ان سے پوچھیں کہ یہاں کیوں کھڑے ہیں۔ انھوں نے حضرت عمرؓ سے عرض کیا کہ آگے چلیے یہاں کیوں کھڑے ہو گئے ہیں۔ فرمایا کہ میں یہاں اس لئے کھڑا ہوا ہوں کہ ایک دفعہ میں اونٹ چرانے کی وجہ سے تھک کر اس درخت کے نیچے لیٹ گیا تھا۔ میرا باپ آیا۔ اور اُس نے مجھے مارا۔ کہ کیا تجھے اس لئے بھیجا تھا کہ وہاں جا کر سو رہنا۔ تو ایک وقت میں میری یہ حالت تھی۔ لیکن میں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو قبول کیا۔ تو خدا تعالےٰ نے مجھے یہ درجہ دیا۔ کہ آج اگر لاکھوں آدمیوں کو کہوں تو وہ میری جگہ جان دینے کے لئے تیار ہیں۔ اس واقعہ سے اور نیز اس قسم کے اور بہت سے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کس حالت میں تھے اور رسول کریمؐ کی اتباع سے ان کی کیا حالت ہو گئی۔ اور انھوں نے وہ درجہ اور علم پایا جو کسی کو حاصل نہ تھا۔ یہ قصہ میں نے اس لئے سُنایا ہے کہ دیکھو ایک اونٹ چرانے والے کو دین اور دُنیا کے وہ علم سکھائے گئے جو کسی کو سمجھ نہیں آ سکتے۔ ایک طرف اونٹ یا بکریاں چرانے کی حالت کو دیکھو کہ کیسی علم سے دُور معلوم ہوتی ہے۔ اور دوسری طرف اس بات پر غور کرو۔ کہ اب بھی جبکہ یورپ کے لوگ ملک داری کے قوانین سے نہایت واقف اور آگاہ ہیں۔ حضرت عمرؓ کے بنائے ہوئے قانون کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ایک اونٹ کا چرواہا اور سلطنت کیا تعلق رکھتے ہیں لیکن

دیکھو کہ انھوں نے وہ کچھ کیا۔ کہ آج دُنیا ان کے آگے سر جھکاتی اور ان کی سیاست دانی کی تعریف کرتی ہے۔ پھر دیکھو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک معمولی تاجر تھے۔ لیکن اب دُنیا حیران ہے کہ ان کو یہ فہم یہ عقل اور یہ فکر کہاں سے مل گیا۔ میں بتاتا ہوں کہ ان کو قرآن شریف سے سب کچھ ملا۔ انھوں نے قرآن شریف پر غور کیا۔ اس لئے ان کو وہ کچھ آگیا جو تمام دُنیا کو نہ آتا تھا کیونکہ قرآن شریف ایک ایسا ہتھیار ہے کہ جب اس کے ساتھ دل کو صیقل کیا جائے تو ایسا صاف ہو جاتا ہے کہ تمام دُنیا کے علوم اس میں نظر آجاتے ہیں اور انسان پر ایک ایسا دروازہ کھلتا ہے کہ پھر کسی کے روکے وہ علوم جو اس کے دل پر نازل کئے جاتے ہیں نہیں رُک سکتے۔ پس ہر ایک انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ قرآن کو پڑھنے اور غور کرنے کی کوشش کرے۔ دیکھو دُنیا کے علوم کے لئے کس قدر محنت اور روپیہ خرچ کیا جاتا ہے۔ آپ لوگ خوب جانتے ہیں کہ بچوں کی پڑھائی کے لئے کس قدر روپیہ خرچ کر کے ان کو اس محنت اور مشقت پر لگایا جاتا ہے۔ جب دُنیا کے علم کے لئے اس قدر کوشش کی جاتی ہے۔ تو دین کے علم کے لئے کتنی کوشش کرنے کی ضرورت ہے خدا تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ عالم اور جاہل برابر نہیں ہو سکتے جیسا کہ فرمایا قل هل يستوى الذين يعلمون والذين لا يعلمون (۳۹-۱۰)۔ کہہ دے کہ کیا وہ لوگ جو علم رکھتے ہیں ان کے برابر ہو سکتے ہیں جو علم سے بے بہرہ ہیں یعنے یہ دونوں ہرگز برابر نہیں ہو سکتے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ عالم جو عابد ہو وہ جاہل عابد سے بڑھ کر ہوتا ہے جیسا کہ فرمایا فضل العالم على العابد كفضلى على ادناكم یعنے عالم (جو عابد بھی ہو) کو عابد (جو عالم نہ ہو) پر اسی قدر فضیلت ہے جس قدر کہ مجھے تم میں سے ادنیٰ سے ادنیٰ انسان پر فضیلت ہے +

ہماری جماعت جس نے خدا تعالےٰ کے ایک نبی کے ہاتھ پر دین کو دُنیا پر مقدم کرنے کا عہد کیا ہے۔ میں اس سے پوچھتا ہوں کہ کیا اسے قرآن شریف کے پڑھنے کے لئے کوشش کرنی چاہیئے یا نہیں۔ اس وقت دُنیا کے علوم سیکھنے میں جو قومیں لگی ہوئی ہیں ان کو دیکھو وہ کس طرح رات دن ان علوم کے سیکھنے میں صرف کرتی ہیں بعض لوگوں کا یہ حال پڑھا ہے کہ انھوں نے بعض زبانیں بڑی بڑی عمروں میں سیکھی ہیں چنانچہ ایک انگریز کی نسبت لکھتے ہیں کہ اس نے

ستر سال کی عمر میں لاطینی زبان سیکھنے کی طرف توجہ کی اور خوب اچھی طرح سے اسے سیکھ لیا
پھر آپ لوگ جو دین کی خدمت کے لئے اور قرب الٰہی کے حاصل کرنے کے لئے کمربستہ ہوئے ہیں
آپ کو اس قانون کے سیکھنے کی طرف کس قدر توجہ کرنی چاہیئے۔ مگر غور تو کرو کہ تم میں سے
کتنے ہیں جنہوں نے اتنی عمر میں قرآن شریف کے پڑھنے کی کوشش کی ہے۔ قرآن شریف تو
وہ کتاب ہے جس میں ایسی ایسی باتیں ہیں کہ اگر ہم ان سے واقف ہو جائیں۔ تو اس دُنیا
میں بھی سکھ پا سکتے ہیں۔ اور اگلے جہان میں بھی آرام سے رہ سکتے ہیں۔ پس کیسا غافل ہے
وہ انسان جو اپنے پاس خدا تعالےٰ کی کتاب کے ہوتے ہوئے اس کو نہ پڑھے۔ دُنیا میں اگر
کسی کے نام چھوٹی سے چھوٹی عدالت کا سمن آئے تو اس کو بڑی توجہ سے پڑھتا ہے اور جو خود
نہ پڑھ سکتا ہو وہ ادھر اُدھر گھبرایا ہوا پھرتا ہے۔ کہ کوئی پڑھا ہوا ملے۔ تو اس سے پڑھاؤں۔
اور سنوں کہ اس میں کیا لکھا ہے۔ اور جب تک پڑھا نہ لیے اِسے صبر نہیں آتا۔ پھر اگر
کسی کا خط آئے۔ تو ان پڑھ چار چار پانچ پانچ دفعہ پڑھاتے پھرتے ہیں۔ اور پھر بھی ان کی تسلی نہیں
ہوتی۔ لیکن تعجب ہے کہ خدا تعالےٰ کی طرف سے خط آیا ہے (کتاب کے معنے خط کے
بھی ہیں) اس کو پڑھنے یا پڑھوا کر سُننے کی طرف کسی کو توجہ نہیں ہوتی کتنے افسوس کی بات
ہے۔ کہ قرآن شریف ایسا خط اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ڈاکیہ۔ اور خدا تعالیٰ جیسا
خط بھیجنے والا۔ لیکن دُنیا اور غافل دُنیا نے اس کی کچھ قدر نہ کی۔ ایک سات روپیہ کا چٹھی رساں
اگر خط لاتا ہے تو پڑھتے پڑھاتے پھرتے ہیں لیکن خاتم الانبیاء کی لائی ہوئی کتاب کو نہیں پڑھتے
ایک پیسہ کے کارڈ کی عزت کرتے ہیں۔ مگر خدا تعالےٰ کی بھیجی ہوئی کتاب کی نہیں کرتے۔ کیا
قرآن شریف کی قدر ایک پیسہ کے کارڈ کے برابر بھی نہیں ہے۔ پھر کیوں اس کی طرف توجہ نہیں
کی جاتی۔ بیشک تم دُنیا کے کام کرو۔ لیکن تمہارا یہ بھی کام ہے کہ قرآن شریف کے سیکھنے کی
کوشش کرو۔ قرآن شریف میں وہ حکمت اور وہ معرفت ہے کہ اگر انسان اس پر غور کرے تو
حیران ہو جائے۔ میں تو قرآن شریف کی ایک ایک زیر اور زبر پر حیران ہو ہو جاتا ہوں۔ قرآن شریف
میں بظاہر ایک لفظ ہوتا ہے لیکن بڑے بڑے مضامین ادا کرتا ہے۔ قرآن شریف کوئی ایسی
کتاب نہیں ہے کہ انسان اس کی طرف سے مُنہ موڑ لے اور توجہ نہ کرے۔ خصوصاً ہماری جماعت

کا فرض ہے کہ قرآن شریف کو سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔ اس کے سیکھنے کے بہت سے طریق ہیں۔ ہماری جماعت پر خدا تعالیٰ کے بڑے فضل ہیں کہ سینکڑوں آدمی ایسے ہیں۔ جو قرآن شریف کے معنے جانتے ہیں اور دوسروں کو پڑھا سکتے ہیں۔ غیر احمدیوں نے تو قرآن شریف کو بالکل بھلا دیا ہے اس لئے وہ کچھ نہیں جانتے بلکہ ان کی یہ حالت ہو گئی ہے کہ قرآن شریف کے معنے بلا مدد تفاسیر کے کرنے کفر سمجھتے ہیں۔ چنانچہ ایک شخص نے مجھے ایک واقعہ سنایا کہ ایک احمدی کچھ لوگوں کو قرآن سنایا کرتا تھا۔ ایک دن خطبہ میں اس نے قرآن شریف پڑھ کر مطلب بیان کیا۔ تو ایک شخص کہنے لگا کہ یہ باتیں تو بڑی اچھی کرتا ہے لیکن ہے کافر۔ اس کا کیا حق ہے کہ قرآن شریف کے معنے کرے۔ اسے تو چاہیئے تھا بیضاوی دیکھتا۔ تفسیر کبیر پڑھتا۔ یہ قرآن شریف کے معنے اپنے پاس سے کیوں کر رہا ہے۔ یہ ہے غیر احمدیوں کی حالت۔ یہی ہیں وہ لوگ۔ جن کی نسبت قرآن شریف میں آیا ہے۔ وَقَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ مَھْجُوْرًا۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ سے کہینگے کہ اے میرے رب اس میری اُمت نے اس قرآن کو چھوڑ دیا۔ ان کے عزیزوں کے خط آتے تو بڑے شوق اور محبت سے پڑھاتے تھے۔ لیکن قرآن جس میں تجھ تک پہنچنے کی راہیں تھیں اور تجھ سے تعلق پیدا کرنے کے طریق تھے اس کو انھوں نے نہ پڑھا باوجودیکہ پڑھانے والے ان کو پڑھاتے تھے مگر انھوں نے کوئی توجہ نہ کی۔ اور نہ پڑھا۔ پس وہ لوگ جنھوں نے ابھی تک قرآن شریف نہیں پڑھا اور اگر پڑھا ہے تو بامعنی نہیں پڑھا۔ وہ ہوشیار ہو جائیں اور پڑھنے کی فکر میں لگ جائیں کیونکہ بے علمی کی مرض بہت بری ہے۔ ایک بے علم شخص نماز پڑھتا ہے لیکن وہ نہیں جانتا کہ میں کیا پڑھ رہا ہوں۔ اسی طرح ایک جاہل انسان روزہ رکھتا ہے۔ اور سارا دن بھوکا رہتا ہے لیکن بے علمی کی وجہ سے بعض ایسی باتیں کر بیٹھتا ہے کہ جن سے روزہ کا پورا پورا ثواب اسے حاصل نہیں ہوتا۔ اسی طرح ایک شخص زکوٰۃ دیتا ہے۔ مگر کئی ایسی باتیں ترک کر دیتا ہے۔ جن کی وجہ سے وہ پورے ثواب سے محروم ہو جاتا ہے۔ ایسے آدمیوں کو اپنے اپنے اخلاص کا ثواب تو ملے گا۔ لیکن کیا ان کو ایسا ہی ثواب مل سکتا ہے جیسا ایک ایسے شخص کو ملے گا جو اپنے علم کی بنا پر اپنی عبادت کو تمام شرائط کے ساتھ بجا لاتا ہے

ہرگز نہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہر ایک انسان علم حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ تاکہ پورے ثواب کا مستحق ہو سکے۔ اور جب تک علم نہ ہو۔ یہ بات حاصل نہیں ہو سکتی۔ میں نے دیکھا ہے۔ ہماری جماعت کے بعض لوگ جو بڑے بڑے علما بنتے ہیں اور پاک ممبر کہلاتے ہیں ان میں سے ایک شخص ایسی حالت میں جرابوں پر مسح کر کے نماز پڑھتا تھا جبکہ اس کی جراب ایسی پھٹی ہوئی تھی کہ اس کی ایڑیاں بالکل ننگی ہو گئی تھیں اور وہ غریب بھی نہ تھا بلکہ اس وقت ایک معقول تنخواہ پر ملازم تھا۔ اس کی کیا وجہ تھی۔ یہی کہ وہ نہیں جانتا تھا کہ جرابوں پر مسح کرنے کی کیا شرائط ہیں۔ تو دین کے متعلق علم حاصل کرنا نہایت ضروری ہے۔ ممکن ہے کہ تم میں سے بہت سے لوگ یہ کہدیں۔ کہ ہمیں دین کی واقفیت ہے۔ غیر احمدی ہمیں مولوی کہتے ہیں اور ہم سے مسائل پوچھتے ہیں۔ اور عالم سمجھتے ہیں۔ لیکن میں کہتا ہوں۔ ان کے سمجھنے سے کیا ہوتا ہے۔ اگر خدا تعالےٰ کی نظروں میں تم عالم نہیں ہو۔ کوئی تمہیں ہزار عالم کہے۔ اگر خدا کی نظر میں تم اس کے دین کے عالم نہیں ہو تو کچھ نہیں ہو۔ خوب یاد رکھو کہ جب تک تم خدا تعالےٰ کے لئے علم نہ سیکھو۔ اور اس کی نظر میں عالم نہ ٹھہرو۔ اس وقت تک ان انعامات کے مستحق نہیں ہو سکتے جو اپنے علوم حاصل کرنے والوں کو خدا تعالیٰ دیا کرتا ہے۔ صحابہ پڑھے ہوئے لوگ نہ تھے بلکہ بعض تو ان میں سے اپنا نام بھی نہیں لکھ سکتے تھے۔ لیکن دین کی ان میں ایسی محبت تھی کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے باتیں سُنکر نہایت احتیاط سے یاد کر لیتے تھے۔ اور جو خود نہ سُنتے وہ دوسروں سے پوچھ کر حفظ کر لیتے۔ اس بات کی کوئی پروا نہ کرتے کہ اپنے سے چھوٹا بات بتا رہا ہے یا بڑا۔ اگر کسی چھوٹے کی نسبت بھی سُنتے کہ اس کو فلاں بات یاد ہے تو اس تک پہنچتے۔ اور اس سے سُنکر یاد کر لیتے۔ وہ جب تک رسول کریم کی بات سُن نہ لیتے انہیں چین نہ آتا تھا۔ لیکن ان کے لئے جو مشکلات تھیں وہ ہمارے لئے نہیں ہیں۔ خدا تعالیٰ کی ہزار ہزار رحمتیں ہوں محدثوں پر۔ کہ انھوں نے ہمارے لئے بہت سی مشکلوں کو آسان کر دیا ہے حدیثیں چھپی ہوئی موجود ہیں جن کو ہر ایک شخص خرید سکتا ہے۔ قرآن شریف کا تو خدا تعالےٰ حافظ تھا اسے کون مٹا سکتا تھا وہ موجود ہے اور اب تو چھپنے کی وجہ سے اس کا خریدنا نہایت آسان ہو گیا ہے آٹھ آنہ کو مل سکتا ہے کیا اب بھی یہ مہنگا ہے یا اس کے خریدنے میں کوئی مشکل در پیش ہے

ہرگز نہیں۔ پس آپ لوگوں کو میں نصیحت کرتا ہوں اور میرا فرض ہے کہ تمہیں نصیحت کروں۔ کیونکہ میں اگر نہ کروں تو گنہگار ہوں گا۔ کہ آپ لوگ قرآن شریف پڑھیں۔ حدیث کی کتابوں کو پڑھیں حدیثوں کے ترجمے ہو گئے ہیں۔ وہ لوگ جو عربی نہیں پڑھ سکتے وہ ترجمہ دیکھ کر پڑھ لیا کریں۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اُردو کتابیں ہیں۔ ان کو پڑھیں۔ آج ہم میں جو یہ اتنا بڑا جھگڑا پیدا ہو گیا ہے تو اس کی یہی وجہ ہے کہ کچھ لوگوں نے حضرت صاحب کی کتابوں کے پڑھنے کیطرف توجہ نہیں کی۔ اور ان کا پڑھنا ضروری نہیں سمجھا۔ اور اگر پڑھا تو اس وقت پڑھا جبکہ ان کے دل میں یہ بیٹھ چکا تھا۔ کہ اگر ہم نے غیر احمدیوں میں حضرت صاحب کا ذکر کیا تو وہ ناراض ہو جائینگے اور چندہ نہیں دینگے۔ اگر یہی لوگ پہلے پڑھتے تو کبھی گمراہ نہ ہوتے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا پڑھنا بھی نہایت ضروری ہے۔ اگر وہ لوگ بھی حضرت صاحب کی کتابیں پڑھتے تو کبھی گمراہ نہ ہوتے +

آپ لوگوں کے لئے علم پڑھنے کے کئی ذرائع ہیں۔ اوّل یہ کہ جن کو خدا تعالیٰ توفیق دے ہر مہینہ میں ایک یا دو یا تین دفعہ یہاں آئیں اور قرآن شریف پڑھیں۔ اور یہ مت خیال کریں کہ اس طرح تو بہت عرصہ میں جا کر قرآن کریم ختم ہو سکے گا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ جو شخص کسی نیک کام کا ارادہ کرلے اور اس کے کرنے سے پہلے مر جائے تو خدا تعالےٰ اس کا اجر اسی طرح دیتا ہے جس طرح کہ گویا اس نے وہ کام کر ہی لیا پس تم میں سے اگر کوئی یہ ارادہ کرے گا۔ اور خدا نخواستہ فوت ہو جائے گا تو اس کو ویسا ہی ثواب ملے گا۔ جیسا اُس شخص کو ملے گا جس نے قرآن کریم بھی ختم کر لیا۔ تم خدا کے لئے وقت نکالو۔ اور یہاں آ کر اس کے احکام سیکھو۔ اگر کوئی ملازم ہیں تو چھٹی لے کر آئیں۔ اور علم دین کو پڑھیں۔ اور جو اَن پڑھ ہیں وہ پڑھنا سیکھیں اور اگر نہیں پڑھ سکتے۔ یعنی حافظہ کمزور ہے تو دوسروں کی زبانی سُنیں۔ صحابہ میں سے ایسے لوگ بھی تھے جو بہت کچھ زبانی یاد رکھتے تھے۔ اور بلا اس کے کہ ان کو لکھنا پڑھنا آئے دین کے پورے عالم تھے اور یہ مشکل بات نہیں حافظ روشن علی صاحب نے سب علم زبانی سُنکر ہی حاصل کیا ہے اور بہت بڑے عالم ہیں۔ انھوں نے اسی طرح علم پڑھا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کتاب پڑھنے جاتے اور وہ سُنتے جاتے

اسی طرح انھوں نے سارا علم پڑھا ہے۔ پس خواہ کوئی کتنی عمر کا ہو اور اس کو لکھنا پڑھنا بھی نہ آتا ہو تب بھی اگر وہ کوشش کرے تو علمِ دین سیکھ سکتا ہے۔ یہ نے ان مشکلات کے دور کرنے کے لیے جو قرآن شریف پڑھنے والوں کو پیش آتی ہیں کچھ تدابیر کی ہیں۔ جو امید ہے انشاء اللہ مفید ثابت ہونگی۔ پہلی یہ تدبیر کی ہے کہ قرآن شریف کے پہلے پارہ کا اُردو میں ترجمہ کروا کے چھپنے کے لئے بھیجدیا ہے جو انشاء اللہ کل تک تیار ہو کر آجائے گا (آگیا تھا) اس ترجمہ کے ذریعہ انشاء اللہ قرآن کریم کے تیسویں حصہ کے سمجھنے کے قابل تو انشاء اللہ ہماری جماعت کے لوگ ہو جائینگے۔ دوسری تدبیر یہ نے یہ کی ہے کہ قرآن شریف کے متعلق ایسے سبق طیار کرائے ہیں کہ جن کی مثال اس سے پہلے نہیں ملتی۔ وہ بھی کل پرسوں تک طیار ہو جائینگے اور جو پرسوں تک ٹھہرینگے وہ لے سکینگے۔ اور جو نہیں ٹھہرینگے وہ منگوا سکتے ہیں۔ جو لوگ ان اسباق کو پڑھنا چاہیں وہ اپنے نام اور پتے دفتر ترقی اسلام میں لکھا دیں۔ ان اسباق میں یہ انتظام کیا گیا ہے کہ ہر لفظ کے معنے علیحدہ علیحدہ لکھ دیئے ہیں۔ مثلاً بِسْمِ اللّٰہِ لکھ کر اس کی یوں تشریح کردی ہے کہ بؔ کے معنے ساتھ۔ اسم کے معنے نام۔ اور اللہ ایک ایسی ذات کا نام ہے جو تمام نقصوں سے پاک اور تمام خوبیوں کی جامع ہے اسم ذات ہے +

امید ہے کہ اگر کوئی ان اسباق کو چار پانچ پارے تک پڑھ لے گا۔ تو سارا قرآن پڑھ سکے گا۔ ان اسباق کو نمونے کے طور پر پہلے یہ نے خود لکھا۔ اور پھر شیخ عبد الرحمن صاحب مصری کو دیا۔ انھوں نے فی الحال سورۃ فاتحہ کے سبق لکھے ہیں۔ ان اسباق کے ساتھ یہ بھی تجویز کی ہے کہ پڑھنے والوں کے ہوشیار کرنے کے لئے ان کے ساتھ سوالات بھی لکھے گئے ہیں جن کا جواب لکھ کر بھیجنا ہر ایک طالب علم کا فرض ہوگا۔ مثلاً بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کا سبق ختم ہونے کے بعد ایسے سوال دے دیئے گئے ہیں کہ رحمٰن کے کیا معنے ہیں آل کے کیا معنے ہیں۔ اور ان سوالوں کا جواب دینے کے لئے یہ شرط ہے کہ سبق دیکھنے کے بغیر ان کا جواب دیا جائے۔ جواب کے پرچے تمام طالب علموں کو یہاں بھیجنے ہونگے۔ اور یہاں ایک اُستاد ان کو درست کردے گا۔ اور انہیں لکھ دے گا۔ کہ تم نے فلاں فلاں غلطی کی ہے جو درست کردی ہے۔ اس طرح ہماری ساری جماعت کے لوگ جہاں جہاں بھی ہونگے وہیں قرآن شریف سیکھ

لینگے۔ ہمارا کام ہے کہ چیز تیار کر کے قوم کو دیدیں۔ آگے جس کو خدا تعالیٰ توفیق دے وہ فائدہ اُٹھائے۔ ہم کسی کو زبردستی نہیں سکھا سکتے۔ اس لئے جس کا دل چاہتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی باتوں کو سیکھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں سے واقف ہو۔ اور حضرت مرزا صاحب کی باتوں سے آگاہ ہو۔ ہم اپنی طرف سے ایسے لوگوں کے لئے آسانی بہم پہنچانے کی حتی الوسع کوشش کرینگے۔* قرآن شریف کا ایک تو وہ ترجمہ ہوگا۔ جس میں نوٹ اور ترجمہ ہوگا۔ لیکن یہ علیحدہ ہوگا۔ جس میں الگ الگ الفاظ کے معنی لکھے جائینگے۔ اس سے آیندہ انشاء اللہ بہت آسانیاں پیدا ہو جائینگی۔ موجودہ صورت میں قرآن شریف کے باترجمہ پڑھنے میں بہت سی مشکلات ہیں۔ مثلاً ال ایک لفظ ہے جس کے معنے خاص کے ہیں۔ یہ جس لفظ پر آئے اس کے معنوں کو خاص کر دیتا ہے یہ حرف قرآن کریم میں سینکڑوں جگہ پر آتا ہے لیکن چونکہ یہ حرف جب آتا ہے دوسرے حرف سے ملکر آتا ہے۔ اس لئے عربی زبان سے ناواقف

---

* حضرت خلیفۃ المسیح یہاں تک تقریر فرما چکے تھے کہ ایک شخص نے بذریعہ رقعہ ایک سوال دریافت کیا جو یہ تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہو سکتا تو وہ عمر ہوتا۔ پس جب حضرت عمر نبی نہیں ہوئے تو پھر آپ کے بعد کوئی اور کس طرح نبی ہو سکتا ہے۔ اس کا مختصر سا جواب حضور نے اپنی مسلسل تقریر کو بند کر کے جو دیا وہ درج ذیل ہے:۔

حضور نے فرمایا کہ چونکہ رقعہ لکھنے والے غیر احمدی صاحب ہیں۔ اس لئے جواب دیتا ہوں اگر کوئی احمدی پوچھتا تو میں اسے روک دیتا۔٭ جس صاحب نے یہ سوال کیا ہے وہ سن لیں۔ کہ قرآن شریف میں خدا تعالےٰ نے نبی کے آنے کی یہ شرط فرمائی ہے کہ جب دُنیا میں ظلمت اور تاریکی ہو جاتی ہے اور دُنیا خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر بحرِ عصیان میں گر پڑتی ہے۔ اُس وقت نبی آتا ہے اور اسکو ضلالت کے گڑھے سے آکر نکالتا ہے۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو اس زمانہ میں ہوئے ہیں جبکہ چاروں طرف نور ہی نور پھیلا ہوا تھا۔ اور خدا تعالےٰ کے ساتھ تعلق

٭ کیونکہ دوران گفتگو میں بولنا جائز نہیں

انسان ہر جگہ اُستاد کا محتاج ہوتا ہے لیکن اگر کسی کو ان کے معنے الگ بتا دیئے جائیں تو اس ایک حرف سے اسے گویا سینکڑوں مقامات آسان ہو جائیں گے اب یہ ہوتا ہے کہ ایک شخص مثلاً قادر کے معنے جانتا ہے مگر جب القادر آ جائے۔ تو وہ کوئی اور لفظ سمجھنے لگ جاتا ہے۔ پس جب اسے اَل کے معنے معلوم ہونگے تو جہاں بھی اور جس لفظ پر بھی یہ آئے گا۔ اس کے معنی وہ خود کرلے گا۔ اور اس طرح ایک لفظ کے معنے جاننے سے اسے سینکڑوں الفاظ آ جائینگے +

دوسری تجویز یہ ہے کہ جیسا مینے ۱۲۔ اپریل ۱۹۱۴ء کے جلسہ میں بتایا تھا۔ خاص خاص مسائل پر چھوٹے چھوٹے ٹریکٹ لکھے جائیں۔ تاکہ عام لوگ ان کو پڑھ کر مسائل دین سے پوری طرح واقف ہو جائیں۔ تا ایسا نہو کہ بعض لوگ ممبر کہلانے

پیدا کرنے کے لئے بے شمار ذرائع موجود تھے۔ اس لئے وہ کس طرح نبی ہوتے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی یہ بھی فرمایا ہے کہ آنے والا مسیح نبی ہوگا اس لئے یہ اعتراض نہیں ہو سکتا۔ کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ ہاں یہ سوال ہو سکتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب مسیح موعود ہیں یا نہیں۔ اگر آپ مسیح موعود ہیں۔ تو نبی بھی ہیں۔ اور جب آپ مسیح موعود ہیں۔ تو پھر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا۔ کہ آپ نبی کس طرح ہوئے + پس نبوت کے ہونے نہ ہونے پر سوال نہیں ہو سکتا۔ ہاں یہ سوال ہو سکتا ہے کہ اس حدیث کا کیا مطلب ہے سو ایک مطلب اس حدیث کا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد فوراً ہی آپ کی جماعت کو سنبھالنے کے لئے کسی نبی کی ضرورت ہوتی۔ جس طرح حضرت موسیٰ کے بعد تھی تو حضرت عمرؓ ہی آپ کے بعد نبوت کے مقام پر ترقی پاتے۔ لیکن چونکہ آپ ایک ایسی جماعت تیار کر کے رخصت ہونے والے تھے جو اپنی نیکی اور تقوے میں حضرت موسیٰ کی جماعت سے کئی درجہ زیادہ تھی اور مکمل تھی اس لئے آپ کے بعد فوراً کسی نبی کی بعثت کی ضرورت نہ تھی +

والوں کی طرح ان کی جرابیں ایڑیوں سے پھٹی ہوئی ہوں اور انھیں کوئی پرواہ نہو۔ انہی پاک ممبر کہلانیوالوں میں سے مینے ایک کو دیکھا ہے کہ ایک ٹانگ پر بوجھ ڈالے اور دوسری کو ڈھیلا چھوڑے نماز پڑھا کرتا تھا۔ اور ایک دیوار سے ٹیک لگاکر پڑھتا تھا وجہ یہ کہ اس نے حضرت صاحب کو اس طرح پڑھتے دیکھا تھا۔ حالانکہ آپ بیمار تھے اور بعض دفعہ یک لخت آپ کو دوران سر کا دورہ ہو جاتا تھا۔ جس سے گرنے کا خطرہ ہوتا تھا اس لئے آپ ایسے وقت میں کبھی سہارا لے لیا کرتے تھے۔ ان لوگوں نے تکبر اور بڑائی کی وجہ سے باوجود حضرت مسیح موعودؑ کی صحبت پانے کے کچھ نہ سیکھا۔ ان میں سے ایسے بھی تھے کہ حضرت صاحب کے سامنے بیٹھے ہوئے اپنی لات پر تھکیاں مار رہے ہوتے۔ اور آہا ہا آہا ہا کرتے۔ کوئی ادب اور کوئی تہذیب ان کو نہوتی۔ میں ان کو دیکھ کر تعجب ہی کیا کرتا تھا۔ کہ یہ کس طرح کے لوگ ہیں۔ غرض وہ خالی آئے اور خالی ہی چلے گئے۔ لیکن **تم ڈرو۔ کہ خدا تعالےٰ کی گرفت بہت سخت ہوتی ہے** وہ لوگ جو خدا تعالےٰ کے احکام کی قدر نہیں کرتے۔ اور ان کو سیکھنے اور سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ خدا تعالیٰ بھی ان کو نہیں چاہتا کہ اپنے قرب میں جگہ دے۔ پس مینے قرآن شریف کے پڑھنے کے لئے یہ تجویزیں کی ہیں ان سے فائدہ اُٹھاؤ اور کچھ حاصل کر لو۔ غرض جماعت کو علم دین سکھانے کی دوسری تدبیر ایسے ٹریکٹوں کا شائع کرنا ہے جن میں مختلف ضروری مسائل ہوں۔ فی الحال ایک رسالہ مسئلہ زکوٰۃ پر لکھا گیا ہے جو کل چھپ جائے گا (چھپ گیا ہے) اس کا آپ لوگ خوب مطالعہ کریں۔ اور ان احکام پر عمل کرنے کی طرف متوجہ ہوں۔ زکوٰۃ کے متعلق کئی قسم کی غلط باتیں مشہور ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ صرف رجب کے مہینہ میں زکوٰۃ دی جاسکتی ہے بعض کچھ اور کہتے ہیں۔ اور پھر کئی قسم کے بہانے اور ذریعے زکوٰۃ نہ دینے کے نکالے جاتے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ فرماتے تھے۔ کہ ایک شخص بڑا مالدار تھا۔ وہ جب زکوٰۃ دیتا۔ تو اس طرح کرتا کہ ایک گھڑے میں روپے ڈال کر اوپر تھوڑے سے گندم کے دلنے ڈال دیتا۔ اور ایک غریب طالب علم کو بُلا کر کہتا کہ مینے یہ مال

تمہیں دے دیا ہے۔ تم اسے قبول کرو۔ وہ کہتا ہے میں نے قبول کیا۔ پھر وہ اسے کہتا اس بوجھ کو کہاں اٹھا کر لے جاؤ گے۔ اس کو میرے پاس ہی بیچ دو۔ اور دو تین روپے لے لو۔ اس طرح وہ اس کو دو تین روپے دے کر سارا مال گھر میں ہی رکھ لیتا۔ وہ آدمی خوب سمجھتا کہ اس گھڑے میں روپے ہیں لیکن اس ڈر سے کچھ نہ کہہ سکتا۔ کہ اگر میں نے کچھ کہا تو ان دو تین روپوں سے بھی جاؤں گا۔ تو اس قسم کے حیلے تراشے جاتے ہیں اسکی بڑی وجہ یہی ہے کہ جاہل لوگ نہیں جانتے کہ زکوٰۃ دینے کے کیا شرائط ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہاں تک فرما دیا ہے کہ جو شخص کسی کو صدقہ کا مال دے وہ اس سے نہ خریدے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ ایک ایسا زمانہ بھی آئے گا۔ کہ لوگ روپوؤں پر گیہوں رکھ کر دھوکہ دیں گے۔ اور خود ہی خرید لینگے۔ اس لئے فرما دیا کہ کوئی صدقہ کا مال دے کر پھر نہ خریدے۔ اگر یہ بات انھیں معلوم ہو۔ تو کیوں ایسا کریں۔ یہ زکوٰۃ کا رسالہ بارہ صفحہ کا ہے۔ اس کو اگر آپ لوگ اچھی طرح پڑھ لیں۔ اور یاد کر لیں۔ تو کوئی مولوی ان مسائل کے متعلق آپ سے گفتگو کرنے کی جرأت نہیں کر سکے گا۔ یہ ٹریکٹ بہت محنت اور تحقیق سے تیار کیا گیا ہے۔ جلسہ کے قریب میں نے علماء کی ایک کمیٹی میں بیٹھ کر اور کتب حدیث و فقہ سامنے رکھ کر اس کو تیار کروایا ہے۔ پڑھنے والے کو معلوم نہیں ہو سکتا۔ کہ فیج اعوج کے زمانہ میں کسی مسئلہ کے متعلق تحقیق کرنے میں کس قدر مشکلات پیدا ہو گئی ہیں۔ جنھوں نے یہ کام کیا ہے وہی اسکی مشکلات کو سمجھ سکتے ہیں۔ کئی مسائل ایسے ہیں کہ آئمہ نے ابتداء احادیث کے مرتب نہ ہونے کی وجہ سے ان میں قیاس سے کام لیا ہے لیکن ہمارے پاس احادیث نہایت مرتب صورت میں موجود ہیں۔ پس ہمیں ان مسائل پر از سر نو غور اور تحقیق کی ضرورت ہوئی۔ اسی طرح اور بہت سی مشکلات تھیں جن کو دور کر کے یہ رسالہ تیار کیا گیا ہے جو خدا کے فضل سے بہت عمدہ تیار ہوا ہے۔ یہ رسالہ بارہ صفحہ کا ہے۔ اسی طرح کے اور بھی چھوٹے چھوٹے رسائل مختلف مسائل مثلاً۔ وراثت۔ طلاق۔ صدقہ۔ نکاح وغیرہ کے متعلق ہونگے۔ پھر اسی

طرح اعتقادات کے متعلق کہ خدا تعالےٰ کو ہم کیا سمجھیں۔ عرش کیا ہے۔ بہشت دوزخ۔ فرشتے۔ تقدیر۔ وغیرہ وغیرہ کے متعلق کیا کیا اعتقاد رکھنے چاہئیں۔ اس زمانہ میں جھوٹے پیروں اور جاہل علما نے بہت سی غلط اور بیہودہ باتیں پھیلا رکھی ہیں۔ آج ہی صوفی غلام محمد صاحب کا خط آیا ہے۔ جس میں وہ اور وہاں کے دوسرے احمدی بھائی آپ سب لوگوں کو السلام علیکم لکھتے ہیں۔ انھوں نے اپنے اس خط میں لکھا ہے کہ ایک شخص احمدی ہوا ہے۔ اس نے بتایا کہ میں ایک پیر کا مرید تھا۔ پہلے میں نماز پڑھا کرتا تھا۔ لیکن جب اس پیر کا مرید ہوا تو اس نے کہا کہ تم یہ کیا لغو حرکت کرتے ہو۔ خدا تعالےٰ تو فرماتا ہے نحن اقرب الیہ من حبل الورید کہ ہم رگِ جان سے بھی قریب تر ہیں۔ پھر تم نماز کیسی اور کس کی پڑھتے ہو۔ تم تو ہندوؤں کے پتھر کے بتوں پر ہنستے ہو۔ اور خود اینٹوں کی بنی ہوئی مسجد کے آگے سجدے کرتے ہو۔ غرض اس طرح اس نے نماز چھڑا دی۔ تو ایسے لوگوں نے اس قسم کی باتیں پھیلا کر دین کو بگاڑ دیا ہے۔ بہت لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کو بیماری میں کہا جائے کہ علاج کراؤ۔ تو کہدیتے ہیں کہ جو خدا کی مرضی وہی ہوگا۔ علاج سے کیا بنتا ہے۔ یہ خیالات مسئلہ تقدیر کے نہ سمجھنے کا نتیجہ ہیں۔ پس میرا منشا ہے کہ ایسے مسائل پر عمدگی کے ساتھ چھوٹے چھوٹے رسائل لکھے جائیں اور زبانی بھی سمجھایا جائے۔ میرا دل چاہتا ہے کہ اگلے جلسہ پر یا جب خدا تعالےٰ توفیق دے اور جس کو دے۔ تقدیر اور تدبیر کے مسئلہ پر بحث کر کے بتایا جائے کہ ان دونوں کا آپس میں کیا تعلق ہے۔ کہاں تک تقدیر کو دخل ہے اور کہاں تک تدبیر کو۔ اسوقت وقت نہیں۔ ورنہ میں بتا دیتا۔ پھر ایک مسئلہ ہستی باری تعالیٰ کا ثبوت ہے اس کے متعلق میرا ایک لیکچر فیروزپور میں ہوا تھا جس کو میں ایک ٹریکٹ کی صورت میں چھپوا کر مفت شائع کر چکا ہوں جو اب بھی دفتر اخبار الفضل سے مل سکتا ہے اس میں میں نے خدا تعالےٰ کی ہستی کے ثبوت میں دس دلائل دیئے ہیں۔ ارادہ ہے کہ اسی طرح خدا تعالےٰ کی ذات اور صفات کے متعلق ٹریکٹ لکھے جائیں جن میں موٹی موٹی دلیلیں لکھی جائیں۔ اور باریک باتوں میں نہ پڑا جائے۔ کیونکہ بہت سے ایسے لوگ

ہیں کہ جب ان پر کوئی اعتراض کر بیٹھتا ہے تو جواب نہیں دے سکتے۔ ان رسائل کو پڑھ کر انشاء اللہ وہ اس قابل ہو جائینگے کہ کسی کے سوال کے جواب میں لاجواب نہ ہوں۔ اسی طرح نبیوں کے ثبوت میں۔ ان کے افعال میں۔ ان کے نشانات میں اور دعا۔ الہام۔ قیامت وغیرہ کے متعلق جو بہت ضروری باتیں ہیں۔ پندرہ پندرہ یا بیس بیس صفحہ کے رسالے لکھے جائیں۔ جن کو لوگ جلدی سے پڑھ لیا کریں۔ اور جو مہینہ میں دو تین چار بار پڑھنے سے حفظ ہو جائیں اور جب تک کوئی دوسرا ٹریکٹ نہ نکلے۔ پہلے کو اچھی طرح یاد کر لیا جایا کرے +

پس مینے علم کے حاصل کرنے کے لئے چار تدبیریں بتائی ہیں +

اوّل یہ کہ ہر ماہ میں ایک یا دو دفعہ قادیان آؤ۔ اور اگر قرآن پڑھو +

دوم پہلا پارہ ترجمہ قرآن کا خریدو۔ اور پڑھو +

سوم اسباق قرآن پڑھو +

چہارم مختلف مسائل کے ٹریکٹوں کو پڑھو۔ اور حفظ کرو +

ان باتوں کے علاوہ میرا ایک اور بھی ارادہ ہے مگر وہ ابھی وقت۔ آدمی۔ اور بہت سا روپیہ چاہتا ہے۔ اگر میری زندگی میں خدا تعالےٰ نے اس کے متعلق اسباب پیدا کر دیئے تو میں اس پر بھی ضرور عمل کراؤنگا۔ جو یہ ہے کہ کچھ ایسے مدرس مقرر کئے جائیں جو اچھے عالم ہوں۔ وہ گاؤں بہ گاؤں اور شہر بہ شہر دورہ کرتے پھریں۔ اور ایک جگہ پندرہ بیس دن ٹھہر کر وہاں کے لوگوں کو پڑھائیں۔ پھر دوسرے گاؤں میں چلے جائیں۔ اس طرح وہ ہر سال اپنے اپنے مقررہ علاقے میں دورہ کرتے رہیں ایسا کرنے سے انشاء اللہ بہت سے لوگ عالم بنجائینگے اور دین سے واقف ہو جائیں گے یہ دین کی ناواقفیت ہی ہے کہ لاکھوں آدمی دہریہ بن گئے ہیں اور لاکھوں نے دوسرے مذاہب کو اختیار کر لیا ہے۔ اور ایسے انسان جو سیدوں کے گھر پیدا ہوئے تھے۔ آج رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتے اور برا بھلا کہتے ہیں۔ اور اسلام کو ایک جھوٹا مذہب قرار دیتے ہیں۔ پیچھے جب میں حج کرنے گیا تو میرے ساتھ

جہاز میں دو تین نوجوان بیٹھے ہوئے تھے جو ولایت پڑھنے کے لئے جا رہے تھے۔ وہ
اسلام کی حمایت میں بڑے زور اور جوش سے باتیں کرتے۔ ایک کہتا اگر یوں ہو تو یوں
ہو جائے۔ دوسرا کہتا اگر یوں ہو۔ تو یوں ہو سکتا ہے۔ مَیں نے ان کی کسی بات پر کہا۔ کہ
قرآن شریف میں تو یوں لکھا ہے۔ ایک نے مجھے ہنس کر کہا۔ قرآن کو کون مانتا ہے
مَیں نے کہا۔ ادھر تو تم اسلام کی حمایت میں بڑی بڑی باتیں کر رہے تھے اور ادھر کہتے
ہو کہ قرآن کو کون مانتا ہے۔ یہ کیا اس نے کہا۔ میں رسول اللہ کی تو عزت کرتا ہوں کیونکہ
انھوں نے ایک متحد قوم تیار کر دی اور دُنیا کو بہت فائدہ پہنچایا۔ لیکن میں قرآن کی
کوئی عزت نہیں کرتا مَیں نے کہا۔ رسول کریم نے قرآن شریف خود تو نہیں لکھا۔ یہ تو خدا تعالےٰ
کا کلام ہے۔ کہنے لگا۔ یہ انھوں نے لوگوں کو منوانے کے لئے کہدیا ہے۔ ورنہ خدا کیا اور
اسکی کتاب کیا۔ مَیں نے ان باتوں سے سمجھ لیا کہ اسے اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں
بہت دیر تک اسے سمجھاتا رہا۔ لیکن خدا ہی جانتا ہے کہ اس پر کوئی اثر ہوا یا نہیں۔ مگر
اتنا مَیں نے دیکھا کہ جس دن ہم نے جُدا ہونا تھا اس سے ایک دن پہلے ایک ہندو دہریہ
نے جو اس کے ساتھ ہی کا تھا۔ خدا تعالےٰ کی نسبت کوئی سخت لفظ کہا تو وہ اس کے پاس
آکر کہنے لگا۔ خدا کی نسبت ایسا نہ کہو۔ یہ الفاظ سُنکر میرا دل دھڑکتا ہے جس سے معلوم
ہوتا تھا کہ وہ متاثر ضرور ہوا۔ غرض لوگ ناواقفی کی وجہ سے اسلام کو چھوڑ رہے ہیں۔ اگر
ان کو واقف کر دیا جائے۔ تو وہ سچے مسلمان بن سکتے ہیں۔ وہ شخص جس کو ہیرے کی قدر ہی
معلوم نہ ہو۔ وہ اسے پھینکتا ہے لیکن جسے معلوم ہو کہ یہ نہایت قیمتی چیز ہے وہ حتی الوسع
کبھی اس کو ضائع نہیں ہونے دیتا۔ مَیں نے علم کے حاصل کرنے کی یہ تجاویز کی ہیں سو ان کو
کام میں لانے کی تم لوگ کوشش کرو۔ تا اسلام کی قدر اور قیمت جاننے والے بنو۔ اور
اس بیش بہا ہیرے کو رائگان نہ جانے دو۔ اگر تم اس کام کے لئے کوشش کرو گے تو
خدا تعالےٰ تمہاری ہمتوں میں برکت دے گا۔ اور جو کوئی اس کام میں اپنا کچھ وقت
لگائے گا۔ خدا تعالےٰ پہلے سے کم وقت میں اس کا کام کر دیا کرے گا۔ میرا دل چاہتا
ہے۔ کہ ہماری جماعت کا ہر ایک فرد اس قابل ہو کہ ہر ایک سوال کا جھٹ جواب دے سکے۔

اور ہر ایک بات کے متعلق فوراً دلائل سُنادے ؂

عورتوں کو علم دین سکھاؤ

اسی مضمون کا ایک اور حصّہ ہے۔ اور وہ یہ کہ ہماری جماعت کے وہ لوگ جو علم کا سیکھنا تو ضروری سمجھتے ہیں۔ لیکن اس کو فرض کفایہ جانتے ہیں۔ یعنی وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر ایک گھر میں سے خاوند سیکھ لے تو سب کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔ مثلاً ابا جان احمدی ہو گئے تو بیٹے بھی بخشے گئے۔ خواہ وہ غیر احمدی ہی کیوں نہ ہوں۔ لیکن یہ غلط ہے اور بالکل غلط ہے۔ اگر باپ نیک ہے اور بیٹا بد۔ تو باپ ہی بخشا جائے گا۔ اور بیٹا سزا پائے گا اور اگر ایک بھائی نیک ہے اور دوسرا بد۔ تو نیک ہی جنّت میں جائے گا اور دوسرا دوزخ میں۔ اگر خاوند نیک ہے اور بیوی بد۔ تو خاوند ہی خدا تعالےٰ کے انعامات کا وارث ہوگا اور بیوی خدا کے غضب کی ۔ پس تم یہ مت سمجھو کہ تمہارے پڑھ لینے سے یا علم دین سے واقف ہو جانے سے تمہارے بیوی بچے بھائی۔ بہن وغیرہ بخشے جائینگے بخشا وہی جائے گا۔ جس کا دل صاف ہوگا۔ اور دل صاف سوائے علم کے ہو نہیں سکتا۔ پس جس طرح تم اپنے لئے پڑھنا ضروری سمجھتے ہو۔ اسی طرح ان کے لئے بھی پڑھنا ضروری سمجھ کر ان کو پڑھاؤ۔ تا تمہارے گھر ایسے نہ ہوں کہ صرف تم ہی قرآن جاننے والے ہو اور باقی جاہل۔ بلکہ تمہاری عورتیں بھی جانتی ہوں۔ خدا تعالےٰ۔ ملائکہ۔ سزا و جزا قضا و قدر وغیرہ سب احکام سے واقف ہوں۔ خدا تعالےٰ نے عورتوں کو مردوں کا ایک حصّہ قرار دیا ہے۔ اور جہاں مردوں کے لئے حکم آیا ہے وہاں عورتوں کو بھی ساتھ ہی رکھا ہے۔ چنانچہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَبَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا ۝

اے لوگو اپنے رب کا تقوےٰ اختیار کرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا ہے۔ اور تم میں سے ہی تمہارا جوڑا پیدا کیا ہے۔ پھر ان دونوں سے بہت سی جانیں نکالی ہیں جو بہت سے مرد ہیں اور بہت سی عورتیں۔ اور اللہ کا تقویٰ کرو۔ جس کے نام سے تم سوال

کرتے ہو۔ اور قرابتوں کا۔ بے شک اللہ تعالےٰ تم پر نگہبان ہے۔ اس آیت سے پتہ لگتا ہے کہ تقوےٰ کا حکم صرف مردوں کو ہی نہیں بلکہ عورتوں کو بھی ہے۔ پس ان کو بھی دین سے واقف کرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عورتیں دین سے بڑی واقف تھیں یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم نصف دین عائشہؓ سے سیکھ سکتے ہو اور واقعہ میں آدھا دین حضرت عائشہؓ نے سکھایا ہے۔ لوگوں نے اس کے غلط معنے کئے ہیں۔ کہ اس طرح ان کو حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ وغیرہ پر فضیلت ہوگئی ہے لیکن یہ غلط ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ رسول اللہ نے حضرت عائشہؓ کی فضیلت بتائی ہے بلکہ یہ کہ عورتوں کے متعلق جو احکام ہیں وہ ان سے سیکھو۔ چنانچہ جب بھی صحابہ کو عورتوں کے متعلق کسی بات میں مشکل پیش آتی تو ان سے ہی پوچھتے۔ حضرت عمرؓ کو ایک دفعہ یہ دقت پیش آئی۔ کہ مرد عورت سے صحبت کرے اور انزال نہ ہو۔ تو غسل کرنا چاہیئے یا نہیں۔ اس کے متعلق انھوں نے لوگوں سے پوچھا لیکن تسلی نہ ہوئی۔ فرمایا دین کے معاملہ میں کیا شرم ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عورتوں سے پوچھنا چاہیئے۔ پھر انھوں نے اپنی لڑکی سے پوچھا جس نے بتایا کہ غسل کرنا فرض ہے۔ رسول کریمؐ اسی طرح کیا کرتے تھے۔ پس اگر آپ کی بیویاں آپ سے اس قسم کے احکام نہ سیکھتیں تو یہ باتیں ہم تک کس طرح پہنچتیں۔ حالانکہ ان میں سے بعض ایسے مسائل ہیں کہ اگر ان کے متعلق معلوم نہ ہوتا۔ تو ہمارا آرام حرام ہو جاتا۔ زندگی مشکل ہو جاتی اور جینا دوبھر معلوم ہوتا۔ اس آیت میں خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ او مردو کیا تم اپنے آپ کو عورتوں سے بڑا سمجھتے ہو۔ تم دونوں کو ہم نے ایک ہی نفس سے پیدا کیا ہے۔ پھر تم کیوں ان کو اپنے سے علیحدہ سمجھتے ہو۔ ان کو بھی اپنی طرح کا ہی سمجھو اور جو بات اپنے لئے ضروری خیال کرتے ہو وہی ان کے لئے کرو۔ خدا تعالےٰ کے اس حکم کے ہوتے ہوئے ہم دیکھتے ہیں کہ مرد یہ تو کرے گا کہ عورت کو اچھے کپڑے پہنا دے۔ عمدہ زیور بنوا دے۔ لیکن وہ یہ خیال نہیں کرے گا کہ اس کو دین سکھانا بھی ضروری ہے۔ کیا لوگ اچھے کپڑے میزوں اور کرسیوں پر نہیں ڈالتے۔ اور کیا لوگ گھنگرو اپنے گھوڑوں

کی گردنوں میں نہیں پہناتے۔ پس جب ان حیوانوں اور بے جان چیزوں کی آرائش کے لئے بھی وہی کچھ کیا جاتا ہے تو عورتوں اور ان میں فرق کیا رہا۔ درحقیقت جو شخص عورت کو صرف ظاہری زینت کا سامان دے کر سمجھ لیتا ہے کہ میں نے اپنا فرض ادا کر دیا وہ عورت پر کوئی احسان نہیں کرتا اور نہ اس کا ہمدرد ہے بلکہ وہ خود اپنی خوشی کا طالب ہے کیونکہ عورت کی زینت مرد کی خوشی کا باعث ہوتی ہے پس عورت کا صرف یہی حق نہیں کہ اس کے جسمانی آرام کا مرد خیال رکھے بلکہ اس سے زیادہ کی وہ حقدار ہے اس کا حق ہے کہ جس طرح انسان خود دین سے واقف ہو اسی طرح اسے بھی دین سے واقف کرے +

غرض دین کی تعلیم عورتوں کو بھی ضرور دینی چاہیئے کیونکہ جب تک دونوں پہلو درست نہوں۔ اس وقت تک انسان خوبصورت نہیں کہلا سکتا۔ کیا کانا آدمی بھی خوبصورت ہوا کرتا ہے۔ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ اگر کسی کی ایک آنکھ جاتی رہے تو اسے بُرا معلوم ہوتا ہے لیکن بہت سے ایسے ہیں جو بیوی کی طرف سے کانا بننے کو محسوس بھی نہیں کرتے +

میں تو باوجود اس کے کہ اور بہت سے کام کرنے پڑتے ہیں گھر میں ضرور پڑھاتا ہوں کیونکہ عورتوں کا پڑھانا بہت ضروری ہے۔ خدا تعالےٰ نے مرد و عورت کے لئے زوج کا لفظ رکھا ہے۔ بعض لوگوں نے اس کے معنی میاں یا بیوی کے کئے ہیں۔ اور بعض نے جوڑہ کئے ہیں۔ لیکن عربی زبان میں زوج اس شے کو کہتے ہیں جس کے ملے بغیر ایک دوسری شے نامکمل رہے۔ جوتیوں کے جوڑہ میں سے ہر ایک کو زوج کہتے ہیں کیونکہ صرف ایک جوتی کام نہیں دے سکتی۔ پس خدا تعالےٰ نے میاں بیوی کا نام زوج رکھ کر بتایا ہے کہ بیوی کے بغیر میاں۔ اور میاں کے بغیر بیوی کسی کام کی نہیں ہوتی۔ پس جب مرد و عورت کا ایسا تعلق ہے تو غور کرنا چاہیئے کہ عورتوں کو دین سے واقف کرنا کس قدر ضروری ہوا۔ ہماری جماعت کے وہ لوگ جنہوں نے اپنی عورتوں کو دین سے واقف نہیں کیا۔ ان کا تلخ تجربہ ہمارے سامنے موجود ہے کہ ان کے فوت ہو جانے کے بعد ان کی بیوی بچے غیر احمدی ہو گئے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ انہوں نے ان کو کچھ نہ سکھایا۔ خاوندوں کی

وجہ سے وہ احمدی ہو گئیں۔ جب خاوند مر گیا۔ تو انھوں نے بھی احمدیت کو چھوڑ دیا۔ اگر کوئی عورت مر جائے۔ تو خاوند اس کا جنازہ پڑھتا ہے لیکن نہیں جانتا۔ کہ اس حالت میں جبکہ یُننے اپنی عورت کو دین سے واقف نہیں کیا میرا جنازہ پڑھنا کیا فائدہ دے گا۔ مذہب اسلام کوئی ٹھٹھا نہیں بلکہ اسکی ہر ایک بات اپنے اندر حقیقت رکھتی ہے جنازہ بھی ایک حقیقت رکھتا ہے اس طرح نہیں کہ جنازہ پڑھا اور مرنے والا بخشا گیا جنازہ تو ایک دُعا ہے جو نیک بندے مردہ کے لئے اس طرح کرتے ہیں۔ کہ اے خدا تیرا یہ انسان بہت نیکیاں کرتا رہا ہے۔ لیکن اگر اس نے کوئی تیرا قصور بھی کیا ہے تو اسے ان نیکیوں کی وجہ سے بخشدے۔ لیکن وہ شخص جو زندگی میں اپنی عورت کو دین سے ناواقف رکھتا ہے وہ کس منہ سے کہہ سکتا ہے کہ خدا تعالےٰ اسے بخشدے ÷

غرض بیویاں انسان کا آدھا دھڑ ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنی بیویوں میں انصاف نہیں کرتا۔ قیامت کے دن اس کا آدھا دھڑ گرا ہُوا ہو گا۔ اس سے آپ نے بتایا ہے کہ عورت درحقیقت انسان کا جزو بدن ہے۔ وہ شخص جو اپنی بیوی کو علم نہیں پڑھاتا۔ وہ بھی اس سے ناانصافی کرتا ہے۔ اسے بھی اس وعید سے ڈرنا چاہیئے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ اگر کسی کی بیوی بیمار ہو تو گھبراتا ہے۔ علاج معالجہ کے لئے اِدھر اُدھر بھاگا پھرتا ہے دُعا کے لئے ہماری طرف تاریں بھیجتا ہے لیکن اگر بیوی رُوحانی بیماری میں مبتلا ہو تو اسے کوئی فکر نہیں ہوتا۔ اگر بیوی کے سر میں درد ہو۔ تو میری طرف لکھتے ہیں کہ دُعا کی جائے۔ لیکن اگر نماز روزہ کی تارک ہو۔ تو پتہ بھی نہیں دیتے۔ اگر کھانسی ہو تو حکیم کے پاس دوڑے جاتے ہیں۔ لیکن اگر زکوٰۃ نہ دیتی ہو یا بخل کرتی ہو۔ تو پروا نہیں کرتے۔ بخار کھانسی اور درد کو خطرناک سمجھتے ہیں۔ لیکن یہ نہیں جانتے۔ کہ اس کھانسی بخار اور درد کی ماری ہوئی بیوی تو انہیں مل جائے گی۔ مگر دین کی ماری ہوئی نہیں ملے گی۔ اس دُنیا کی جُدائی سے گھبراتے ہیں اور ہر طرح کی کوششیں کرتے ہیں کہ جدائی نہ ہو۔ لیکن اس ہمیشہ کی جُدائی کا انھیں فکر نہیں ہے جو بے دین ہونے کی وجہ سے واقعہ ہو گی پس اگر تمہیں اپنی عورتوں سے محبت ہے۔ پیار ہے۔ اُنس ہے تو جس طرح خود دین کی تعلیم

سیکھتے ہو اسی طرح ان کو بھی سکھاؤ۔ اور یاد رکھو۔ جب تک اس طرح نہ ہوگا ہماری جماعت کا قدم اس جگہ پر نہ پہنچے گا۔ جس جگہ صحابہ کرامؓ کا پہنچا تھا۔ کیونکہ اولاد پر عورتوں کا زیادہ اثر ہوتا ہے۔ اگر عورتوں کے بے دین ہونے کی وجہ سے اولاد بھی بے دین رہی۔ تو آیندہ کس طرح ترقی ہوگی۔ ہمارے ایک دوست لکھتے ہیں کہ میں اپنے بچوں کو احمدیت کے متعلق سمجھاتا رہتا ہوں۔ لیکن جب باہر جاتا ہوں تو ان کی والدہ پیار سے اپنے پاس بُلا کر کہدیتی ہے کہ تمہارا باپ جو کچھ کہتا ہے سب جھوٹ ہے۔ اس کو نہ ماننا۔ اس طرح بچے ویسے کے ویسے ہی ہو جاتے ہیں۔ اب غور کرو کہ بچے باہر رہنے والے ابا کی بات مانیں گے۔ یا ہر وقت پاس رہنے والی ماں کی۔ ماں سے بچوں کو بالطبع محبت ہوتی ہے۔ اس لئے اسی کی بات کا ان پر زیادہ اثر ہوتا ہے اور اسی کی بات وہ جلدی قبول کر لیتے ہیں چنانچہ بعض جگہ دیکھا گیا ہے کہ ایسے مسلمان جنھوں نے عیسائی عورتوں سے شادی کی۔ ان کی اولاد بھی عیسائی ہو گئی۔ جس کی وجہ یہ معلوم ہوئی کہ ماں اپنے بچوں کو خفیہ خفیہ عیسائیت کی تعلیم دیتی رہی۔ پس تم لوگ اگر اپنی اولاد کو دیندار بنانا چاہتے ہو تو ان کی ماؤں کو مضبوط کرو تاکہ تمہاری نسلیں مضبوط ہوں۔ کیونکہ بچپن سے کان میں پڑی ہوئی بات پھر مٹ نہیں سکتی۔ کیا اگر دنیا میں نسلی تعصب نہ ہوتا۔ تو اسلام کبھی کا سب مذاہب کو کھا نہ جاتا۔ ضرور کھا جاتا۔ مگر چونکہ دوسرے مذاہب والوں نے بچپن میں ہی ماں کی گود میں بیٹھ کر یہ سُنا ہوا ہے کہ اسلام جھوٹا ہے۔ اس لئے باوجود ہزاروں دلیلوں کے پھر بھی نہیں مانتے۔ اگر تم لوگ اپنی آیندہ نسلوں میں احمدیت دیکھنا چاہتے ہو تو ان کی ماؤں کو پورا پورا احمدی بناؤ۔ اور احمدیت سے خوب واقف کرو۔ یاد رکھو اگر تمہاری آیندہ نسلوں میں احمدیت نہ رہی تو تمہاری اس وقت کی ساری کوشش اور محنت ضائع جائے گی۔ کیونکہ انسان تو پچاس ساٹھ یا زیادہ سے زیادہ سو سوا سو سال کے عرصہ تک مرجاتا ہے۔ اگر اسکی جگہ لینے والا کوئی اور نہ ہو تو وہ خالی ہو جائے گی۔ میرے چھوٹے بھائی میاں بشیر احمد نے مجھے ایک بات سُنائی۔ کہ گورنمنٹ کالج کے ایک طالبعلم کو میں نے بعض دوسرے غیر احمدی طلبا سے یہ کہتے سُنا کہ ہمارے ابا جان بڑے ہی نیک انسان

ہیں۔ کئی سال ہوئے کہ وہ احمدی ہوئے ہیں۔ لیکن ہمیں کبھی ایک دن بھی انھوں نے نہیں
کہا کہ تم بھی احمدی ہو جاؤ۔ اس لڑکے کو اپنے باپ میں یہ نیکی نظر آئی کہ مجھے احمدی بننے کے
لئے کبھی نہیں کہا گیا۔ لیکن کس قدر افسوس ہے اس باپ پر جس نے اس طرح کیا
کیا ایک باپ اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے بچے کو کنوئیں میں گرنے دے گا۔ نہیں
بلکہ ممکن ہے کہ بچے کو گرنے سے بچاتے ہوتے خود بھی گر پڑے۔ مگر بچہ جہنم میں جاتا
ہے اور باپ سامنے کھڑا دیکھ رہا ہے۔ پکڑتا نہیں بلکہ خوش ہوتا ہے۔ پس تم اپنے
گھروں میں تعلیم دو۔ تاکہ تمہاری اولاد بھی سیکھے۔ میرا دل چاہتا ہے کہ ہماری نسلیں ہم
سے بھی زیادہ احمدیت کا جوش لے کر اُٹھیں۔ تا خدا تعالےٰ کا یہ دین اطراف عالم میں
پھیل جائے۔ اس لئے میں یہی نہیں کہتا۔ کہ تم قرآن پڑھو بلکہ یہ بھی کہتا ہوں کہ اپنی
عورتوں اور بچوں کو بھی پڑھاؤ۔ تاکہ جس طرح تم اس دُنیا میں اکٹھے ہو۔ اگلے جہان میں
بھی اکٹھے ہی رہو۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں میں اس کو سختی سے محسوس
کر رہا ہوں۔ اس لئے سخت تاکید کرتا ہوں کہ عورتوں کے پڑھانے کی طرف جلدی توجہ
کرو۔ ہماری جماعت میں عورتیں کم داخل ہیں اور بچے بھی کم احمدی ہیں جسکی یہی وجہ ہے
کہ وہ تعلیم دین سے ناواقف ہیں۔ تمھیں چاہیئے کہ دونوں طرفوں کو مضبوط کرو۔ یعنی
بیوی بچوں کو پڑھاؤ۔ اور خود بھی پڑھو۔ اگر ایسا نہ ہوا۔ تو یاد رکھو کہ ایک ایسا وقت آئے گا
کہ وہ احمدیت جس کے لئے تم جان اور مال تک دینے کے لئے تیار ہو اسی کو تمہاری اولاد
گالیاں دے گی۔ غور کرو کہ اگر خدانخواستہ ایسا ہوا۔ تو ہمیں غیروں کو احمدی بنانے
اور اس قدر کوششیں کرنے کا کیا اجر ملا۔ جبکہ ہماری اپنی اولاد ہی اس نعمت سے محروم
ہو گئی۔ میرے خیال میں ایک ایسا شخص جو سینکڑوں روپیہ اس لئے دیتا ہے کہ
ولایت میں مبلغوں کو بھیجو جو لوگوں کو احمدی بنائیں۔ لیکن وہ خود اپنے بیوی بچوں کو تبلیغ
نہیں کرتا۔ جن پر نہ روپیہ خرچ ہوتا ہے نہ کسی مبلغ کی ضرورت پیش آتی ہے۔ وہ بہت
افسوس کے قابل ہے۔ کیونکہ اس کا کیا خرچ ہوتا۔ یا اسے کیا تکلیف پیش آتی
اگر وہ گھر میں بیٹھے بیٹھے کچھ سُنا دیا کرتا۔ صحابہ کرام اسی طرح کیا کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی

کہ ان کی عورتیں بھی اشاعت اسلام میں بہت مدد دیتی تھیں +

غرض یہ تیسری بات بتائی ہے کہ ہماری جماعت کے مرد اور عورتوں کو علم دین کی بڑی ضرورت ہے۔ پس تم خود بھی علم سیکھو اور اپنی عورتوں کو بھی سکھاؤ۔ تاکہ خدا تعالےٰ کے پاک انسانوں میں داخل ہو جاؤ اور ان انعامات کے وارث بنو۔ جو خدا تعالےٰ کے پاک بندوں کو ملا کرتے ہیں۔ خدا کرے ہماری جماعت کا ایک ایک فرد دین اسلام سیکھے۔ اور جس طرح ہم اس دُنیا میں اکٹھے ہیں۔ اسی طرح اگلے جہان میں بھی اکٹھے ہوں۔ اور خدا تعالےٰ کی معرفت کو پائیں تاکہ جہالت کی موت نہ مریں۔ آمین +

چونکہ وقت بہت تھوڑا ہے اس لئے ہر ایک بات کو میں بہت اختصار سے بیان کر رہا ہوں +

غیر احمدی کے پیچھے نماز پڑھنا منع ہے

پھر ایک اور مسئلہ ہے۔ جس کے متعلق بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ اس کے متعلق بھی میں کچھ کہنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سختی سے تاکید فرمائی ہے کہ کسی احمدی کو غیر احمدی کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہیئے۔ باہر سے لوگ اس کے متعلق بار بار پوچھتے ہیں۔ میں کہتا ہوں تم جتنی دفعہ بھی پوچھو گے۔ اُتنی دفعہ ہی میں یہی جواب دُونگا۔ کہ غیر احمدی کے پیچھے نماز پڑھنی جائز نہیں۔ جائز نہیں۔ جائز نہیں۔ میں اس کے متعلق خود کر ہی کیا سکتا ہوں۔ میں بھی تو اسی کا فرمانبردار ہوں جس کے تم سب ہو۔ پھر میں کیا کر سکتا ہوں اور میرا کیا اختیار ہے۔ ہاں میرا یہ فرض ہے کہ میں آپ لوگوں کو حضرت مسیح موعود کا یہ حکم بار بار سُناتا رہوں خود مانوں اور تم سے منواؤں +

غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھنے کے متعلق جو لوگ پوچھتے ہیں میں ان کو کہا کرتا ہوں مجھے یہ تو بتاؤ کہ جس شخص پر گورنمنٹ ناراض ہو اس کو تم لوگ گورنمنٹ کے آگے اپنی سفارش کرانے کے لئے پیش کیا کرتے ہو یا اُس کو جس پر خوش ہو۔ اور جو اس کے سامنے

مقبول ہو۔اس کا یہی جواب دیتے ہیں کہ جس پر گورنمنٹ خوش ہو اسی کو پیش کیا کرتے
ہیں۔پس اگر گورنمنٹ کے سامنے اپنا ڈیپوٹیشن لے جانے کے لئے کسی ایسے انسان
کی ضرورت ہوتی ہے جو اسکی نظر میں مقبول ہو۔ تو پھر یہ کونسی عقلمندی ہے کہ خدا تعالیٰ کے
حضور پیش ہونے کے لئے ایک ایسے آدمی کو اپنے آگے کھڑا کیا جائے جو مغضوب ہو
یہ کوئی مشکل بات نہیں۔آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے اس لئے ان لوگوں کو اپنا امام نہیں بنانا
چاہیئے جنھوں نے حضرت مسیح موعود کو قبول نہیں کیا کیونکہ وہ خدا تعالےٰ کے حضور مغضوب
ٹھہر چکے ہیں۔اور ہمیں اس وقت تک کسی کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہیئے جب تک
کہ وہ بیعت میں داخل نہ ہو جائے۔اور ہم میں شامل نہ ہو۔خدا تعالےٰ کے مامور ایک
بڑی چیز ہوتے ہیں جو ان کو قبول نہیں کرتا وہ خدا کی نظر میں قبول نہیں ہو سکتا۔
اس میں شک نہیں کہ بعض غیر احمدی ایسے ہونگے جو سچے دل سے حضرت مسیح موعود کو صادق
نہیں مانتے۔اس لئے قبول نہیں کرتے۔لیکن ہم بھی مجبور ہیں کہ ایسے لوگوں کے پیچھے
نماز نہ پڑھیں کیونکہ خواہ کسی وجہ سے ہی وہ حق کے منکر ہیں۔غیر احمدیوں کا اس بات پر
چڑنا کہ ہم ان کے پیچھے نماز کیوں نہیں پڑھتے ایک لغو امر ہے۔وہ غیر احمدی جو یہ سمجھتا ہے
کہ مرزا صاحب جھوٹے ہیں وہ ہم کو مسلمان کیونکر سمجھتا ہے۔اور کیوں اس بات کا
خواہاں ہے کہ ہم اس کے پیچھے نماز پڑھیں۔ہمارا اس کے پیچھے نماز پڑھ لینا اسے کیا
فائدہ پہنچا سکتا ہے ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے
پیچھے نماز نہ پڑھیں۔کیونکہ ہمارے نزدیک وہ خدا تعالےٰ کے ایک نبی کے منکر ہیں
یہ دین کا معاملہ ہے اس میں کسی کا اپنا اختیار نہیں کہ کچھ کر سکے۔لیکن اس کے یہ معنی نہیں
کہ غیر احمدیوں سے ہم دیگر دنیاوی اور تمدنی تعلقات کو منقطع کر دیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے تو عیسائیوں کو بھی اپنی مسجد میں نماز پڑھنے کی اجازت دے دی تھی۔پس جب باوجود
اس قدر اختلاف کے دین میں ایک دوسرے کو مذہبی سہولتیں بہم پہنچانے کا حکم ہے
تو دنیاوی تعلقات کو ترک کرنا کس طرح جائز ہو سکتا ہے۔دوسروں سے محبت کرو
پیار کرو۔ان کی مصیبت کے وقت ان کے کام آؤ۔بیمار کا علاج کرو۔بھوکے کو روٹی

کھلاؤ۔ ننگے کو کپڑا پہناؤ۔ ان باتوں کا تمہیں ضرور ثواب ملے گا۔ لیکن دین کے معاملہ میں تم ان کو اپنا امام نہیں بنا سکتے۔ حضرت مسیح موعود نے اس کے متعلق بار بار حکم دیا ہے۔ پس اس بات کو خوب یاد رکھو۔ اور سختی سے اس پر عملدرآمد کرو +

غیر احمدی کا جنازہ پڑھنا

پھر ایک سوال غیر احمدی کے جنازہ پڑھنے کے متعلق کیا جاتا ہے۔ اس میں ایک یہ مشکل پیش کی جاتی ہے کہ حضرت مسیح موعود نے بعض صورتوں میں جنازہ پڑھنے کی اجازت دی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ بعض حوالے ایسے ہیں جن سے یہ بات معلوم ہوتی ہے۔ اور ایک خط بھی ملا ہے۔ جس پر غور کی جائے گی۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عمل اس کے برخلاف ہے چنانچہ آپ کا ایک بیٹا فوت ہو گیا۔ جو آپ کی زبانی طور پر تصدیق بھی کرتا تھا۔ جب وہ مرا۔ تو مجھے یاد ہے۔ آپ ٹہلتے جاتے اور فرماتے کہ اس نے کبھی شرارت نہ کی تھی۔ بلکہ میرا فرمانبردار ہی رہا ہے۔ ایک دفعہ میں سخت بیمار ہوا اور شدت مرض میں مجھے غش آگیا جب مجھے ہوش آیا تو میں نے دیکھا کہ وہ میرے پاس کھڑا نہایت دُرد سے رو رہا تھا۔ آپ یہ بھی فرماتے کہ یہ میری بڑی عزت کیا کرتا تھا۔ لیکن آپ نے اس کا جنازہ نہ پڑھا۔ حالانکہ وہ اتنا فرمانبردار تھا کہ بعض احمدی بھی اتنے نہ ہوں گے۔ محمدی بیگم کے متعلق جب جھگڑا ہوا تو اسکی بیوی اُسکے رشتہ دار بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ حضرت صاحب نے اس کو فرمایا کہ تم اپنی بیوی کو طلاق دے دو۔ اس نے طلاق لکھ کر حضرت صاحب کو بھیجدی کہ آپ کی جس طرح مرضی ہے اُسی طرح کریں۔ لیکن باوجود اسکے جب وہ مرا تو آپ نے اُس کا جنازہ نہ پڑھا +

حدیث میں آیا ہے کہ جب ابوطالب جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے فوت ہونے لگے (بعض نے تو ان کو مسلمان لکھا ہے لیکن اصل بات یہی ہے کہ وہ مسلمان نہ تھے) تو آنحضرت صلعم نے کہا کہ چچا ایک دفعہ لا الٰہ الا اللہ کہدو۔ تاکہ میں آپکی شفاعت

خداتعالےٰ کے حضور کر سکوں۔ لیکن انھوں نے کہا کہ کیا کروں جو کچھ تم کہتے ہو۔ اس کو دل تو مانتا ہے مگر زبان پر اس لئے نہیں لا سکتا کہ لوگ کہینگے مرنے کے وقت ڈر گیا ہے۔ اسی حالت میں وہ فوت ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چونکہ والد تھے اس لئے وہ چاہتے تھے کہ آنحضرت صلعم سے ان کے متعلق کچھ فیض حاصل کریں۔ مگر ساتھ ہی ڈرتے تھے کہ یہ چونکہ مسلمان نہیں ہوئے اس لئے رسول کریم ناراض نہ ہو جائیں۔ اس لئے انھوں نے اپنے والد کے مرنے کی خبر رسول کریم کو ان الفاظ میں پہنچائی۔ کہ یا رسول اللہ آپکا گمراہ بڈھا چچا مر گیا ہے۔ آپ نے فرمایا جاؤ اور جا کر ان کو غسل دو لیکن آپ نے ان کا جنازہ نہ پڑھا۔ قرآن شریف سے تو معلوم ہوتا ہے کہ ایسا شخص جو بظاہر اسلام لے آیا ہے لیکن یقینی طور پر اس کے دل کا کفر معلوم ہو گیا ہے تو اس کا جنازہ بھی جائز نہیں۔ پھر غیر احمدی کا جنازہ پڑھنا کس طرح جائز ہو سکتا ہے +

یہ دین کی باتیں ہیں۔ ان میں جھگڑنے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔ دنیا کے معاملات میں ہم دوسروں کے ساتھ ایک ہیں۔ لیکن دین کے معاملہ میں فرق ہے اس میں ایک نہیں ہو سکتے۔ اور سمجھدار آدمی اس کو خوب سمجھ سکتے ہیں۔ لکھنؤ میں ہم ایک آدمی سے ملے جو بڑا عالم ہے اس نے کہا آپ لوگوں کے بڑے دشمن ہیں جو یہ مشہور کرتے پھرتے ہیں کہ آپ ہم لوگوں کو کافر کہتے ہیں۔ میں نہیں مان سکتا کہ آپ ایسے وسیع حوصلہ رکھنے والے ایسا کہتے ہوں۔ اس سے شیخ یعقوب علی صاحب باتیں کر رہے تھے۔ میں نے ان کو کہا۔ آپ کہدیں کہ واقعہ میں ہم آپ لوگوں کو کافر کہتے ہیں۔ یہ سنکر وہ حیران سا ہو گیا۔ لیکن جب اس سے یہ پوچھا گیا۔ کہ آپ جس مسیح کے آنے کے منتظر ہیں۔ اس کے منکروں کو کیا کہتے ہیں۔ تو کہنے لگا۔ بس میں سمجھ گیا۔ بیشک آپ کا حق ہے کہ ہم کو کافر سمجھیں +

پس تم لوگ دین کو اپنی جگہ پر رکھو اور دنیا کو اپنی جگہ پر۔ اور جہاں دین کا معاملہ آئے وہاں فوراً الگ ہو جاؤ۔ وہ لوگ جو اس بات سے چڑتے ہیں کہ ہمیں کافر کیوں کہا جاتا ہے۔ ان سے پوچھو کہ جب تمہارا مسیح آئے گا اور جو لوگ اسے نہیں مانیں گے ان کو کیا کہو گے۔ یہی نہ کہ ان کی گردن اڑا دو۔ لیکن ہم تو کسی کی گردن نہیں اڑاتے۔ ہم تو

شریعت کا فتوے استعمال کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو کہو اگر تمہارے خیال میں ہم ایک جھوٹے مسیح کو مانتے ہیں تو پھر ہمارے جنازہ پڑھنے سے تمہارے مُردہ کو فائدہ کیا ہوگا۔ کیا جس صورت میں کہ ہم مسلمان ہی نہیں۔ ہماری دُعا سے آپ کا مُردہ بخشا جا سکتا ہے۔ پس اگر ان باتوں پر کوئی غور کرے تو کوئی لڑائی جھگڑا نہیں ہو سکتا +

اب ایک اور سوال رہ جاتا ہے کہ غیر احمدی تو حضرت مسیح موعود کے منکر ہوئے اس لئے ان کا جنازہ نہیں پڑھنا چاہیئے۔ لیکن اگر کسی غیر احمدی کا چھوٹا بچہ مر جائے۔ تو اُس کا جنازہ کیوں نہ پڑھا جائے۔ وہ تو مسیح موعود کا مکفر نہیں۔ میں یہ سوال کرنیوالے سے پوچھتا ہوں کہ اگر یہ بات درست ہے۔ تو پھر ہندوؤں اور عیسائیوں کے بچوں کا جنازہ کیوں نہیں پڑھا جاتا اور کتنے لوگ ہیں جو اِن کا جنازہ پڑھتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ جو ماں باپ کا مذہب ہوتا ہے شریعت وہی مذہب ان کے بچہ کا قرار دیتی ہے۔ پس غیر احمدی کا بچہ بھی غیر احمدی ہی ہوا۔ اس لئے اس کا جنازہ بھی نہیں پڑھنا چاہیئے۔ پھر میں کہتا ہوں۔ بچہ تو گنہگار نہیں ہوتا۔ اس کو جنازہ کی ضرورت ہی کیا ہے۔ بچہ کا جنازہ تو دُعا ہوتی اس کے پسماندگان کے لئے۔ اور اس کے پسماندگان ہمارے نہیں بلکہ غیر احمدی ہوتے ہیں۔ اس لئے بچہ کا جنازہ بھی نہیں پڑھنا چاہیئے۔ باقی رہا کوئی ایسا شخص جو حضرت صاحب کو تو سچا مانتا ہے لیکن ابھی اس نے بیعت نہیں کی یا احمدیت کے متعلق غور کر رہا ہے اور اسی حالت میں مر گیا ہے اس کو ممکن ہے کہ خدا تعالےٰ کوئی سزا نہ دے۔ لیکن شریعت کا فتوے ظاہری حالات کے مطابق ہوتا ہے۔ اس لئے ہمیں اس کے متعلق بھی یہی کرنا چاہیئے۔ کہ اس کا جنازہ نہ پڑھیں +

غیر احمدیوں کو لڑکی دینا

ایک اور بھی سوال ہے کہ غیر احمدیوں کو لڑکی دینا جائز ہے یا نہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اس احمدی پر سخت ناراضگی کا اظہار کیا ہے جو اپنی لڑکی غیر احمدی کو دے۔ آپ سے

ایک شخص نے بار بار پوچھا اور کئی قسم کی مجبوریوں کو پیش کیا۔ لیکن آپ نے اس کو یہی فرمایا کہ لڑکی کو بٹھائے رکھو لیکن غیر احمدیوں میں نہ دو۔ آپ کی وفات کے بعد اس نے غیر احمدیوں کو لڑکی دے دی۔ تو حضرت خلیفہ اول رضؓ نے اس کو احمدیوں کی امامت سے ہٹا دیا۔ اور جماعت سے خارج کر دیا۔ اور اپنی خلافت کے چھ سالوں میں اسکی توبہ قبول نہ کی۔ باوجودیکہ وہ بار بار توبہ کرتا رہا۔ (اب میں نے اس کی سچی توبہ دیکھ کر قبول کر لی ہے) +

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو لوگوں نے کہا تھا۔ کہ اگر آپ نے اپنے بعد عمرؓ کو جانشین مقرر کیا۔ تو بڑا غضب ہوگا۔ کیونکہ یہ بہت غصیلے ہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ ان کا غصہ اسی وقت تک گرمی دکھاتا ہے جب تک کہ میں نرم ہوں۔ اور جب میں نہ رہوں گا تو یہ خود نرم ہو جائینگے۔ اسی طرح میرا نفس تھا۔ جو یہ کہتا تھا کہ اگر کوئی ذرا بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حکم کے خلاف کرے تو اسے بہت سخت سزا دی جائے لیکن اب تو کچلا گیا ہے۔ اور بہت نرمی کرنی پڑتی ہے۔ تاہم میں اس بات سے خوش ہوں کہ دس ہی پکے احمدی ہوں۔ لیکن اس بات سے سخت ناخوش ہوں۔ کہ دس کروڑ ایسے احمدی ہوں جو حضرت مسیح موعود کا حکم نہ ماننے والے ہوں۔ پس وہ لوگ جو ایسے ہیں وہ سُن لیں کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اس بات پر بہت زور دیا ہے۔ اس لئے اس پر ضرور عمل درآمد ہونا چاہیئے۔ میں کسی کو جماعت سے نکالنے کا عادی نہیں۔ لیکن اگر کوئی اس حکم کے خلاف کرے گا تو میں اس کو جماعت سے نکال دونگا۔ ابھی چند ماہ ہوئے ایک شخص نے غیر احمدیوں میں اپنی لڑکی دی تھی۔ میں نے اسے جماعت سے الگ کر دیا۔ بعد میں اس نے بہت توبہ کی۔ اور معافی مانگی۔ لیکن میں نے کہا کہ تمہارا یہ اخلاص بعد از جنگ یاد آیا ہے۔ اس لئے برکلۂ خود یا مُدرز دکے مطابق اپنے سر پر مارو۔ ہمیں دیندار لوگوں کی ضرورت ہے۔ میں اگر کسی کی بیعت لے بھی لوں۔ تو کیا اس وقت تک وہ احمدی ہو سکتا ہے۔ جب تک کہ خدا کی نظر میں احمدی نہ ہو۔ احمدی اصل میں وہی ہے جو خدا کی نظر میں احمدی ہے۔ میرے احمدی کر لینے سے کوئی احمدی نہیں بن جاتا۔

پس تم خدا تعالیٰ کی نظر میں احمدی بنو۔ اور وہ اس طرح کہ حضرت مسیح موعودؑ کے
تمام احکام کو پوری پوری طرح بجا لاؤ۔ خدا تعالیٰ تمھیں توفیق دے +

گورنمنٹ کی وفاداری

ایک اور خاص بات ہے جس کا بیان کر دینا بھی نہایت ضروری ہے کیونکہ اس کے متعلق بھی حضرت صاحب نے بار بار تاکید فرمائی ہے۔ مَیں نے بھی پچھلے جلسہ پر اس کے متعلق بیان کیا تھا۔ اور وہ گورنمنٹ کی وفاداری ہے۔ اس گورنمنٹ کے ہم پر بڑے بڑے احسان ہیں مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مُنہ سے بارہا سُنا ہے کہ اس گورنمنٹ کے ہم پر اتنے احسان ہیں کہ اگر ہم اسکی وفاداری نہ کریں اور اسے مدد نہ دیں تو ہم بڑے ہی بے وفا ہونگے۔ میں بھی یہی کہتا ہوں۔ کہ گورنمنٹ کی وفاداری ہمیں دل و جان سے کرنی چاہیئے۔ میں اگر کسی سے کوئی ایسی بات سُنتا ہوں جو گورنمنٹ کے خلاف ہوتی ہے تو کانپ جاتا ہوں۔ کیونکہ اس قسم کی کوئی بات کرنا بہت ہی نمک حرامی ہے یہ بات اچھی طرح یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر یہ گورنمنٹ نہ ہوتی تو نہ معلوم ہمارے لئے کیا کیا مشکلات ہوتیں۔ ابھی چند دنوں کا ہی ذکر ہے کہ ہمارے مالابار کے احمدیوں کی حالت بہت تشویشناک ہو گئی تھی۔ ان کے لڑکوں کو سکولوں میں آنے سے بند کر دیا گیا۔ ان کے مردے دفن کرنے سے روک دیئے گئے چنانچہ ایک مردہ کئی دن تک پڑا رہا۔ مسجدوں سے روک دیا گیا۔ تجارت کو بند کر دیا لیکن اس گورنمنٹ نے ایسی مدد کی ہے کہ اگر ہماری اپنی سلطنت بھی ہوتی۔ تو بھی ہم اِس سے زیادہ نہ کر سکتے۔ اور وہ یہ کہ گورنمنٹ نے احمدیوں کی تکلیف دیکھ کر اپنے پاس سے زمین دی ہے کہ اس میں مسجد اور قبرستان بنا لو۔ لیکن وہاں کا راجہ اس پر بھی باز نہیں آیا اور اس نے یہ سوال اُٹھایا کہ یہ زمین تو میری ہے۔ میں نہیں دیتا۔ اور یہ بھی لکھا کہ خبردار۔ اگر تم نے اس پر کوئی عمارت بنائی۔ تو سزا پاؤ گے۔ اور یہ بھی کہا کہ

تم لوگ حاضر ہو کر بتاؤ کہ کیوں تمہیں بائیکاٹ نہ کر دیا جائے کیونکہ علما نے فتویٰ دیا ہے کہ تم مسلمان نہیں ہو۔ اس پر احمدیوں نے گورنمنٹ کی خدمت میں درخواست دی تو ... ... ڈپٹی کمشنر صاحب نے یہ حکم دیا کہ اگر اب احمدیوں کو کوئی تکلیف ہوئی تو مسلمانوں کے جتنے لیڈر ہیں ان سب کو نئے قانون کے ماتحت ملک بدر کر دیا جائیگا اس طرح کا حکم کسی کے مُنہ سے نہیں نکل سکتا مگر اسی کے مُنہ سے جسکے دل میں بنی نوع انسان کی ہمدردی ہو۔ تو یہ تازہ سلوک اس گورنمنٹ نے تمہارے مالاباری بھائیوں کے ساتھ کیا ہے۔ اور جو کسی کے بھائی پر احسان کرتا ہے وہ اسی پر کرتا ہے۔ پس جب مالاباری احمدی ہمارے بھائی ہیں تو ہمیں گورنمنٹ کا کس قدر احسان مند ہونا چاہئیے پھر ماریشس میں ہمارے ایک مبلّغ گئے ہیں جو جہاں لیکچر دینا چاہتے۔ غیر احمدی بند کروا دیتے۔ آخر انھوں نے گورنمنٹ سے سرکاری ہال کے لئے درخواست کی۔ تو وہاں کے گورنر نے حکم دیا۔ کہ آپ ہفتہ میں تین دن اس ہال میں لیکچر دے سکتے ہیں۔ گویا گورنمنٹ نے ہفتہ کے نصف دن ہمارے مبلّغ کو دے دیئے۔ اور نصف اپنے لئے رکھے +

پس جو گورنمنٹ ایسی مہربان ہو۔ اسکی جسقدر بھی فرمانبرداری کی جائے تھوڑی ہے۔ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر مجھ پر خلافت کا بوجھ نہ ہوتا تو میں مؤذن بنتا۔ اسی طرح میں کہتا ہوں کہ اگر میں خلیفہ نہ ہوتا۔ تو والنٹیر ہو کر جنگ میں چلا جاتا۔ اس وقت گورنمنٹ کو آدمیوں کی بہت ضرورت ہے۔ اس لئے جس کسی سے کوئی خدمت ادا ہو سکے ضرور کرے۔ اس جنگ سے تو ہمیں بہت فائدہ پہنچا ہے۔ ہمارے بہت سے احمدی احباب میدانِ جنگ میں گئے ہوئے ہیں لیکن خدا کا فضل ہے کہ ابھی تک ایک بھی فوت نہیں ہوا۔* پھر وہ احباب جو فرانس کے میدانِ جنگ میں ہیں وہ تو تبلیغ کا کام بھی خوب کر رہے ہیں۔ انھوں نے ٹیچنگز آف اسلام کا فرانسیسی میں ترجمہ کروا کر شائع کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی ٹریکٹ فرانسیسی میں لکھا کر شائع کرائے ہیں۔ پس اگر کوئی میدانِ جنگ میں جائے گا تو گویا گورنمنٹ کے خرچ پر ہمارا مفت کا مبلّغ

* بعد میں معلوم ہوا کہ دو دوست فوت ہوئے ہیں +

ہوگا۔ اِس لئے اگر کوئی جانا چاہے تو ضرور جائے۔ بہت عمدہ کام ہے۔ مجھ سے اب تک جتنے احمدیوں نے لڑائی پر جانے کے لئے پوچھا ہے۔ مَیں نے بڑی خوشی سے انھیں اجازت دی ہے۔ اور کہا ہے کہ اگر تم اِس نیک نیتی سے جاؤ گے۔ کہ ہم گورنمنٹ کی خدمت کرنے کے لئے جا رہے ہیں اور ساتھ ہی دین کی تبلیغ بھی کرینگے تو خداتعالیٰ تمہارا حافظ ہوگا۔ اور تمہیں ہر ایک تکلیف سے محفوظ رکھے گا۔

پس یہ گورنمنٹ کی مدد کا ایک موقع ہے جس کو خداتعالیٰ توفیق دے شامل ہو جائے۔

(نوٹ) چونکہ نماز مغرب کا وقت بالکل قریب آگیا تھا۔ اس لئے حضرت خلیفۃ المسیح نے تقریر کو یہاں ہی ختم کر دیا۔ اور فرمایا کہ باتیں تو بہت تھیں لیکن وقت نہیں رہا۔ اس لئے تقریر بند کرتا ہوں۔

(مرتب کنندہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

تقریر حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی

جو ۲۸ دسمبر ۱۹۱۵ء کو سالانہ جلسہ کے موقع پر ہوئی

اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ
امابعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اذا جاء نصر اللہ والفتح ○ ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا ○ فسبح بحمد ربک واستغفرہ انہ کان توابا ○

پہلے آپ لوگوں کے سامنے جو یہاں تشریف لائے ہیں۔ بعض باتیں بیان کرنے کا ارادہ کیا تھا چنانچہ میں نے نوٹ کر لئے تھے کہ فلاں فلاں بات کہوں گا۔ اور میرا منشا تھا کہ جس طرح پچھلے جلسہ پر یہ انتظام کیا گیا تھا کہ کچھ امور ایسے بیان کئے جائیں جو جماعت کی اصلاح کے متعلق ہوں۔ اور کچھ ایسے جو روحانیت سے تعلق رکھتے ہوں۔ چنانچہ گزشتہ جلسہ پر میں نے

بتایا تھا کہ انسان کی رُوحانی ترقی کے سات درجے ہیں۔ اور یہ بھی بتایا تھا کہ ان کے حصول کے کیا ذرائع ہیں۔ اس دفعہ بھی میرا ارادہ تھا کہ ایک دن تو دوسری ضروری باتیں بیان کروں اور دوسرے دن ذکرِ الٰہی اور عبادتِ الٰہی پر کچھ کہوں۔ لیکن کہتے ہیں تدبیر کند بندہ تقدیر زند خندہ۔ یہ کسی نے تو اپنے رنگ میں کہا ہوگا۔ مگر میں جو کل اپنے ارادہ کو پُورا نہیں کر سکا۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ یہی خدا تعالےٰ کا منشا ہوگا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کے سلسلوں کے کام اسکی منشا اور ارادہ کے ماتحت ہوتے ہیں کل جو میں تقریر کرنے لگا تو گو بہت اختصار سے کام لیا۔ اور بہت حصہ مضمون کا کاٹ کر بیان کیا۔ مگر مغرب تک پھر بھی نہ بیان کر سکا۔ اور ایک حصہ رہ ہی گیا۔ جو میرے خیال میں بہت ضروری ہے اور آج وقت بھی مل گیا ہے اس لئے اسی حصہ کو بیان کرتا ہوں +

وہ دوسرا حصہ جس کو میں اس وقت بیان کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے متعلق میں نے ایک مختصر سی سورۃ پڑھی ہے جو گو عبارت کے لحاظ سے بہت مختصر ہے لیکن مضامین کے لحاظ سے بہت وسیع باتیں اپنے اندر رکھتی ہے۔ اور حکمت اور معرفت کے بڑے بڑے دریا اس کے اندر بہہ رہے ہیں۔ نیز اس سورۃ میں خدا تعالےٰ نے مسلمانوں کو وہ بات بتائی ہے کہ اگر وہ اس پر غور و فکر اور عمل درآمد کرتے تو ان پر وہ ہلاکت اور تباہی کبھی نہ آتی۔ جو آج آئی ہوئی ہے۔ اور نہ مسلمان پراگندہ ہوتے۔ نہ ان کی حکومتیں جاتیں۔ نہ اسقدر کشت و خون کی نوبت پہنچتی۔ اور نہ ان میں تفرقہ پڑتا۔ اور اگر پڑتا تو اتنا جلدی اور اس عمدگی سے زائل ہو جاتا کہ اس کا نام و نشان بھی باقی نہ رہتا لیکن افسوس کہ ان میں وہ تفرقہ پڑا۔ جو باوجود گھٹانے کے بڑھا اور باوجود دبانے کے اُٹھا۔ اور باوجود مٹانے کے اُبھرا۔ اور آخر اس حد تک پہنچ گیا کہ آج مسلمانوں میں سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں فرقے موجود ہیں۔ کیونکہ وہ بند جس نے مسلمانوں کو باندھا ہوا تھا کاٹا گیا۔ اور اس کے جوڑنے والا کوئی پیدا نہ ہوا۔ بلکہ دن بدن وہ زیادہ سے زیادہ ہی ٹوٹتا گیا۔ حتیٰ کہ تیرہ سو سال کے دراز عرصہ میں جب بالکل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ تو خدا تعالےٰ نے اپنے پاس سے ایک شخص کو اس لئے بھیجا۔ کہ وہ آکر اس کو جوڑے۔ اس فرستادۂ خدا سے پہلے کے تمام مولویوں

گدی نشینوں اور بزرگوں اولیاؤں نے بڑی بڑی کوششیں کیں مگر اکارت گئیں۔ اور اسلام ایک نقطہ پر نہ آیا۔ پر نہ آیا۔ اور کس طرح آسکتا تھا۔ جبکہ اس طریق سے نہ لایا جاتا۔ جو خدا تعالےٰ نے مقرر کیا تھا یعنے کسی مامور من اللہ کے ذریعے۔ غرض اس سورۃ میں خدا تعالےٰ نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک آنے والے فتنہ پر آگاہ فرمایا ہے اور اس سے بچنے کا علاج بھی بتایا ہے۔ اس سورۃ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو تاکید کی گئی ہے کہ آپ استغفار کریں۔ چونکہ استغفار کے معنی عام طور پر اپنے گناہوں کی معافی مانگنے کے ہوتے ہیں۔ اس لئے یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ شخص جو دُنیا کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے آیا تھا۔ گمراہ اور بے دین لوگوں کو باخدا بنانے آیا تھا۔ گناہوں اور بدیوں میں گرفتار شدہ انسانوں کو پاک وصاف کرنے آیا تھا۔ اور جس کا درجہ قرآن شریف میں خدا تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے۔ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ ۔ سب لوگوں کو کہدے کہ اگر تم اللہ تعالےٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اس کا یہ نتیجہ ہوگا کہ تم خدا تعالےٰ کے محبوب اور پیارے بن جاؤگے ۔ پھر وہ جکی نسبت خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَلَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ کہ اس رسول میں تمہارے لئے پورا پورا نمونہ ہے۔ اگر تم خدا کے حضور مقبول بننا چاہتے ہو۔ اگر تم خدا سے تعلق پیدا کرنا پسند کرتے ہو تو اس کا آسان طریق یہ ہے کہ اس رسول کے اقوال۔ افعال۔ اور حرکات وسکنات کی پیروی کرو۔ کیا اس قسم کا انسان تھا کہ وہ بھی گناہ کرتا تھا اور اسے بھی استغفار کرنے کی ضرورت تھی۔ جس رسول کی یہ شان ہو کہ اس کا ہر ایک قول اور فعل خدا کا پسندیدہ ہو۔ کس طرح ہوسکتا ہے کہ اس کی نسبت یہ کہا جائے کہ تو اپنے گناہوں کی معافی مانگ۔ اگر وہ بھی گنہگار ہوسکتا ہے تو خدا تعالےٰ نے اس کی اتباع کی دوسروں کو کیوں ہدایت فرمائی ہے ؎

ہم اس بات کو ثابت کرسکتے ہیں کہ آپ ہر ایک قسم کی بدی اور گناہ سے پاک تھے۔ یہی تو وجہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے فرمایا۔ کہ اے لوگو۔ اگر تمہیں مجھ سے محبت کا دعویٰ ہے۔ اور میرے محبوب بننا چاہتے ہو تو اس کا ایک ہی طریق ہے کہ تم اس رسول کی اتباع کرو ورنہ ممکن نہیں کہ تم میرے قرب کی کوئی راہ پاسکو۔ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف

کسی گناہ کا منسوب کرنا تعلیمِ قرآن کے بالکل خلاف ہے مگر کوئی کہہ سکتا ہے کہ پھر آپ کے متعلق یہ کیوں آیا ہے کہ تو استغفار کر۔ استغفار کر۔ یہاں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ انہی الفاظ کو مدِنظر رکھ کر عیسائی صاحبان بھی مسلمانوں پر ہمیشہ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ تمہارا رسول گنہگار تھا۔ کیونکہ قرآن اس کو حکم دیتا ہے کہ تو استغفار کر۔ لیکن ہمارے مسیح کی نسبت قرآن میں یہ کہیں نہیں آیا۔ پس معلوم ہوا کہ تمہارا رسول گناہ کرتا تھا۔ اور بعض جگہ تو تمہارے رسول کی نسبت ذنب کا لفظ بھی آیا ہے تو معلوم ہوا کہ تمہارا رسول گنہگار تھا۔ اور ہمارا مسیح گناہوں سے پاک۔ اس سے ثابت ہوگیا کہ مسیح کا درجہ اس سے بہت بلند ہے۔ اس اعتراض کے جواب میں مسلمانوں کو بڑی دقت پیش آئی ہے اور گو انھوں نے جواب دینے کی بڑی کوشش کی ہے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے پہلے اس کا جواب دینے میں وہ کامیاب نہیں ہو سکے۔ یہی وجہ تھی کہ ہزارہا مسلمانوں کی اولاد عیسائی ہوگئی۔ اور تو اور سیّدوں کی اولادوں نے بھی بپتسمہ لینا پسند کر لیا۔ اور وہ اب سٹیجوں پر کھڑے ہو کر آنحضرت صلعم کو گالیاں دیتے ہیں۔ غرض ان الفاظ کی وجہ سے نادانوں نے دھوکہ کھایا۔ اور بجائے اس کے کہ عیسائیوں کو جواب دیتے خود عیسائی بن گئے۔ قرآن شریف پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت ان معنوں کے لحاظ سے استعمال نہیں کیا گیا۔ جن معنوں میں عام طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ آپ کے متعلق اور معنوں میں استعمال ہوا ہے اور یہ بات اس طرح معلوم ہوتی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت ذنب کا لفظ قرآن شریف میں تین جگہ آیا ہے۔ اوّل سورہ مومن میں جہاں خدا تعالےٰ فرماتا ہے فاصبر ان وعد اللہ حق واستغفر لذنبک وسبح بحمد ربک بالعشی والابکار (۴۰-۵۷) دوم سورہ محمدؐ میں یوں آیا ہے۔ فاعلم انہ لا الہ الا اللہ واستغفر لذنبک وللمومنین والمومنٰت واللہ یعلم متقلبکم ومثوٰکم۔ ۴۷-۲۱) سوم سورہ فتح میں آیا ہے۔ انا فتحنا لک فتحاً مبیناً لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر ویتم نعمتہ علیک

دیھدیک صراطاً مستقیماً۔ اسی طرح بعض جگہ پر استغفار کا لفظ آپ کی نسبت استعمال ہوا ہے جیسا کہ اسی سورۃ میں جو مَیں نے ابھی پڑھی ہے۔ ان سب جگہوں پر اگر ہم غور کریں تو ایک ایسی عجیب بات معلوم ہوتی ہے جو سارے اعتراضوں کو حل کر دیتی ہے اور وہ یہ کہ ان سب جگہوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کے ہلاک ہونے اور آپ کی فتح کا ذکر ہے۔ پس اس جگہ بالطبع یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ کی فتح اور آپ کے دشمنوں کی مغلوبیت کے ساتھ گناہ کا کیا تعلق ہے۔ اور یہی بات ہے جس کے بیان کرنے کے لئے میں نے یہ سورۃ پڑھی ہے اور جس سے ہمیں اقوام کے تنزل و ترقی کے قواعد کا علم ہوتا ہے۔ بعض لوگوں نے ان آیات کے یہ معنی کئے ہیں کہ خدا تعالےٰ آپ کو یہ فرماتا ہے کہ اب تمہاری فتح ہو گئی اور تمہارے دشمن مغلوب ہو گئے۔ اس لئے تمہارے دُنیا سے رخصت ہونے کا وقت آ گیا ہے۔ پس تُو توبہ اور استغفار کر۔ کیونکہ تیری موت کے دن قریب آ گئے ہیں اور گو یہ استدلال درست ہے لیکن ان معنوں پر بھی وہ اعتراض قائم رہتا ہے۔ کہ آپ نے کوئی گناہ کئے ہی ہیں۔ اسی لئے توبہ کا حکم ہوتا ہے ÷

مَیں نے جب ان آیات پر غور کی۔ تو خدا تعالےٰ نے مجھے ایک عجیب بات سمجھائی۔ اور وہ یہ کہ جب کسی کو فتح حاصل ہوتی ہے اور مفتوح قوم کے ساتھ فاتح قوم کے تعلقات قائم ہوتے ہیں۔ تو ان میں جو بدیاں اور بُرائیاں ہوتی ہیں وہ فاتح قوم میں بھی آنی شروع ہو جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ فاتح قوم جن ملکوں سے گذرتی ہے ان کے عیش و عشرت کے جذبات اپنے اندر لیتی جاتی ہے۔ اور چونکہ عظیم الشان فتوحات کے بعد اسقدر آبادی کے ساتھ فاتح قوم کا تعلق ہوتا ہے جو فاتح سے بھی تعداد میں زیادہ ہوتی ہے اس لئے اس کو فوراً تعلیم دینا اور اپنی سطح پر لانا مشکل ہوتا ہے اور جب فاتح قوم کے افراد مفتوح قوم میں ملتے ہیں تو بجائے اس کو نفع پہنچانے کے خود اس کے بد اثرات سے متاثر ہو جاتے ہیں جس کا نتیجہ رفتہ رفتہ نہایت خطرناک ہوتا ہے جب اسلام کی فتوحات کا زمانہ آیا۔ تو اسلام کے لئے بھی وہی مشکل درپیش تھی گو اسلام ایک نبی کے ماتحت ترقی کر رہا تھا

لیکن نبی باوجود نبی ہونے کے پھر انسان ہی ہوتا ہے۔ اور انسان کے تمام کام خواہ کسی حد تک وسیع ہوں محدود ہی ہوتے ہیں۔ ایک اُستاد خواہ کتنا ہی لائق ہو اور ایک وقت میں تیس چالیس ہی نہیں بلکہ سو سوا سو لڑکوں تک کو بھی پڑھا سکتا ہو۔ لیکن اگر اس کے پاس ہزار در ہزار لڑکے لے آئیں تو نہیں پڑھا سکے گا۔ رسول بھی اُستاد ہی ہوتے ہیں جیسا کہ قرآن شریف میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت آیا ہے یتلوا علیہم اٰیٰتک ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ ویزکیھم کہ اس رسول کا یہ کام ہو کہ وہ خدا تعالےٰ کی آیتیں لوگوں کو سُنائے۔ کتاب کی تعلیم دے اور ان کو پاک کرے۔ غرض نبی ایک اُستاد ہوتا ہے۔ اس کا کام تعلیم دینا ہوتا ہے۔ اس لئے وہ تھوڑے لوگوں کو ہی دے سکتا ہے کیونکہ لاکھوں اور کروڑوں انسانوں کو سبق دینا اور پھر یاد بھی کروا دینا کسی انسان کا کام نہیں ہو سکتا۔ پس جب کسی کے سامنے لاکھوں اور کروڑوں انسانوں کی جماعت سبق لینے کے لئے کھڑی ہو۔ تو ضرور ہوگا کہ اس کی تعلیم میں نقص رہ جائے اور پوری پوری طرح علم نہ حاصل کر سکے یا یہ ہوگا۔ کہ بعض تو پڑھ جائینگے۔ اور بعض کی تعلیم ناقص رہ جائے گی اور بعض بالکل جاہل کے جاہل ہی رہ جائینگے اور کچھ تعلیم نہ حاصل کر سکینگے۔ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جب فتوحات پر فتوحات ہونی شروع ہوئیں اور بے شمار لوگ آپ کے پاس آنے لگے تو ان کے دل میں جو بڑا ہی پاک دل تھا یہ گھبراہٹ پیدا ہوئی کہ ان تھوڑے سے لوگوں کو تو میں اچھی طرح تعلیم دے لیتا۔ قرآن سکھا سکتا تھا (چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بڑی پابندی سے صحابہ کو قرآن سکھاتے تھے) لیکن یہ جو لاکھوں انسان اسلام میں داخل ہو رہے ہیں ان کو میں کس طرح تعلیم دونگا۔ اور مجھ میں جو بوجہ بشریت کے یہ کمزوری ہے کہ اتنے کثیر لوگوں کو تعلیم نہیں دے سکتا اس کا کیا علاج ہوگا۔ اس کا جواب خدا تعالےٰ نے یہ دیا کہ اس میں شک نہیں کہ جب فتح ہوگی۔ اور نئے نئے لوگ کثرت سے اسلام میں داخل ہونگے تو ان میں بہت سی کمزوریاں ہونگی۔ اور یہ بھی سچ ہے کہ وہ سب کے سب تجھ سے تعلیم نہیں پا سکتے۔ مگر ان کو تعلیم دلانے کا یہ علاج ہے کہ تو خدا سے دعا مانگ۔ کہ اے خدا مجھ میں

بشریت کے لحاظ سے یہ کمزوری ہے کہ اتنے لوگوں کو تعلیم نہیں دے سکتا تو میری اس کمزوری کو ڈھانپ دے۔ اور وہ اس طرح کہ ان سب لوگوں کو خود ہی تعلیم دیدے اور خود ہی ان کو پاک کردے۔ پس یہی وہ بات ہے جس کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو استغفار کرنے کا ارشاد ہوا ہے۔ ذنب کے معنے ایک زائد چیز کے ہیں اور غفر ڈھانکنے کو کہتے ہیں۔ اس سے خدا تعالےٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات سکھائی ہے کہ تم یہ کہو کہ میں اسقدر لوگوں کو کچھ نہیں سکھا سکتا۔ پس آپ ہی ان کو سکھائیے اور میری اس انسانی کمزوری کو ڈھانپ دیجئے۔ دیکھو حضرت مسیح موعود علیہ السلام ابتدائی زمانہ میں ایک ایک سے اپنے ہاتھ پر ہاتھ رکھا کر بیعت لیتے تھے۔ پھر ترقی ہوئی۔ تو لوگ ایک دوسرے کی پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت کرنے لگے۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح اول کے زمانہ میں تو پگڑیاں پھیلا کر بیعت ہوتی تھی۔ اور اب بھی اسی طرح ہوتی ہے۔ تو ایک آدمی ہر طرف نہیں پہنچ سکتا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کوئی مسلمان یمن میں تھا۔ کوئی شام میں۔ کوئی عراق میں تھا کوئی بحرین میں۔ اور کوئی نجد میں تھا۔ اس لئے نہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہر ایک کے پاس پہنچ سکتے تھے۔ اور نہ وہ آپ تک آسکتے تھے۔ جب حالت یہ تھی تو ضرور تھا کہ آپ کی تعلیم میں نقص رہ جاتا۔ لیکن آپ کا دل کبھی یہ برداشت نہ کر سکتا تھا۔ اس لئے آپ کو حکم ہوا کہ خدا سے دُعا کرو۔ کہ اے خدا اب یہ کام میرے بس کا نہیں۔ اس لئے تو ہی اسے پورا کر۔ کیونکہ شاگرد بہت ہیں اور میں اکیلا مدرس ہوں۔ مجھ سے ان کی تعلیم کا پورا ہونا مشکل ہے آجکل تو سکولوں میں یہ قاعدہ ہو گیا ہے کہ ایک اُستاد کے پاس چالیس یا پچاس سے زیادہ لڑکے نہوں اور اس سے زیادہ لڑکوں کو جماعت میں داخل نہ کیا جائے۔ اور اگر کیا جائے تو ایک اور اُستاد رکھا جائے۔ کیونکہ افسرانِ تعلیم جانتے ہیں کہ اگر ایک جماعت میں بہت زیادہ لڑکے ہوں۔ اور ایک اکیلا اُستاد پڑھانے والا ہو تو لڑکوں کی تعلیم ناقص رہ جاتی ہے۔ چنانچہ جن سکولوں میں بہت سے لڑکے ہوتے ہیں۔ اور ایک اُستاد۔ وہاں کے لڑکوں کی تعلیمی حالت بہت کمزور ہوتی ہے۔ کیونکہ زیادہ لڑکوں کی

وجہ سے اُستاد ہر ایک کی طرف پوری پوری توجہ نہیں کر سکتا۔ تو چونکہ فتح کے وقت لاکھوں انسان مسلمان ہو کر اسلام میں داخل ہوتے تھے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خطرہ دامنگیر ہُوا۔ کہ مسلمان تعلیم میں ناقص نہ رہ جائیں۔ خدا تعالےٰ نے آپکو اسکے متعلق یہ گُر بتا دیا۔ کہ خدا کے آگے گر جاؤ۔ اور اسی کو کہو کہ آپ ہی اس کام کو سنبھالیں۔ میری طاقت سے تو اس کا سنبھالنا باہر ہے +

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق استغفار کا لفظ اسی لئے استعمال کیا گیا ہے کہ آپ کو اس بات کی طرف متوجہ کیا جائے کہ اسلام میں کثرت سے داخل ہونے والے لوگوں کی تعلیم و تربیت کے لئے آپ خدا تعالےٰ سے دُعا کریں اور التجا کریں۔ کہ اب لوگوں کے کثرت سے آنے سے جو بد نتائج نکلیں گے ان سے آپ ہی بچائیے۔ اور ان کو خود ہی دُور کر دیجیئے اور آپ کا لاکھوں انسانوں کو ایک ہی وقت میں پوری تعلیم نہ دے سکنا کوئی گناہ نہیں بلکہ بشریت کا تقاضی ہے اور یہی وجہ ہے کہ آپ کی نسبت ذنب کا لفظ تو استعمال ہوا ہے لیکن جناح کا لفظ کبھی استعمال نہیں ہُوا گناہ اسے کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت اور قوت کے باوجود اس کے حکم کی فرمانبرداری نہ کی جائے۔ اور وہ بات جس کی خدا تعالیٰ کی طرف سے طاقت ہی نہ دی جائے۔ اس کا نہ کر سکنا گناہ نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ بشری کمزوری کہلاتی ہے۔ مثلاً ایک شخص بیمار ہو جاتا ہے۔ تو یہ اس کا گناہ نہیں بلکہ ایک کمزوری ہے۔ جو بشریت کی وجہ سے اسے لاحق ہے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ گناہ نہ تھا۔ کہ آپ اس قدر زیادہ لوگوں کو پڑھا نہ سکتے تھے۔ بلکہ خدا تعالےٰ نے ہی آپ کو ایسا بنایا تھا۔ اور آپ کے ساتھ یہ ایسی بات لگی ہوئی تھی۔ جو آپ کی طاقت سے بالا تھی۔ اس لئے آپ کو بتایا گیا کہ آپ خدا تعالےٰ کے حضور کثرت طلبا کی وجہ سے جو نقص تعلیم میں ہوتا تھا اس کے دُور کرنے کے لئے دُعا کریں +

پس ان تمام آیات سے پتہ لگتا ہے کہ ان میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گناہ کا اظہار نہیں ہے۔ بلکہ ایک بشری کمزوری کے بد نتائج سے بچنے کی آپ کو راہ بتائی گئی ہے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ باوجود اس کے کہ آپ کے وقت کثرت سے لوگ ایمان لے آئے مگر ابتلاؤں اور فتنوں کے وقت ان کا ایمان خراب نہ ہُوا۔ اور وہ اس نعمت سے محروم نہ ہوئے۔ چنانچہ آنحضرت

کے زمانہ میں جو لوگ ایمان لائے تھے۔ آپ کے بعد گو ان میں سے بھی کچھ مرتد ہو گئے۔ مگر جھٹ پٹ
ہی واپس آگئے اور ان فتنہ فسادوں میں شامل نہ ہوئے جو اسلام کو تباہ کرنے کے لئے شریروں
اور مفسدوں نے برپا کئے تھے۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جو عظیم الشان فساد
ہوا اس میں عراق۔ مصر۔ کوفہ اور بصرہ کے لوگ تو شامل ہو گئے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
وفات کے بعد ایمان لائے تھے۔ لیکن یمن۔ حجاز اور نجد کے لوگ شامل نہ ہوئے۔ یہ وہ ملک تھے
جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں فتح ہوئے تھے۔ جانتے ہو۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ وہ
خفیہ منصوبے جو مسلمانوں کی تباہی کا موجب ہوئے۔ ان میں وہ ممالک تو شامل ہو گئے جو آپ کی وفات کے
بعد فتح ہوئے۔ مگر وہ ملک شامل نہ ہوئے۔ جو آپ کے زمانہ میں فتح ہوئے تھے۔ اس کی یہی وجہ ہے
جو اوپر بیان کی گئی ہے کہ خدا تعالےٰ نے ان ملکوں کے لوگوں کی جو آپ کے زمانہ میں اسلام لائے تھے
برائیاں اور بدیاں دُور کر دی تھیں۔ لوگ تو کہتے ہیں کہ امیر معاویہ کا زور اور طاقت تھی۔ کہ شام کے لوگ
اس فتنہ میں شامل نہ ہوئے۔ لیکن میں کہتا ہوں۔ کہ یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی کرامت تھی
کہ وہ لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف نہیں اُٹھے تھے۔ کیونکہ گو یہ ملک آپ کے زمانہ میں فتح
نہ ہوا لیکن آپ نے اس پر بھی چڑھائی کی تھی۔ جس کا ذکر قرآن شریف کی سورہ توبہ میں ان تین
صحابہ کا ذکر کرتے ہوئے جو اس سفر میں شامل نہ ہوئے تھے آیا ہے۔ پس شام کا اس فتنہ میں شامل
نہ ہونا امیر معاویہؓ کی دانائی کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ اس لئے تھا کہ وہاں اسلام کا بیج رسول کریم صلعم
کے وقت میں بویا گیا۔ اور اس سرزمین میں آپ نے اپنا قدم مبارک ڈالا تھا پس خدا تعالےٰ نے آپ
کی دعاؤں میں اس ملک کو بھی شامل کر لیا۔ اس اتنے بڑے فتنہ میں اس قدر صحابہ میں سے صرف تین
صحابہ کے شامل ہونے کا پتہ لگتا ہے۔ اور ان کی نسبت بھی ثابت ہے کہ صرف غلط فہمیوں کی وجہ
سے شامل ہو گئے تھے۔ اور بعد میں توبہ کر لی تھی۔ تو یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایسی
خصوصیت ہے۔ جو کسی اور نبی کو حاصل نہیں ہوئی۔ اس لئے جہاں آپ کی فتح کا ذکر آیا ہے۔ وہاں
ساتھ ہی استغفار کا حکم بھی آیا ہے۔ جو آپ کو اس طرف متوجہ کرنے کے لئے تھا۔ کہ دیکھنا ہم
آپ کو بہت بڑی فتح اور عزت دینی چاہتے ہیں۔ اور بے شمار لوگوں کو آپ کے ساتھ شامل کرنا
چاہتے ہیں۔ پس یاد رکھو۔ کہ جب تمہارے بہت سے شاگرد ہو جائیں۔ تو تم خدا کے حضور گر جانا اور

کہنا کہ الٰہی اب کام انسانی طاقت سے بڑھتا جاتا ہے آپ خود ہی ان نو واردوں کی اصلاح کر دیجئے ہم آپ کی دُعا قبول کرینگے اور ان کی اصلاح کر دی جائے گی۔ اور ان کی کمزوریوں اور بدیوں کو دُور کر کے ان کو پاک کر دیا جائے گا۔ لیکن ان سب باتوں کو ملانے سے جہاں ایک طرف یہ اعتراض مٹ جاتا ہے۔ کہ آپ کسی گناہ کے مرتکب نہیں ہوئے۔ وہاں دوسری طرف یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ جس وقت ایک قوم ترقی کرتی اور کثرت سے پھیلتی ہے۔ وہی زمانہ اس کے تنزل اور انحطاط کا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالےٰ نے فتح کے ساتھ ہی استغفار کا ارشاد فرمایا ہے۔ کیونکہ کسی قوم کے بڑھنے اور ترقی کرنے کا جو وقت ہوتا ہے۔ وہی وقت اس کے تنزل کے اسباب کو بھی پیدا کرتا ہے۔ اور جب کوئی قوم بڑھ جاتی ہے۔ اسی وقت اس میں فساد اور فتنے بھی شروع ہو جاتے ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ قوم میں ایسے لوگ آجاتے ہیں۔ جو نبی کی خدمت اور صحبت میں نہیں رہے ہوتے۔ اچھی طرح بد آلائشوں سے پاک وصاف نہیں ہوتے۔ اور جنہیں وہ مشکلات پیش نہیں آئی ہوتیں۔ جو خدا تعالیٰ نے اپنے پیارے بندوں کو پاک کرنے کے لئے مقرر فرمائی ہوئی ہیں۔ اس لئے وہ فتنہ وفساد پیدا کرتے ہیں اور قوم کو تباہی کے گھاٹ اُتارنا چاہتے ہیں +

آپ لوگ اس مضمون کو غور سے سُنیں۔ اس کا کچھ حصہ علمی اور تاریخی ہے۔ اس لئے ممکن ہے کہ بعض کو مشکل معلوم ہو۔ لیکن یہ وہ بات ہے۔ اور میں کامل یقین سے کہتا ہوں۔ یہ وہ بات ہے جو خدا تعالےٰ نے قرآن شریف میں تو بیان فرمائی ہے لیکن آجتک کسی نے اسے قرآن شریف سے سیکھ کر بیان نہیں کیا۔ مجھے خدا تعالےٰ نے سکھائی ہے۔ اور اس بات کا موقع دیا ہے کہ آپ لوگوں کو سُناؤں۔ پس جو شخص اسے سُنے گا۔ اور پھر اس پر عمل کریگا وہ کامیاب اور بامُراد ہو جائے گا۔ اور جو نہیں سُنے گا اور عمل نہیں کرے گا۔ وہ یاد رکھے کہ ایسے ایسے فتنے آنے والے ہیں کہ جن کے ساتھ یہ فتنہ جو اس وقت برپا ہوا ہے کچھ مقابلہ ہی نہیں کر سکتا۔ کیا یہ فتنہ تم کو یاد نہیں ہے۔ اور تم نے نہیں دیکھا کہ اس کے بانیوں نے کس قدر زور سے کیا۔ مگر انھیں کیا حاصل

ہوا۔ کچھ بھی نہیں۔ آج یہ نظارہ دیکھ لو۔ اور لاہور جاکر بھی دیکھ لو۔ باوجود اس کے کہ بیعت کے وقت وہ زیادہ تھے۔ اور ہم تھوڑے لیکن خدا تعالےٰ نے ظاہر کر دیا ہے کہ ان کی کچھ بھی پیش نہیں گئی۔ پس یہ وہ فتنہ نہیں ہے جو جماعتوں کی تباہی اور ہلاکت کا موجب ہوا کرتا ہے۔ وہ وہ فتنہ ہوتا ہے جو سمندر کی لہروں کی طرح آتا۔ اور خس وخاشاک کی طرح قوموں کو بہا کر لے جاتا ہے +

پس اُس فتنہ سے خدا تعالےٰ کی رحمت اور فضل کے بغیر کوئی بچ نہیں سکتا۔ ہم سے پہلے بہت سی جماعتوں نے اس کے تلخ تجربے کئے ہیں۔ پس مبارک ہے وہ جو اُن کے تجربوں سے فائدہ اُٹھائے اور افسوس ہے اس پر جس نے پہلوں کے تجربے سے فائدہ نہ اُٹھایا۔ اور چاہا کہ خود تجربہ کرے۔ دیکھو سنکھیا ایک زہر ہے اور اس کو ہر ایک زہر جانتا ہے۔ کیوں۔ اس لئے کہ بہت سے لوگوں نے جب اس کو کھایا تو مر گئے۔ اس کے متعلق اب کوئی یہ نہیں کہتا۔ کہ میں اسے اس وقت تک زہر نہیں کہونگا۔ جب تک کہ خود تجربہ کر کے نہ دیکھ لوں۔ لیکن کیسا افسوس ہوگا اس شخص پر جو خود تجربۃً سنکھیا کھائے۔ کیونکہ اس کا انجام سوائے اس کے کچھ نہیں ہوگا۔ کہ مرے۔ تم لوگ بھی اس بات کا تجربہ کرنے کا خیال دل میں نہ لاؤ جس کا تجربہ تم سے پہلے لوگ کر چکے ہیں۔ کیونکہ ان تجربات کا نتیجہ ایسا خطرناک تھا کہ اگر جوان سُنے تو بوڑھا ہو جائے۔ اور اگر سیدھی کمر والا سُنے تو اس کی کمر ٹیڑھی ہو جائے۔ اور اگر کالے بالوں والا سُنے۔ تو اس کے بال سفید ہو جائیں وہ بہت تلخ اور کڑوے تجربے تھے۔ وہ از حد دل ہلا دینے والے واقعات تھے۔ وہ نہایت پاک روحوں کے شریروں اور بدباطنوں کے ہاتھ سے قتل کے نظارے تھے۔ وہ ایسے درد انگیز حالات تھے کہ جن کو سُنکر مومن کا دل کانپ جاتا ہے۔ اور وہ ایسے روح فرسا منظر تھے۔ کہ جن کو آنکھوں کے سامنے لانے سے کلیجہ پھٹنے لگتا ہے۔ انہی کی سزا میں مسلمانوں میں اس قدر فتنہ اور فساد پڑا۔ کہ جس نے انھیں تباہ کر دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جو آدمی قتل کرنے آئے تھے۔ ان کو آپ نے فرمایا کہ اگر تم میرے قتل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ تو یاد رکھنا کہ مسلمان جو اس وقت اس طرح پیوستہ ہیں جیسے دو کنگھیوں کے دندانے ہوتے ہیں بالکل جدا ہو جائینگے۔ اور ایسے جدا ہونگے کہ قیامت تک انھیں کوئی نہ اکٹھا کر سکے گا +

حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے بھی اس فتنہ کے بانیوں سے بیان کیا کہ پہلے بنی اسرائیل

کی بعض کتب میں دیکھا ہے کہ ایک نبی ہوگا اس کے بعد اس کے خلفاء ہونگے اس کے خلیفہ ثالث کے خلاف لوگ فساد کرینگے اگر وہ اس کے مارنے پر کامیاب ہو گئے تو اس کی سزا ان کو یہ دی جائے گی کہ وہ ہمیشہ کے لئے پراگندہ کر دیئے جائینگے اور پھر کوئی تدبیر ان کو جمع نہ کر سکے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یہ فتنہ اتنا پھیلا اتنا پھیلا کہ سوائے مسیح موعود علیہ السلام کے کوئی اس کو روک نہ سکا۔ اور مسلمان جو ٹوٹ چکے تھے۔ انھیں کوئی نہ جوڑ سکا۔ پس تم لوگ یاد رکھو کہ آنے والا فتنہ بہت خطرناک ہے۔ اس سے بچنے کے لئے بہت بہت تیاری کرو۔ پہلوں سے یہ غلطیاں ہوئیں۔ کہ انھوں نے ایسے لوگوں کے متعلق حسن ظنی سے کام لیا۔ جو بدظنیاں پھیلانے والے تھے۔ حالانکہ اسلام اس کی حمایت کرتا ہے جس کی نسبت بدظنی پھیلائی جاتی ہے۔ اور اس کو جھوٹا قرار دیتا ہے جو بدظنی پھیلاتا ہے۔ اور جب تک کہ باقاعدہ تحقیقات پر کسی شخص پر کوئی الزام ثابت نہ ہو اس کا پھیلانے والا اور لوگوں کو سنانے والا اسلام کے نزدیک نہایت خبیث اور منافق ہے۔

پس تم لوگ تیار ہو جاؤ۔ تاکہ تم بھی اس قسم کی کسی غلطی کا شکار نہ ہو جاؤ۔ کیونکہ اب تمہاری فتوحات کا زمانہ آرہا ہے۔ اور یاد رکھو کہ فتوحات کے زمانہ میں ہی تمام فسادات کا بیج بویا جاتا ہے جو اپنی فتح کے وقت اپنی شکست کی نسبت نہیں سوچتا اور اقبال کے وقت ادبار کا خیال نہیں کرتا۔ اور ترقی کے وقت تنزل کے اسباب کو نہیں مٹاتا۔ اس کی ہلاکت یقینی اور اس کی تباہی لازمی ہے۔ نبیوں کی جماعتیں بھی اس فساد سے خالی نہیں ہوتیں اور وہ بھی جب ترقی کرتی ہیں اور ایسے لوگ ان میں داخل ہوتے ہیں جنھوں نے نبی کی صحبت نہیں پائی ہوتی اور ان کا ایمان اتنا مضبوط نہیں ہوتا۔ جتنا ان لوگوں کا ہوتا ہے جو نبی کی صحبت میں رہے ہوتے ہیں اور جن کی تربیت بوجہ اس کے کہ وہ جماعت درجماعت آکر داخل ہوئے ہوتے ہیں نامکمل ہوتی ہے تو ان میں بھی فساد شروع ہو جاتا ہے جو آخر کار ان کو مختلف جماعتوں میں تقسیم کر کے ان کے اتحاد کو توڑ دیتا ہے یا ان کی جڑ کو ایسا کھوکھلا کر دیتا ہے کہ آئندہ ان کی روحانی طاقتیں

ضائع ہو جاتی ہیں۔ ہماری جماعت کی ترقی کا زمانہ بھی خدا تعالےٰ کے فضل سے بہت قریب آگیا ہے۔ اور وہ دن دُور نہیں۔ جبکہ افواج در افواج لوگ اس سلسلہ میں داخل ہونگے۔ مختلف ملکوں سے جماعتوں کی جماعتیں داخل ہونگی۔ اور وہ زمانہ آتا ہے کہ گاؤں کے گاؤں اور شہر کے شہر احمدی ہونگے۔ اور ابھی سے مختلف اطراف سے خوشخبری کی ہوائیں چل رہی ہیں۔ اور جس طرح خدا کی یہ سنت ہے کہ بارش سے پہلے ٹھنڈی ہوائیں چلاتا ہے تاکہ غافل لوگ آگاہ ہو جائیں اور اپنے مال و اسباب کو سنبھال لیں۔ اسی طرح خدا تعالےٰ نے ہماری ترقی کی ہوائیں چلادی ہیں۔ پس ہوشیار ہو جاؤ۔ آپ لوگوں میں سے خدا کے فضل سے بہت سے ایسے ہیں جنھوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت پائی ہے۔ آپ کے منہ سے باتیں سنی ہیں۔ آپ سے ہمکلامی کا شرف حاصل کیا ہے۔ ان کا فرض ہے کہ وہ آنے والوں کے لئے ہدایت اور راہنمائی کا باعث ہوں۔ کیونکہ کوئی ایک شخص بہتوں کو نہیں سکھا سکتا۔ دیکھو اسی جلسہ پر خدا تعالےٰ کے فضل سے اتنے لوگ آئے ہیں کہ ان سب تک مشکل سے میری آواز پہنچ سکتی ہے مگر جب لاکھوں اور کروڑوں انسان آئے۔ تو انھیں کون ایک شخص سُنا سکے گا۔ لیکن بتلاؤ اگر ایک ہی سنانے والا ہؤا۔ تو یہ کیسا دردناک نظارہ ہوگا کہ کچھ لوگ تو سُن رہے ہونگے۔ اور کچھ لوگ پکوڑے کھا رہے ہونگے وہ سُنیں گے کیا اور یہاں سے لیکر جائینگے کیا۔ وہ اس اطاعت سے واقف نہ ہونگے جو انبیاء لوگوں کے دلوں میں پیدا کرتے ہیں۔ وہ یہ نہیں جانتے ہونگے کہ ایک دفعہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم تقریر فرما رہے تھے آپ نے لوگوں کو فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ عبداللہ بن مسعود ایک گلی میں چلے آرہے تھے۔ آپ کی آواز اُنھوں نے وہاں ہی سُنی اور وہیں بیٹھ گئے۔ کسی نے پوچھا۔ آپ یہاں کیوں بیٹھے ہیں۔ وہاں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تقریر ہو رہی ہے۔ وہاں کیوں نہیں جاتے۔ انھوں نے کہا۔ میرے کان میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی آواز آئی ہے کہ بیٹھ جاؤ۔ پس میں یہیں بیٹھ گیا۔

پھر ان کے سامنے یہ نظارہ نہ ہوگا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں تین شخص آئے۔ ایک کو آگے جگہ مل گئی۔ وہ وہاں جا کر بیٹھ گیا۔ دوسرے کو آگے جگہ نہ ملی وہ جہاں کھڑا

تھا وہیں بیٹھ گیا۔ تیسرے نے خیال کیا کہ یہاں آواز تو آتی نہیں پھر ٹھہرنے سے کیا فائدہ وہ واپس چلا گیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خدا تعالےٰ نے مجھے خبر دی ہے کہ ایک نے تمہاری مجلس میں قرب حاصل کرنے کے لئے کوشش اور محنت کی اور آگے ہو کر بیٹھ گیا۔ خدا تعالےٰ نے بھی اسے قریب کیا۔ ایک اور آیا اس نے کہا اب مجلس میں آگیا ہوں اگر اچھی جگہ نہیں ملی تو نہ سہی۔ وہیں بیٹھ گیا۔ اور اس نے واپس جانا مناسب نہ سمجھا۔ خدا نے بھی اس سے چشم پوشی کی۔ ایک اور آیا۔ اسے جگہ نہ ملی اور واپس پھر گیا۔ خدا تعالےٰ نے بھی اس سے مُنہ پھیر لیا۔

اس قسم کی باتیں نبیوں کی ہی صحبت میں رہ کر حاصل ہو سکتی ہیں۔ لیکن انھوں نے اس قسم کے نظارے نہ دیکھے ہونگے۔ پھر انھوں نے وہ محبت کی گھڑیاں نہ دیکھی ہونگی۔ جو آپ نے دیکھی ہیں انھوں نے اطاعت اور فرمانبرداری کے وہ مزے نہ اٹھائے ہونگے۔ جو آپ نے اُٹھائے ہیں۔ انھیں حضرت مسیح موعود سے وہ پیار نہ ہوگا جو آپ لوگوں کو ہے۔ اُنھوں نے وہ نشانات نہ دیکھے ہونگے جو آپ لوگوں نے حضرت مسیح موعود کے ساتھ رہ کر دیکھے ہیں۔ انھیں حضرت مسیح موعود کا وہ پیار اور محبت سے دیکھنا اور باتیں کرنا نصیب نہ ہوگا جو آپ لوگوں کو ہوا ہے۔ ان کے دلوں میں اطاعت اور فرمانبرداری کا وہ جوش نہ ہوگا۔ جو آپ لوگوں کے دلوں میں ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جن کے سینے خدا تعالےٰ خاص طور پر خود کھول دے۔ اس میں شک نہیں کہ صحابہ کرام کے بعد بھی ایسے لوگ ہوئے ہیں جنھوں نے پہلوں کی طرح ایمان اور یقین حاصل کر لیا تھا اور ان جیسی ہی صفات بھی پیدا کر لی تھیں۔ مثلاً امام مالک۔ امام شافعی امام احمد بن حنبل۔ امام ابو حنیفہ۔ شیخ عبد القادر جیلانی۔ شہاب الدین سہروردی۔ معین الدین چشتی وغیرہم۔ ان لوگوں نے محنتیں اور کوششیں کیں اس لئے ان کے دل پاک ہو گئے۔ مگر جس کثرت سے صحابہؓ میں ایسے لوگ تھے۔ اس کثرت سے بعد میں نہ ہو سکے۔ بلکہ بعد میں کثرت ان لوگوں کی تھی۔ جن میں بہت سے نقص موجود تھے۔ اور قلت ان کی تھی جو صحابہؓ جیسی صفات رکھتے تھے۔ لیکن صحابہؓ کے وقت کثرت کامل ایمان والوں کی تھی۔ ہماری جماعت میں اس وقت خدا کے فضل سے کثرت ان لوگوں کی ہے جو حضرت مسیح موعود کی صحبت میں رہے۔ اور قلت

ان کی ہے جو بعد میں آئے۔ لیکن یہ کثرت ایسی ہے جو دن بدن کم ہوتی جا رہی ہے میرا مطلب اس تقریر سے یہ نہیں کہ نبی کے بعد اعلیٰ درجہ کے لوگ ہوتے ہی نہیں۔ نہیں اعلیٰ درجہ کے لوگ ہوتے ہیں اور ضرور ہوتے ہیں جیسا کہ ابھی میں نے بعض آدمیوں کے نام لئے ہیں جنھوں نے صحابہؓ کے بعد بڑا درجہ حاصل کیا۔ اپنی جماعت کے متعلق بھی آج ہی ایک شخص نے مجھ سے سوال کیا تھا کہ کیا بعد میں آنے والے وہ درجہ پا سکتے ہیں جو حضرت مسیح موعود کی صحبت پانے والوں نے پایا۔ تو میں نے اسے جواب دیا کہ ہاں وہ درجہ پا سکتے ہیں۔ پس اس تقریر کا یہ مطلب نہیں کہ میں بعد میں آنے والے لوگوں کو مایوس کروں۔ بلکہ میرا مطلب تمھیں اور ان کو ہوشیار کرنا ہے۔ تمھیں اس لئے کہ تا تم آنے والوں کی تعلیم کا فکر کرو۔ اور انھیں اس لئے۔ تا وہ جان لیں کہ ان کے راستہ میں بہت سی مشکلات ہیں وہ ان پر غالب آنے کی تدبیر کریں۔ ورنہ یہ عقیدہ۔ کہ نبی کی جماعت کے بعد کوئی ان کے درجہ کو پا ہی نہیں سکتا۔ ایک غلط اور باطل عقیدہ ہے جو جھوٹی محبت سے پیدا ہوا ہے۔ صحابہ کے بعد بڑے بڑے مخدوم بڑے بڑے بزرگ اور بڑے بڑے اولیاء اللہ گذرے ہیں۔ جنکی نسبت ہم ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ وہ سب کے سب ہر ایک اس شخص سے روحانیت میں ادنیٰ تھے جس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت خواہ ایک دن ہی پائی ہو بلکہ اصل بات یہ ہے۔ کہ وہ جو صحابہؓ میں اعلیٰ درجہ رکھتا ہے وہ ان بعد میں آنے والوں سے اعلیٰ ہے۔ لیکن وہ جو ان میں ادنیٰ ہے۔ اس سے بعد میں آنے والوں کا اعلیٰ طبقہ اعلیٰ ہے۔ ہاں سب صحابہ کو یہ ایک جزوی فضیلت حاصل ہے کہ انھوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک دیکھا۔ جس کے لئے اب اگر کوئی ساری دنیا کی سلطنت بھی دینے کو طیار ہو جائے۔ تو حاصل نہیں کر سکتا۔ یہی بات حضرت مسیح موعود کے صحابہ کے متعلق ہے ؛

غرض وہ وقت آتا ہے کہ ایسے لوگ اس سلسلہ میں شامل ہونگے جنھوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت نہ پائی ہو گی۔ اور اس کثرت سے ہونگے کہ ان کو ایک آدمی تقریر نہیں سنا سکے گا۔ اس لئے اس وقت بہت سے مدرسوں کی ضرورت

ہوگی۔ اور پھر اس بات کی بھی ضرورت ہوگی۔ کہ ایک شخص لاہور میں ایک امرتسر میں بیٹھا سُنائے۔ اور لوگوں کو دین سے واقف کرے۔ اور احکام شریعت پر چلائے۔ تاکہ تمام جماعت صحیح عقائد پر قائم رہے۔ اور تفرقہ سے بچے +

کل میں نے آپ لوگوں کو یہ بتایا تھا کہ علم ایک بہت اچھی چیز ہے اس کو حاصل کرنے کے لئے کوشش کرو۔ لیکن آج بتاتا ہوں کہ علم بغیر خشیت اور تقویٰ کے ایک لعنت ہے۔ اور ایسا علم بہت دفعہ حجاب اکبر ثابت ہوا ہے۔ دیکھو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی ایک عالم آدمی ہیں لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر وہ ایمان نہ لائے بلکہ انھوں نے کہدیا کہ میں نے ہی مرزا کو بڑھایا تھا اور میں ہی گھٹاؤنگا۔ گویا انھوں نے اپنے علم کے گھمنڈ پر سمجھا کہ میں ہی گھٹا سکتا ہوں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے پہلے ایک شخص شرک کے خلاف تعلیم دیا کرتا تھا۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو کسی شخص نے اسے اسلام کی تلقین کی۔ اس نے جواب دیا کہ شرک کے مٹانے میں جو محنت اور کوشش میں نے کی ہے وہ اور کسی نے نہیں کی پس اگر کوئی شخص دُنیا میں نبی ہوتا تو وہ میں ہوتا۔ یہ شخص نبی کیونکر بن گیا وہ شخص گو توحید کا علم رکھتا تھا۔ لیکن بوجہ خشیت نہ ہونے کے اسلام لانے سے محروم ہو گیا۔ پس میں آپ لوگوں کو یہی نہیں کہتا کہ علم سیکھو۔ بلکہ یہ بھی کہتا ہوں کہ تقویٰ اور خشیت اللہ پیدا کرو۔ کیونکہ اگر یہ نہو۔ تو علم ایک عذاب ہے نہ کہ کوئی مفید چیز۔ تم قرآن شریف پڑھو اور خوب پڑھو۔ کیونکہ بے علم انسان نہیں جانتا۔ کہ خدا تعالےٰ نے مجھے کیا کیا حکم دیئے ہیں لیکن یہ بھی یاد رکھو۔ کہ کئی انسان ایسے ہوتے ہیں جو قرآن شریف جانتے ہیں۔ مگر خود گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو گمراہ کرتے پھرتے ہیں۔ اور اس طرح کے ہوگئے ہیں جس طرح کے یہود کے عالم تھے جن کا ذکر قرآن شریف میں آتا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ قرآن شریف وہی ہے جو رسول اللہ کے زمانہ میں تھا۔ مگر جانتے ہوئے نہیں جانتے۔ وہ مولوی اور مفتی کہلاتے ہیں مگر ان کے اعمال میں اسلام کا کوئی اثر نہیں پایا جاتا۔ قرآن شریف کے معنوں کی ایسی ایسی توجیہیں نکالتے اور ایسی ایسی شرارتیں کرتے ہیں کہ ان کے دل بھی انھیں شرمندہ کرتے ہیں۔ عالم کہلاتے ہیں مگر عمل نہیں کرتے۔ اس لئے گو انھوں نے علم پڑھا۔ مگر اُن کا علم اُن کے کسی کام نہ آیا اور وہ

خود گمراہ ہوئے۔ اور دوسروں کو بھی

گمراہ کے گمراہ ہی رہے +

پس خشیت اللہ کی بہت ضرورت ہے۔ اس کے پیدا کرنے کے طریق نبیوں کے زمانہ میں بہت سے ہوتے ہیں۔ کیوں۔ اس لئے کہ وہ انسان کو سانچے میں ڈھال دیتے ہیں۔ اور خود نمونہ بنکر لوگوں کو سکھلاتے ہیں۔ یہ ایک ثابت شدہ بات ہے کہ ہر ایک کام جس طرح کسی اُستاد کے بتانے اور تجربہ کر کے دکھانے سے آتا ہے۔ اس طرح خود بخود کتابوں میں سے پڑھ لینے سے نہیں آیا کرتا۔ مثلاً اگر کوئی شخص ڈاکٹری کی کتابیں پڑھ لے۔ لیکن اسے تجربہ نہ ہو۔ تو وہ لوگوں کا علاج کر کے بجائے ان کو مار یگا۔ کیونکہ علاج وہی کر سکتا ہے جس کو تجربہ بھی ہو۔ اور جسے اُس نے کسی اُستاد سے سیکھا ہو۔ مگر جس نے کسی اُستاد کو دیکھا ہی نہو۔ اس کے علاج سے بہت مرتے اور کم جیتے ہیں۔ اور جو جیتے ہیں وہ بھی اس لئے نہیں کہ اسکی دوائی اور علاج سے بلکہ اپنی طاقت اور قوت سے۔ پس خشیت اللہ نبی کی صحبت سے جس طرح حاصل ہوتی ہے۔ اس طرح کسی اور طریق سے نہیں حاصل ہو سکتی۔ پس تم میں سے تو بہت سے ایسے ہیں۔ جنھوں نے حضرت مسیح موعود کی صحبت سے اس کو سیکھا ہے۔ اس لئے تم اس زمانہ کے لئے ہوشیار ہو جاؤ۔ جبکہ فتوحات پر فتوحات ہونگی۔ عنقریب ایک زمانہ آتا ہے جبکہ تمہارے نام کے ساتھ لوگ رضی اللہ عنہ لگائینگے۔ آج اگر تمہاری قدر نہیں تو نہ سہی لیکن ایک وقت آتا ہے جبکہ اس شخص کی پگڑی۔ کُرتہ اور جوتی تک کو لوگ متبرک سمجھیں گے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ رہا ہے۔ بیشک حضرت مسیح موعود کو ہی خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے لیکن یاد رکھو۔ صادقوں کے ساتھ رہنے والوں کے کپڑوں کے ساتھ بھی یہی سلوک ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے الوصیت میں لکھا ہے کہ "ہمارا خدا وعدوں کا سچا اور وفادار اور صادق خدا ہے وہ سب کچھ تمھیں دکھائے گا۔ جس کا اُس نے وعدہ فرمایا اگرچہ یہ دن دُنیا کے آخری دن ہیں۔ اور بہت بلائیں ہیں۔ جن کے نزول کا وقت ہے۔ پر ضرور ہے کہ یہ دُنیا قائم رہے جتنک وہ تمام باتیں پُوری نہ ہو جائیں جنکی خدا نے خبر دی ہے۔ میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہُوا۔ اور میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں۔ اور میرے بعد بعض اور وجود

ہونگے جو دوسری قدرت کا مظہر ہونگے" ؀ +

پس وہ وقت جلد آنے والا ہے اس میں شک نہیں کہ آج تم لوگوں کی نظروں میں جاہل ہو۔ پر وہ دن جلدی ہی آنیوالے ہیں۔ جبکہ دُنیا کہے گی۔ کہ تمہارے زمانہ میں تم سے زیادہ مہذب کوئی نہیں گذرا۔ تم نے خدا تعالےٰ کا حکم مانا ہے اس کے رسول کا حکم مانا ہے اور اس کے مسیح کو قبول کیا ہے۔ پس تم ہی دُنیا میں ایک برگزیدہ قوم ہو۔ تمہارے کپڑوں سے لوگ برکت ڈھونڈیں گے۔ اور تمہارے ناموں کی عزت کرینگے۔ کیونکہ تمہارے نام عزت کے ساتھ آسمان پر لکھے گئے ہیں **پس کون ہے۔ جو انہیں دُنیا سے مٹا سکے** لیکن یہ بات بھی یاد رکھو کہ جس طرح تم پر اس قدر انعام ہوئے ہیں۔ اسی طرح تمہارے فرض بھی بہت بڑھ گئے ہیں۔ بیشک بعد میں آنے والے تحریریں پڑھ سکتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود کی کتابوں کو پڑھ سکتے ہیں۔ مگر اس طرح وہ اعمال نہیں سیکھ سکتے۔ اور نہ دوسرے لوگ انھیں سکھا سکتے ہیں جس طرح تم نے سیکھے ہیں۔ مگر وہی سکھا سکتے ہیں جو حضرت مسیح موعود کی صحبت میں پاک دل ہوئے۔ صرف علم نہ پہلوں کے کام آیا۔ اور نہ پچھلوں کے کام آسکتا ہے۔ مگر تمھیں خود علم کی ضرورت ہے۔ قرآن شریف عربی زبان میں ہے اس لئے جب تک عربی نہ آتی ہو۔ اس کے پڑھنے میں لذت نہیں آسکتی اور نہ اس کے احکام سے انسان واقف ہو سکتا ہے۔ پس تم عربی سیکھو۔ تاکہ قرآن شریف کو سمجھ سکو۔ ابھی میر حامد شاہ صاحب نے ایک نظم پڑھی ہے۔ عجیب بات ہے کہ اس میں انھوں نے ایک شعر ایسا بھی کہا ہے کہ اسی کے مضمون کے متعلق میں اس وقت تقریر کرنے کے لئے کھڑا ہُوا ہوں اور وہ یہ ہے کہ تم بار بار قادیان آؤ۔ اور آکر قرآن سیکھو تا بعد میں آنیوالوں کو سکھا دو اگر تم اسکے لئے تیار نہ ہوئے **تو یاد رکھو کہ ایک عرصہ تک تو بیشک تمھیں عزت حاصل ہوگی۔ لیکن ایسا زمانہ آئے گا جبکہ تم خاک میں ملائے جاؤ گے۔** اور تم سے آنے والے لوگ جن میں خشیت اللہ نہ ہوگی وہی سلوک کرینگے جو صحابہ کے ساتھ ان لوگوں نے کیا۔ جو بعد میں آئے تھے۔ کہ انھیں قتل کرا کر ان کی لاشوں پر تھوکا اور دفن نہ ہونے دیا +

دیکھو میں آدمی ہوں۔ اور جو میرے بعد ہوگا وہ بھی آدمی ہی ہوگا جس کے زمانہ میں فتوحات

ہونگی۔ وہ اکیلا سب کو نہیں سکھا سکے گا۔ تم ہی لوگ ان کے معلم بنو گے۔ پس اس وقت تم خود سیکھو تا اُن کو سکھا سکو۔ خدا تعالےٰ نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم لوگ دُنیا کے لئے پروفیسر بنا دیئے جاؤ۔ اس لئے تمہارے لئے ضروری ہے اور بہت ضروری ہے کہ تم خود پڑھو۔ تا آنے والوں کے لئے اُستاد بن سکو۔ اگر تم نے خود نہ پڑھا تو ان کو کیا پڑھاؤ گے۔ ایک نادان اور جاہل اُستاد کسی شاگرد کو کیا پڑھا سکتا ہے۔ کہتے ہیں ایک اُستاد تھا اس نے چند خطوط پڑھے ہوئے تھے۔ جو کوئی خط لا کر دیتا اُسے انھیں خطوں میں سے کوئی ایک سُنا دیتا۔ ایک دن ایک شخص خط لایا۔ اس وقت اس کے پاس اپنے پہلے خط موجود نہ تھے۔ اس لئے نہ پڑھ سکا۔ اور کہنے لگا کہ میں طاق والے خط پڑھ سکتا ہوں۔ پس تم بھی اس خط کے پڑھنے والے کی طرح نہ بنو۔ آپ لوگوں کے لئے ضروری ہے کہ اپنے اندر اخلاص اور خشیت پیدا کرو۔ اور علم دین سیکھو۔ اور اپنے دلوں کو صیقل کرو۔ تاکہ جو لوگ تم میں آئیں ان کو تعلیم دے سکو اور ان میں خشیت اللہ پیدا کر سکو۔ صحابہ کے وقت جو فتنہ ہوا تھا وہ اسی بات کا نتیجہ تھا۔ کہ وہ لوگ مدینہ میں نہ آتے تھے۔ اور انھوں نے قرآن شریف نہ پڑھا اور نہ سمجھا تھا۔ اس لئے ان میں خشیت اللہ پیدا نہ ہوئی۔ جس کا انجام یہ ہوا کہ انھوں نے صحابہؓ کو قتل کر کے اپنے پاؤں تلے روندا ان کی لاشوں کی بے عزتی کی۔ اور انھیں مکانوں میں بند کر دیا۔ اگر وہ مدینہ آتے اور اہل مدینہ سے تعلق رکھتے۔ تو کبھی یہ فتنہ نہ ہوتا۔ اور اگر ہوتا تو ایسی خطرناک صورت نہ اختیار کرتا۔ اس فتنہ میں سارے مدینہ سے صرف تین آدمی ایسے نکلے۔ جن کو مفسد اور شریر لوگ اپنے ساتھ ملا سکے۔ اور ان کو بھی دھوکہ اور فریب سے۔ وہ ایک عمارؓ بن یاسر تھے۔ دوسرے محمدؐ بن ابی بکر۔ اور تیسرے ایک انصاری تھے۔ چونکہ تم لوگ بھی صحابہ کے مشابہ ہو اس لئے میں چاہتا ہوں۔ کہ تاریخ سے بیان کروں کہ کس طرح مسلمان تباہ ہوئے۔ اور کونسے اسباب ان کی ہلاکت کا باعث بنے۔ پس تم ہوشیار ہو جاؤ۔ اور جو لوگ تم میں نئے آئیں۔ اُن کے لئے تعلیم کا بندوبست کرو۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے وقت جو فتنہ اُٹھا تھا۔ وہ صحابہ سے نہیں اُٹھا تھا۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ صحابہ نے اُٹھایا تھا۔ ان کو دھوکہ لگا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ حضرت علیؓ کے مقابلہ میں بہت سے صحابہ تھے اور معاویہ کے مقابلہ میں بھی۔

لیکن میں کہتا ہوں کہ اس فتنہ کے بانی صحابہ نہیں تھے بلکہ وہی لوگ تھے جو بعد میں آئے اور جنہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت نصیب نہوئی اور آپ کے پاس نہ بیٹھے۔ پس میں آپ لوگوں کو اس طرف متوجہ کرتا ہوں۔ اور فتنہ سے بچنے کا یہ طریق بتاتا ہوں کہ کثرت سے قادیان آؤ۔ اور بار بار آؤ۔ تاکہ تمہارے ایمان تازہ رہیں۔ اور تمہاری خشیت اللہ بڑھتی رہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ فرماتے تھے میں زمانہ طالب علمی میں ایک شخص کے پاس ملنے کے لئے جایا کرتا تھا۔ کچھ عرصہ نہ گیا۔ پھر جو گیا تو کہنے لگے۔ کیا تم کبھی قصائی کی دکان پر نہیں گئے۔ میں نے کہا۔ قصائی کی دکان تو میرے راستہ میں پڑتی ہے۔ ہر روز میں اس کے سامنے سے گذرتا ہوں۔ انھوں نے کہا۔ کیا تم نے کبھی قصائی کو نہیں دیکھا کہ وہ کچھ دیر گوشت کاٹ کر ایک چھری کو دوسری چھری پر پھیر لیتا ہے وہ ایسا اس لئے کرتا ہے کہ تا دونوں چھریاں تیز ہو جائیں۔ اسی طرح جب ایک نیک آدمی دوسرے نیک آدمی سے ملتا ہے تو ان پر جو کوئی بد اثر ہوتا ہے وہ دور ہو جاتا ہے۔ پس تم لوگ بھی کثرت سے یہاں آؤ۔ تاکہ نیک انسانوں سے ملو۔ اور صاف و شفاف ہو جاؤ۔ خدا تعالےٰ نے قادیان کو مرکز بنایا ہے۔ اس لئے خدا تعالےٰ کے جو برکات اور فیوض یہاں نازل ہوتے ہیں اور کسی جگہ نہیں ہیں۔ پھر جس کثرت سے حضرت مسیح موعودؑ کے صحابہ یہاں موجود ہیں۔ اور کسی جگہ نہیں ہیں۔ اس لئے یہاں کے لوگوں کے ساتھ ملنے سے انسان کا دل جس طرح صیقل ہوتا ہو اور جس طرح اسے تزکیہ نفس حاصل ہوتا ہے۔ اس طرح کسی جگہ کے لوگوں کے ساتھ ملنے سے نہیں ہوتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو لوگ قادیان نہیں آتے مجھے ان کے ایمان کا خطرہ ہی رہتا ہے۔ اب ہی دیکھ لو۔ ان لوگوں کو چھوڑ کر جو یہاں متکبرانہ آتے۔ اور اسی نشہ میں چلے جاتے تھے باہر کے ایسے ہی لوگ غیر مبائعین ہیں۔ جو یہاں نہیں آتے تھے۔ پس اسی وجہ سے ان کے دل زنگ آلود ہوتے گئے۔ جس کا یہ نتیجہ نکلا کہ وہ مردہ دل ہو گئے۔ انھوں نے اپنے دل میں ایمان کا پودا تو لگایا تھا۔ مگر اسے پانی نہ دیا۔ اس لئے وہ سوکھ گیا۔ انھوں نے اپنے دل میں خشیت اللہ کا بیج تو بویا تھا۔ مگر اسکی آبپاشی نہ کی۔ اس لئے وہ خشک ہو گیا۔ تم ان لوگوں کے

140701

نمونہ سے عبرت پکڑو۔ اور بار بار یہاں آؤ۔ تا کہ حضرت مسیح موعود کی صحبت یافتہ جماعت کے پاس بیٹھو۔ حضرت مسیح موعود کے نشانات کو دیکھو۔ اور اپنے دلوں کو صیقل کرو۔ میں یہ نہیں کہتا کہ آپ لوگوں نے اس وقت تک کچھ نہیں سیکھا۔ یا کچھ نہیں حاصل کیا۔ آپ نے بہت کچھ سیکھا اور بہت کچھ حاصل کیا ہے مگر اس کو قائم اور تازہ رکھنے کے لئے یہاں آؤ۔ اور بار بار آؤ۔ بہت لوگ ایسے ہیں جو صرف جلسہ پر آتے ہیں۔ اور پھر نہیں آتے میں کہتا ہوں انھیں اس طرح آنے سے کیا فائدہ ہوا۔ یہ فائدہ تو ہوا کہ انھوں نے حضرت مسیح موعود کا حکم مانا۔ اور اس حکم کی قدر کی۔ مگر ایسے موقع پر انھیں کچھ سکھانے اور پڑھانے کا کہاں موقع مل سکتا ہے۔ بہت لوگ ایسے ہوتے ہیں جو جلسہ پر آتے اور پھر چلے جاتے ہیں۔ ان کی بعض حرکات خلاف شرع ہوتی ہیں۔ لیکن ایسے وقت میں نہ کچھ بتایا جا سکتا ہے۔ اور نہ بتانے کا کوئی موقع ملتا ہے۔ اور پھر وہ جو یہاں نہیں آتے۔ ان کے لئے بار بار دُعا بھی نہیں ہو سکتی۔ اور کس طرح ہو۔ میں تو دیکھتا ہوں ماں بھی اپنے اس بچہ کو جو ہر وقت اس سے دور رہے۔ بھول جاتی ہے۔ اور جو نزدیک رہے اسے یاد رکھتی ہے۔ اسی طرح خدا تعالٰے بھی ان لوگوں کو بھلا دیتا ہے۔ جو اس کو یاد نہیں رکھتے۔ قرآن شریف میں خدا تعالٰے کافروں کو کہتا ہے کہ تم میرے ملنے سے نا امید ہو گئے۔ پس میں نے بھی تم کو ترک کر دیا۔ تو وہ شخص جو بار بار مجھے ملتا اور اپنے آپ کو شناخت کراتا ہے وہ اپنے لئے دُعا کے لئے بھی یاد دلاتا ہے۔ بیشک میں تمام جماعت کے لئے ہمیشہ دُعا کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا۔ اور مجھے اپنی دُعاؤں کے نیک نتائج نکلنے کی امید ہے۔ نا امیدی میری فطرت میں ہی نہیں ہے کیونکہ میری طبیعت خدا تعالٰے نے ایسی بنائی ہے جو نا امیدی کے الفاظ کو سُننا بھی گوارا نہیں کرتی مجھے اُس شخص پر بہت غصہ آتا ہے جو خدا تعالٰے کی نسبت کسی نا امیدی کا اظہار کرے۔ اس وقت میرے تمام بدن کو آگ سی لگ جاتی ہے۔ نیز میں یہ بات بھی کبھی نہیں سُن سکتا۔ کہ فلاں بات ہو نہیں سکتی۔ مجھے ایسے لوگوں سے ہمیشہ نفرت رہی ہے۔ اور ہے۔ جو اس قسم کے ہوتے ہیں۔ خیر یہ ایک ضمنی بات تھی۔ جو میں نے بیان کر دی ہے ◆

ہاں آپ لوگوں کو یہ بتایا ہے کہ خدا سے دُور رہنے والے لوگوں کا خدا سے قرب نہیں ہوتا۔ اسی طرح اس کے بندوں سے دور رہنے والا بھی اُن کا مقرب نہیں بن سکتا وہ دُعائیں جو میں کرتا ہوں۔ مجملاً ہوتی ہیں۔ اس لئے ان کا اثر اجمالی طور پر سب کو ہوگا مگر فرداً فرداً اُسی کے لئے دُعا کی تحریک پیدا ہوتی ہے۔ جو بار بار سامنے نظر آئے۔ پس اس بات کو مدنظر رکھ کر بھی یہاں آؤ۔ پھر قادیان میں نہ صرف قرآن شریف علمی طور پر حاصل ہوتا ہے بلکہ عملی طور پر بھی ملتا ہے۔ یہاں خدا کے فضل سے پڑھانے والے ایسے موجود ہیں جو پڑھنے والے کے دل میں داخل کر دیں۔ اور یہ بات کسی اور جگہ حاصل نہیں ہوسکتی کیونکہ تفقہ فی الدین اور چیز ہے۔ اور علم اور چیز۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے لئے یہی دُعا فرمائی۔ کہ خدا تعالیٰ تمہیں دین کے باریک رازوں سے واقف کرے۔ تفقہ فی الدین حاصل ہو۔ پس ہر ایک وہ شخص جو قرآن شریف پڑھ سکتا ہے وہ عالم ہوسکتا ہے۔ مگر فقیہہ نہیں ہوسکتا۔ جب تک کہ قرآن کریم کے باریک رازوں سے بھی واقف نہ ہو۔ ایسے انسان خدا کے فضل سے یہاں موجود ہیں۔ ان سے آپ یہ بات حاصل کریں۔ اور وہ اس طرح کہ بار بار یہاں آئیں۔ کیونکہ وہ وقت عنقریب آنیوالا ہے جبکہ آپ دُنیا کے پڑھانے والے بنیں گے۔ پس جلدی تعلیم حاصل کرو۔ تاکہ دوسروں کو پڑھا سکو۔ خدا تعالیٰ کا جن مرکزوں کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔ ان کے رہنے والوں کے ساتھ بھی وہ اپنے خاص فضل کا سلوک کرتا ہے تو یہاں نہ صرف یہ کہ خود بہت سے لوگ تفقہ فی الدین رکھتے ہیں۔ بلکہ ہر ایک بات میں دوسروں کو بھی تسلّی اور تشفی کرا سکتے ہیں۔ اور پھر یہاں کی ایک ایک اینٹ ایک ایک مکان حضرت مسیح موعود کی صداقت کی دلیل ہے کیونکہ یہ وہ شہر ہے جس کا نام بھی کوئی نہ جانتا تھا مگر اس میں پیدا ہونے والے ایک شخص نے کہا کہ خدا نے مجھے کہا ہے کہ تمہیں تمام جہان میں مشہور کرونگا۔ اور یہاں دُور دُور سے لوگ آئینگے۔ چنانچہ وہ مشہور ہوگیا۔ اور دُور دراز ملکوں سے لوگ آئے جو آپ کی صداقت کا ایک کھلا کھلا ثبوت ہے۔ ایک دفعہ ایک انگریز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو امریکہ سے ملنے کے لئے آیا۔ اُس نے آپ سے پوچھا کہ کیا آپ نبی ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں میں

نبی ہوں۔ اس نے کہا اگر آپ نبی ہیں تو کوئی نشان دکھلائیے۔ آپ نے فرمایا۔ آپ ہی میرے نشان ہیں۔ اُس نے کہا میں کس طرح ہوں۔ فرمایا ایک وقت تھا۔ کہ یہاں مجھے کوئی نہ جانتا تھا۔ اور میں ایک گمنامی کی حالت میں رہتا تھا لیکن آج آپ مجھے امریکہ سے ملنے کے لئے آئے ہیں۔ کیا یہ میری صداقت کا نشان نہیں ہے۔ غرض آپ میں سے ایک ایک شخص اور اس مسجد اور دوسرے مکانوں کی ایک ایک اینٹ آنیوالوں کے لئے نشان ہے کیونکہ اگر حضرت صاحب کے ذریعہ یہاں لوگ جمع نہ ہوتے۔ تو کون یہ مسجدیں اور یہ سکول اور یہ بورڈنگ بناتا۔ حضرت مسیح موعود نے ایسے وقت میں اسکی خبر دی تھی جبکہ کسی کے خیال میں بھی یہ بات نہ آسکتی تھی۔ پھر آپ نے یہ بھی فرمایا ہوا ہے کہ قادیان اس دریا تک جو یہاں سے سات آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے پھیل جائے گی۔ چنانچہ ایک میل تک تو اس تھوڑے سے عرصہ میں ہی پھیل گئی ہے۔ قاعدہ ہے۔ کہ ابتدا میں ہر ایک چیز آہستہ آہستہ ترقی کرتی ہے۔ اور کچھ عرصے کے بعد یک لخت بہت بڑھ جاتی ہے۔ مثلاً بچہ پہلے تھوڑا تھوڑا بڑھتا ہے لیکن ایک وقت میں یک لخت بڑھ جاتا ہے۔ تو یہ قادیان کی ابتدائی ترقی ہے۔ اس سے اسکی انتہائی ترقی کا اندازہ کرلو۔ غرض قادیان کی ہر ایک چیز ہر ایک درخت ہر ایک اینٹ ہر ایک مکان نشان ہے۔ بہشتی مقبرہ۔ حضرت صاحب کا باغ۔ بورڈنگ۔ سکول۔ مسجدیں وغیرہ سب حضرت صاحب کا معجزہ ہیں اور یہاں کی گلیاں بھی بہت بابرکت ہیں کیونکہ ان میں خدا کا مسیح چلا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ مکہ اور مدینہ کیوں اب بھی بابرکت ہیں۔ ان میں کیا ایسی چیز ہے جو کسی اور جگہ نہیں ہے۔ وہ یہ کہ مکہ کی بنیاد حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے برگزیدہ انسان نے رکھی۔ اور مدینہ میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم رونق افروز ہے لیکن اب کیا وہاں رسول اللہ موجود ہیں۔ پھر کیوں اسکی عزت اور توقیر کی جاتی ہے۔ اور رسول اللہ نے یہ کیوں فرمایا ہے کہ میری مسجد میں نماز پڑھنے والے کو بہ نسبت کسی اور مسجد میں پڑھنے والے کے زیادہ ثواب ہوگا۔ حالانکہ وہاں رسول اللہ کیا۔ آپ کے صحابہ بھی نہیں ہیں اور اب تو وہاں ایسے علماء رہتے ہیں جنھوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بھی کفر کا فتویٰ لگا دیا۔ مگر چونکہ وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم پڑے تھے۔ اس لئے وہ اب

مقدس اور مطہر ہی ہے۔ پھر مکہ کو دیکھو وہاں نہ حضرت ابراہیم ہیں۔ اور نہ حضرت اسماعیل۔ اور نہ ہی ان کے صحابہ موجود ہیں۔ مگر چونکہ ان متبرک انسانوں نے اس کی بُنیاد رکھی تھی۔ اس لئے باوجود اس وقت ان کے وہاں موجود نہ ہونے کے مکہ ویسا ہی متبرک ہے۔ تو جن مقامو سے ساتھ خدا تعالےٰ کا تعلق ہوتا ہے۔ وہ ہمیشہ کے لئے متبرک بنا دیئے جاتے ہیں۔ قادیان بھی ایک ایسی ہی جگہ ہے۔ یہاں خدا تعالےٰ کا ایک برگزیدہ مبعوث ہؤا۔ اور اس نے یہاں ہی اپنی ساری عمر گذاری۔ اور اس جگہ سے وہ بہت محبت رکھتا تھا۔ چنانچہ اس موقعہ پر جبکہ حضرت مسیح موعود لاہور گئے ہیں۔ اور آپ کا وصال ہوگیا ہے۔ ایک دن مجھے آپ نے ایک مکان میں بُلا کر فرمایا۔ محمود دیکھو یہ دھوپ کیسی زرد سی معلوم ہوتی ہے۔ چونکہ مجھے ویسی ہی معلوم ہوتی تھی جیسی کہ ہر روز دیکھتا تھا۔ مَیں نے کہا نہیں اسی طرح کی ہے جس طرح کی ہر روز ہؤا کرتی ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ یہاں کی دھوپ کچھ زرد اور مدھم سی ہے قادیان کی دھوپ بہت صاف اور عمدہ ہوتی ہے۔ چونکہ آپ نے قادیان میں ہی دفن ہونا تھا۔ اس لئے آپ نے یہ ایک ایسی بات فرمائی۔ جس سے قادیان سے آپ کی محبت اور اُلفت کا پتہ لگتا تھا۔ کیونکہ جب کہیں سے جُدائی ہونے لگتی ہے تو وہاں کی ذرا ذرا چیز سے بھی محبت اور اُلفت کا خیال آتا ہے۔ تو اس جگہ کی چھوٹی سے چھوٹی چیز سے بھی خدا کے مسیح کو وہ اُلفت تھی۔ جس کا ثبوت اس واقعہ سے ملتا ہے۔

پھر خدا تعالےٰ نے تمہیں ایک سلک میں منسلک کر دیا ہے۔ اور تم ایک لڑی میں پروئے گئے ہو۔ خدا تعالےٰ نے تمہیں اتفاق اور اتحاد کی مضبوط چٹان پر کھڑا کر دیا ہے۔ اس لئے یہاں صرف مقام ہی کی برکتیں نہیں بلکہ اتحاد کی برکتیں بھی ہیں۔ لیکن میں کہتا ہوں۔ اگر خدانخواستہ اتحاد نہ بھی ہو تو بھی یہاں کا آنا بہت ضروری ہے۔ ورنہ وہ شخص جو یہاں نہیں آتا۔ یاد رکھے کہ اس کا ایمان خطرہ میں ہے۔ پس وہ لوگ جو پُرانے ہیں۔ اور وہ بھی جو نئے ہیں یہاں بار بار آئیں۔ میں بڑے زور سے کہتا ہوں۔ کہ ان کے یہاں آنے جانے کے روپے ضائع نہیں جائینگے بلکہ خدا تعالےٰ انہیں واپس کردے گا۔ اور بڑے نفع کے ساتھ واپس کریگا کیونکہ خدا تعالےٰ کسی کا حق نہیں مارتا۔ اسے بڑی غیرت ہے۔ اور اس معاملہ میں وہ بڑا

غیور ہے۔ دیکھو اس میں اتنی غیرت ہے کہ جب مؤذن کھڑا ہو کر اذان میں کہتا ہے۔ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ۔ کہ اے لوگو نماز کا وقت ہو گیا ہے نماز کے لئے آؤ۔ تو خدا تعالےٰ اتنا برداشت نہیں کر سکتا۔ کہ اس آواز سے لوگ یہ خیال کر کے آئیں۔ کہ چلو خدا کا حکم ہے مسجد میں چلیں۔ اور اس طرح ایک طرح کا احسان جتائیں۔ اس لئے ساتھ یہ بھی فرما دیا۔ کہ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ۔ کسی کا نماز پڑھنے کے لئے آنا مجھ پر کوئی احسان نہیں ہے۔ اگر کوئی نماز پڑھے گا تو خود ہی فلاح حاصل کرے گا۔ تو جو لوگ خدا تعالےٰ کے لئے اپنا مال خرچ کرینگے اس کی رضامندی کے لئے اپنا وطن چھوڑینگے۔ اس کی رضا کے لئے سفر کی تکلیفیں برداشت کرینگے۔ ان کی یہ باتیں ضائع نہیں جائینگی۔ بلکہ وہ اس درجہ کو پائینگے۔ کہ خدا اُن کا ہاتھ خدا ان کی زبان۔ خدا ان کے کان۔ اور خدا ان کے پاؤں ہو جائے گا۔ اور جو کچھ وہ اس راستہ میں ڈالینگے۔ وہ بیج ہو گا۔ جو انھیں کئی گنا ہو کر واپس ملے گا۔ پس کوئی شخص یہ خیال نہ کرے کہ قادیان آنا خرچ کرنا ہے یہ خرچ کرنا نہیں۔ بلکہ برکتیں حاصل کرنا ہے۔ دیکھو کھیتی میں بیج ڈالنے والا بھی بیج کو خرچ کرتا ہے۔ لیکن اس سے گھبراتا نہیں بلکہ امید رکھتا ہے۔ کہ کل مجھے بہت زیادہ ملے گا۔ پس تم بھی یہاں آنے جانے کے اخراجات سے نہ گھبراؤ۔ خدا تعالیٰ تمھیں اس کے مقابلہ میں بہت بڑھ کر دے گا۔ پس تمہارے یہاں آنے میں کوئی چیز روک نہ ہو۔ اور کوئی بات مانع نہو۔ تاکہ تم اپنے دین اور ایمان کو مضبوط کر لو۔ اور اپنے میں آنے والوں سے پہلے ان کے لینے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اور اگر آنے والے ہزاروں ہوں۔ تو تم بھی ہزاروں ہی انکے لینے کے لئے موجود رہو +

اس بات کو خوب ذہن نشین کر کے اس پر عمل کرو۔ صحابہ کا بڑا تلخ تجربہ ہمارے سامنے موجود ہے۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ کیسی دردناک مصیبت ان پر آئی تھی۔ اور کسقدر مصائب اور آلام کا وہ نشانہ بنے تھے۔ یہ فساد جیسا کہ مینے پہلے بتایا ہے۔ صحابہ سے پیدا نہیں ہوا تھا۔ بلکہ ان لوگوں نے کیا تھا۔ جو مدینہ میں نہیں آتے تھے۔ اور صحابہ میں شامل نہ تھے۔ چنانچہ اس فساد کا بانی مبانی ایک شخص عبداللہ بن سبا تھا۔ اِسکی ابتدائی زندگی کا حال تو معلوم نہیں ہوتا کہ سیاست کے ساتھ اس کو کیا تعلق تھا لیکن

تاریخ میں اس کا ذکر حکیم بن جبلہ کے ساتھ آتا ہے۔ حکیم ابن جبلہ ایک چور تھا جب فارس پر چڑھائی ہوئی تو یہ بھی صحابہ کے لشکر میں شامل تھا۔ لشکر کی واپسی پر یہ راستہ میں غائب ہو گیا۔ اور غیر مسلموں پر حملہ کر کے ان کے اموال لوٹ لیا کرتا تھا۔ اور بھیس بدلکر رہتا تھا۔ جب غیر مسلم آبادی اور مسلم آبادی نے اس کی شرارتوں کا حال حضرت عثمان کو لکھا تو آپ نے اس کے نظر بند کرنے کا حکم دیا اور بصرہ سے باہر جانے کی اسے ممانعت کر دی گئی اس پر اس نے خفیہ شرارتیں اور منصوبے شروع کئے۔ چنانچہ ۳۳ھ میں اس کے گھر پر عبداللہ بن سبا مہمان کے طور پر آکر اُترا۔ اور لوگوں کو بُلا کر ان کو ایک خفیہ جماعت کی شکل میں بنانا شروع کیا اور آپس میں ایک انتظام قائم کیا۔ جب اس کی خبر والی کو ملی تو اس نے اس سے دریافت کہ تُو کون ہے تو اس نے کہلا بھیجا کہ میں ایک یہودی ہوں۔ اسلام سے مجھے رغبت ہے اور تیری پناہ میں آکر رہا ہوں۔ چونکہ اس کی شرارتوں کا علم گورنر کو ہو چکا تھا۔ انھوں نے اسے ملک بدر کر دیا۔ یہ پہلا واقعہ ہے جو تاریخ عبداللہ بن سبا کی سیاسی شرارتوں کے متعلق ہمیں بتاتی ہے اور اس سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ حکیم بن جبلہ بھی سچے دل سے مسلمان نہ تھا اور اس کا ذمیوں پر حملہ کرنا اس لئے نہ تھا کہ غیر مسلموں سے اسے دشمنی تھی۔ بلکہ غیر مسلموں کو اسلامی حکومت کے خلاف بھڑکانے کے لئے وہ ڈاکہ مارتا تھا جیسا کہ آجکل بنگالہ کے چند شریر ہندوستانی آبادی پر ڈاکہ مارتے ہیں۔ اور ان کی غرض صرف اس قدر ہوتی ہے کہ عام آبادی انگریزی حکومت کو ناقابل سمجھکر اس سے بگڑ جائے۔ اور یہ نتیجہ اس بات سے نکلتا ہے کہ عبداللہ بن سبا ایک یہودی جو دل سے اسلام کا دشمن تھا اسی کے پاس آکر ٹھہرا ہے اگر حکیم سچا مسلمان ہوتا۔ اور غیر مسلموں کا دشمن۔ تو کبھی عبداللہ بن سبا جو دل سے اسلام کا دشمن تھا۔ سب بصرہ میں سے اس کو نہ چنتا بلکہ اسے اپنا دشمن خیال کرتا ؛

جب عبداللہ بن سبا بصرہ سے نکالا گیا تو کوفہ کو چلا گیا۔ اور وہاں ایک جماعت اپنے ہم خیالوں کی پیدا کر کے شام کو گیا لیکن وہاں اس کی بات کسی نے نہ سُنی۔ اس لئے وہ وہاں سے مصر کو چلا گیا۔ مصری لوگ تازہ مسلم تھے۔ ان میں ایمان اسقدر داخل نہ ہوا تھا جیسا کہ دیگر بلاد کے باشندوں میں۔ پھر مدینہ سے زیادہ دُور تھے اور مرکز سے تعلق کم تھا اس لئے بہت

کثرت سے اس کے فریب میں آ گئے۔ اور عبد اللہ بن سبا نے دیکھ لیا۔ کہ مصر ہی میرے قیام کے لئے مناسب ہو سکتا ہے چنانچہ اس نے مصر میں ہی رہائش اختیار کی اور لوگوں کو اُکسانا شروع کیا +

اِدھر تو یہ فتنہ شروع تھا۔ اِدھر چند اور فتنے بھی پیدا ہو رہے تھے اور اُن کے بانی بھی وہی لوگ تھے جو بعد میں مسلمان ہوئے تھے اور مدینہ سے ان کا تعلق بالکل نہ تھا اس لئے ان کی تربیت نہ ہو سکتی تھی۔ چنانچہ جس طرح بصرہ میں حکیم بن جبلہ عبد اللہ بن سبا کے ساتھ ملکر یہ شرارتیں کر رہا تھا۔ کوفہ میں بھی ایک جماعت اسی کام میں لگی ہوئی تھی سعید بن العاص گورنر کوفہ تھے اور ان کی صحبت اکثر ذی علم لوگوں کے ساتھ رہتی تھی۔ مگر کبھی کبھی تمام لوگوں کو وہ اپنے پاس آنے کی اجازت دیتے تھے تا کل حالات سے باخبر رہیں۔ ایک دن ایسا ہی موقعہ تھا باتیں ہو رہی تھیں کسی نے کہا فلاں شخص بڑا سخی ہے سعید بن العاص نے کہا کہ میرے پاس دولت ہوتی تو میں بھی تم لوگوں کو دیتا۔ ایک بیچ میں بول پڑا کہ کاش آل کسرےٰ کے اموال تمہارے قبضہ میں ہوتے۔ اس پر چند نومسلم عرب اس سے لڑ پڑے اور کہا کہ یہ ہمارے اموال کی نسبت خواہش کرتا ہے کہ اس کو ملجائیں۔ سعید بن العاص نے سمجھایا تو کہا کہ تم نے اس کو سکھایا ہے کہ ایسی بات کہے اور اُٹھ کر اس شخص کو مارنے لگے اس کی مدد کے لئے اُس کا باپ اٹھا تو اُسے بھی مارا۔ حتیٰ کہ دونوں بیہوش ہو گئے۔ جب لوگوں کو علم ہوا کہ اس قسم کا فساد ہو گیا ہے تو وہ قلعہ کے اِرد گرد جمع ہو گئے۔ مگر سعید بن العاص نے ان کو سمجھا کر ہٹا دیا کہ کچھ نہیں سب خیر ہے اور جن لوگوں کو مار پڑی تھی انھیں بھی منع کر دیا کہ تم اس بات کو مشہور مت کرنا خواہ مخواہ فساد پڑے گا۔ اور آیندہ سے اس فسادی جماعت کو اپنے پاس آنے سے روک دیا۔ جب اُنھوں نے دیکھا کہ ہمیں والی اپنے پاس نہیں آنے دیتا تو انھوں نے لوگوں میں طرح طرح کے جھوٹ مشہور کرنے شروع کر دیئے اور دین اسلام پر طعن کرنے لگے۔ اور مختلف تدابیر سے لوگوں کو دین سے بدظن کرنے کی کوشش شروع کی۔ اس پر لوگوں نے حضرت عثمان سے شکایت کی اور آپ نے حکم دیا کہ ان کو کوفہ سے جلاوطن کر کے شام بھیجدیا جائے۔ اور حضرت معاویہ کو لکھدیا کہ ان کی خبر رکھنا۔ حضرت

معاویہ نے نہایت محبت سے ان کو رکھا۔ اور ایک دن موقعہ پاکر ان کو سمجھایا۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے پہلے عرب کی کیا حالت تھی۔ اسے یاد کرو اور غور کرو کہ خداتعالےٰ نے قریش کے ذریعہ سے تم کو عزت دی ہے پھر قریش سے تمہیں کیوں دشمنی ہے (وہ لوگ اس بات پر بھی طعن کرتے تھے کہ خلیفہ قریش میں سے کیوں ہوتے ہیں۔ قریشیوں نے خلافت کو اپنا حق بنا چھوڑا ہے یہ ناجائز ہے) اگر تم حکام کی عزت نہ کرو گے تو یاد رکھو جلد وہ دن آتا ہے کہ خداتعالےٰ تم پر ایسے لوگوں کو مقرر کرے گا جو تم کو خوب تکلیف دینگے۔ امام ایک ڈھال ہے جو تم کو تکلیف سے بچاتا ہے۔ انھوں نے کہا کہ قریش کا کیا احسان ہے کیا وہ کوئی بڑی جماعت تھی جن کے ذریعہ سے اسلام کامیاب ہوگیا اور باقی رہا کہ امام ڈھال ہے اور ہمیں تکلیف سے بچا رہا ہے سو یہ خیال مت کرو جب وہ ڈھال ٹوٹ جائے گی تو پھر ہمارے ہاتھ میں دے دی جائے گی۔ یعنے خلافت اگر قریش کے ہاتھ سے نکل جائے گی تو پھر ہم ہی ہم اس کے وارث ہیں اس لئے ہمیں اس کا فکر نہیں کہ خلافت قریش کے ہاتھ سے نکل گئی۔ تو پھر کیا ہوگا۔ اس پر حضرت معاویہ نے ان کو سمجھایا کہ ایام جاہلیت کی سی باتیں نہ کرو۔ اسلام میں کسی قوم کا زیادہ یا کم ہونا موجبِ شرف نہیں رکھا گیا۔ بلکہ دیندار و خدارسیدہ ہونا اصل سمجھا گیا ہے۔ پس جبکہ قریش کو خداتعالیٰ نے جاہلیت اور اسلام دونوں زمانوں میں ممتاز کیا۔ اور ان کو دین کی اشاعت وحفاظت کا کام سپرد کیا ہے تو تم کو اس پر کیا حسد ہے اور تم لوگ اپنی پہلی حالت کو دیکھو اور سوچو کہ اسلام نے تم لوگوں پر کس قدر احسانات کئے ہیں ایک وہ زمانہ تھا کہ تم اہلِ فارس کے کارندہ تھے اور بالکل ذلیل تھے اسلام کے ذریعہ سے ہی تم کو سب عزت ملی۔ لیکن تم نے بجائے شکریہ ادا کرنے کے ایسی باتیں شروع کردی ہیں جو اسلام کے لئے ہلاکت کا باعث ہیں تم شیطان کا ہتھیار بن گئے ہو وہ جس طرح چاہتا ہے تمہارے ذریعہ سے مسلمانوں میں پھوٹ ڈلوا رہا ہے۔ مگر یاد رکھو کہ اس بات کا انجام نیک نہ ہوگا اور تم دکھ پاؤگے۔ بہتر ہے کہ جماعت اسلام میں شامل ہو جاؤ۔ میں خوب جانتا ہوں کہ تمہارے دل میں کچھ اور ہے جسے تم ظاہر نہیں کرتے لیکن اللہ تعالیٰ

اسے ظاہر کر کے چھوڑے گا (یعنے تم اصل میں حکومت کے طالب ہو اور چاہتے ہو کہ ہم بادشاہ ہو جائیں اور دین سے متنفر ہو لیکن بظاہر اپنے آپ کو مسلم کہتے ہو) اس کے بعد حضرت معاویہ نے حضرت عثمان کو اُن کی حالت سے اطلاع دی اور لکھا کہ وہ لوگ اسلام وعدل سے بیزار ہیں اور ان کی غرض فتنہ کرنا اور مال کمانا ہے پس آپ ان کے متعلق گورنروں کو حکم دیدیجئے کہ ان کو عزت نہ دیں یہ ذلیل لوگ ہیں۔ پھر ان لوگوں کو شام سے نکالا گیا اور وہ جزیرہ کی طرف چلے گئے وہاں عبدالرحمن بن خالد بن ولید حاکم تھے انھوں نے ان کو نظر بند کر دیا اور کہا کہ اگر اس ملک میں بھی لوگوں کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کرنے اور فتنہ ڈالنے کی کوشش کی تو یاد رکھو میں ایسی خبر لوں گا کہ سب شیخی کرکری ہو جائے گی۔ چنانچہ انھوں نے انھیں سخت پہرہ میں رکھا۔ حتّٰی کہ ان لوگوں نے آخر میں توبہ کی کہ اب ہم جھوٹی افواہیں نہ پھیلائینگے اور اسلام میں تفرقہ ڈالنے کی کوشش نہ کرینگے۔ اس پر حضرت عبدالرحمن بن خالد بن ولید نے ان کو اجازت دیدی کہ جہاں چاہو چلے جاؤ۔ اور اشتر کو حضرت عثمان کی خدمت میں بھیجا کہ اب یہ معافی کے طالب ہیں آپ نے انھیں معاف کیا اور اختیار دیا کہ جہاں چاہیں رہیں۔ اشتر نے کہا کہ ہم عبدالرحمن بن خالد کے پاس ہی رہنا چاہتے ہیں چنانچہ وہیں ان کو واپس کیا گیا۔

اِس گروہ کے علاوہ ایک تیسرا گروہ تھا جو تفرقہ کے پیچھے پڑا ہوا تھا اس کا سرگروہ ایک شخص حمران بن ابان تھا اس نے ایک عورت سے عدت کے اندر شادی کر لی تھی جس پر اسے مارا گیا اور بصرہ کی طرف جلاوطن کر دیا گیا۔ وہاں اس نے فساد ڈلوانا شروع کیا اور تفرقہ اور فساد ڈالنے کے لئے یہ صورت اختیار کی کہ شرفا کے خلاف موقعہ پاکر جھوٹ منسوب کر دینا اور اس طرح تفرقہ ڈلوانا۔

غرض یہ تین گروہ اسلام کی تباہی میں کوشاں تھے اور تینوں گروہ ایسے تھے جو دین اسلام سے بے خبر۔ اور اپنی وجاہت کے دلدادہ تھے اسلام کی ناواقفی کی وجہ سے اپنی عقل سے مسائل ایجاد کر کے مسلمانوں کے اعتقاد بگاڑتے تھے اور چونکہ حکومت اسلامیہ ان کے اس فعل میں روک تھی اور وہ کھلے بندوں اسلام کو بازیچۂ اطفال نہیں بنا سکتے

تھے اس لئے اس حکومت کے مٹانے کے درپے ہو گئے تھے +

چنانچہ سب سے پہلے عبداللہ بن سبا نے مصر میں بیٹھ کر باقاعدہ سازش شروع کردی اور تمام اسلامی علاقوں میں اپنے ہم خیال پیدا کر کے ان کے ساتھ خط و کتابت شروع کی اور لوگوں کو بھڑکانے کے لئے یہ راہ نکالی کہ حضرت عثمان کے عمال کے خلاف لوگوں کو بھڑکانا شروع کیا۔ اور چونکہ لوگ اپنی آنکھوں دیکھی بات کے متعلق دھوکا نہیں کھا سکتے اس لئے یہ تجویز کی کہ ہر ایک جگہ کے لوگ اپنے علاقہ میں اپنے گورنر کے عیب نہ مشہور کریں بلکہ دوسرے علاقہ کے لوگوں کو اس کے مظالم لکھکر بھیجیں۔ وہاں کے فتنہ پرداز ان کو اپنے گورنر کے عیب لکھکر بھیجیں اس طرح لوگوں پر ان کا فریب نہ کھلے گا۔ چنانچہ بصرہ کے لوگ مصر والوں کیطرف لکھ کر بھیجتے کہ یہاں کا گورنر بڑا ظالم ہے اور اس اس طرح مسلمانوں پر ظلم کرتا ہے اور مصر کے لوگ یہ خطوط لوگوں کو پڑھ کر سناتے اور کہتے کہ دیکھو تمہارے بصرہ کے بھائی اس دکھ میں ہیں اور ان کی فریاد کوئی نہیں سنتا۔ اسی طرح مصر کے مفسد کسی اور صوبہ کے دوستوں کو مصر کے گورنر کے ظلم لکھ کر بھیجتے اور وہ لوگوں کو سنا کر خلیفہ کے خلاف اکساتے کہ اس نے ایسے ظالم گورنر مقرر کر رکھے ہیں جنکو رعایا کی کوئی پروا نہیں۔ علاوہ ازیں لوگوں کو بھڑکانے کے لئے چونکہ اس بات کی بھی ضرورت تھی کہ ان کے دل ان کی طرف جھک جائیں۔ اس کے لئے عبداللہ بن سبا نے یہ تجویز کی کہ عام طور پر وعظ و لیکچر دیتے پھرو تا کہ لوگ تمہاری طرف مائل ہو جائیں اور بڑا خادم اسلام سمجھیں چنانچہ اس کے اصل الفاظ یہ ہیں جو طبری نے لکھے ہیں واظہروا الامر بالمعروف والنھی عن المنکر تستمیلوا الناس وادعوھم الی ھذا الامر فبث دعاتہ۔ یعنے اس نے نصیحت کی کہ ظاہر میں تو تمہارا کام لوگوں کو نیک باتوں کا وعظ کرنا۔ اور بری باتوں سے روکنا ہو تا کہ اس ذریعہ سے لوگوں کے دل تمہاری طرف مائل ہو جائیں کہ کیا عمدہ کام کرتے ہیں لیکن اصل میں تمہاری غرض ان وعظوں سے یہ ہو کہ اس طرح لوگوں کے دل جب مائل ہو جائیں تو انھیں اپنا ہم خیال بناؤ۔ یہ نصیحت کر کے اس نے اپنے واعظ چاروں طرف پھیلا دیئے۔ غرض ان لوگوں نے ایسا طریق

اختیار کیا کہ سادہ لوح لوگوں کے لئے بات کا سمجھنا بالکل مشکل ہوگیا۔ اور فتنہ بڑے زور سے ترقی کرنے لگا۔ اور عام طور پر مسلمان خلافتِ عثمان رضؓ سے بدظن ہوگئے اور ہر جگہ یہی ذکر لوگوں کی زبانوں پر رہنے لگا کہ ہم تو بڑے مزہ میں ہیں۔ باقی علاقوں کے لوگ بڑے بڑے دکھوں میں ہیں بصرہ کے لوگ خیال کرتے کہ کوفہ اور مصر کے لوگ سخت تکلیف میں ہیں اور کوفہ کے لوگ سمجھتے کہ بصرہ اور مصر کے لوگ سخت دکھ میں ہیں حالانکہ اگر وہ لوگ آپس میں ملتے تو ان کو معلوم ہو جاتا کہ یہ شریروں کی شرارت ہے۔ ورنہ ہر جگہ امن و امان ہے ہر جماعت دوسری جماعت کو مظلوم قرار دیتی تھی حالانکہ مظلوم کوئی بھی نہ تھا۔ اور ان سازشیوں نے ایسا انتظام کر رکھا تھا کہ اپنے ہم خیالوں کو ایک دوسرے سے ملنے نہ دیتے تھے تا راز ظاہر نہ ہو جائے +

آخر یہ فساد بڑھتے بڑھتے خیالات سے عمل کیطرف لوٹا۔ اور لوگوں نے یہ تجویز کی کہ ان گورنروں کو موقوف کروایا جائے۔ جن کو حضرت عثمان نے مقرر کیا ہے چنانچہ سب سے پہلے حضرت عثمان کے خلاف کوفہ کے لوگوں کو اکسا دیا گیا اور وہاں فساد ہوگیا۔ لیکن بعض بڑے آدمیوں کے سمجھانے سے فساد تو دب گیا۔ مگر فساد کے بانی سبائی نے فوراً ایک آدمی کو خط دیکر حمص روانہ کیا کہ وہاں جو جلا وطن تھے ان کو بُلا لائے۔ اور لکھا کہ جس حالت میں ہو فوراً چلے آؤ کہ مصری ہم سے مل گئے ہیں۔ وہ خط جب ان کو ملا تو باقیوں نے تو اسے ردّ کر دیا۔ لیکن مالک بن اشتر بگڑ کر فوراً کوفہ کی طرف روانہ ہوگیا۔ اور تمام راستہ میں لوگوں کو حضرت عثمان اور سعید بن العاص کے خلاف اُکساتا گیا اور ان کو سُناتا کہ میں مدینہ سے آرہا ہوں۔ راستہ میں سعید بن العاص کے ساتھ تھا وہ تمہاری عورتوں کی عصمت دری کرنا چاہتا ہے اور فخر کرتا ہے کہ مجھے اس کام سے کون روک سکتا ہے۔ اسی طرح حضرت عثمان کی عیب جوئی کرتا جو لوگ حضرت عثمان اور دیگر صحابہ کے واقف نہ تھے اور مدینہ آنا جانا ان کا کم تھا وہ دھوکے میں آتے جاتے تھے اور تمام ملک میں آگ بھڑکتی جاتی تھی۔ عقلمند اور واقف لوگ سمجھاتے لیکن جوش میں کون کسی کی سُنتا ہے +

(اس زمانہ میں بھی حضرت مسیح موعود کے خلاف لوگ قسم قسم کے جھوٹ مشہور

کرتے تھے اور ایسے احمدی بھی جو قادیان کم آتے تھے ان کے دھوکے میں آجاتے تھے اب بھی ہمارے مخالف میری نسبت اور قادیان کے دوسرے دوستوں کی نسبت جھوٹی باتیں مشہور کرتے ہیں کہ سب اموال پر انھوں نے تصرف کر لیا ہے اور حضرت صاحب کو حقیقی نبی (جس کے معنے حضرت مسیح موعود نے تشریعی نبی کئے ہیں) مانتے ہیں اور نعوذ باللہ من ذالک رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرتے ہیں اور میں دیکھتا ہوں کہ جو لوگ قادیان نہیں آتے ان میں سے بعض ان کے فریب میں آجاتے ہیں) ایک رئیس نے مسجد کوفہ میں لوگوں کو اکٹھا کر کے ایک تقریر کی۔ اور سمجھایا لیکن دوسرے لوگوں نے انہیں کہا کہ اب فتنہ حد سے بڑھ گیا ہے۔ اب اس کا علاج سوائے تلوار کے کچھ نہیں۔ اس ناشکری کی سزا اب ان کو بھی ملے گی کہ یہ زمانہ بدل جائے گا۔ اور بعد میں یہ لوگ خلافت کے لوٹنے کی تمنا کرینگے لیکن ان کی آرزو پوری نہ ہوگی۔ پھر سعید بن العاص ان کو سمجھانے گئے انھوں نے جواب دیا کہ ہم تجھ سے راضی نہیں۔ تیری جگہ پر اور گورنر طلب کرینگے انھوں نے کہا۔ کہ اس چھوٹی سی بات کے لئے اس قدر شور کیوں ہے۔ ایک آدمی کو خلیفہ کی خدمت میں بھیجدو کہ ہمیں یہ گورنر منظور نہیں وہ اور بھیجدیں گے۔ اس بات کے لئے اس قدر اجتماع کیوں ہے۔ یہ بات کہہ کر سعید نے اپنا اونٹ دوڑایا۔ اور مدینہ کی طرف روانہ ہوئے اور حضرت عثمان کو سب حالات سے آگاہ کیا۔ آپ نے فرمایا کسے گورنر بنانا چاہتے ہیں انھوں نے کہا۔ ابو موسیٰ اشعریؓ کو۔ فرمایا ہم نے ان کو گورنر مقرر کیا۔ اور ہم ان لوگوں کے پاس کوئی معقول عذر نہ رہنے دینگے۔ جب حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو یہ اطلاع ملی۔ تو آپ نے سب لوگوں کو جمع کر کے اس خبر سے آگاہ کیا۔ انھوں نے کہا تو آپ ہمیں نماز پڑھائیں۔ مگر انھوں نے انکار کیا۔ اور کہا کہ جب تک کہ تم آیندہ کے لئے توبہ نہ کرو۔ اور حضرت عثمانؓ کی اطاعت کا وعدہ نہ کرو۔ میں تمہاری امامت نہ کروں گا اور تم کو نماز نہ پڑھاؤں گا۔ انھوں نے وعدہ کیا تب آپ نے انہیں نماز پڑھائی۔ لیکن فتنہ اس پر بھی ختم نہ ہوا۔ کیونکہ ان لوگوں کو اصل غرض تو خلافت کا اڑانا تھا عمال و حکام کی تبدیلی تو صرف ایک بہانہ اور حضرت عثمانؓ کے مظالم (نعوذ باللہ) کے اظہار کا ایک ذریعہ تھی جس سے وہ لوگ جو مدینہ آتے جاتے نہ تھے

اور اس برگزیدہ اور پاک انسان کے حالات سے آگاہ نہ تھے۔ وہ دھوکے میں آجاتے تھے اور اگر وہ خود آ کر حضرت عثمانؓ کو دیکھتے تو کبھی ان شریروں کے دھوکے میں نہ آتے اور اس فساد میں نہ پڑتے +

غرض یہ فتنہ دن بدن بڑھتا ہی گیا اور آخر حضرت عثمانؓ نے صحابہ کو جمع کیا اور دریافت کیا کہ اس فتنہ کے دور کرنے کے لئے کیا تدبیر کرنی چاہیئے۔ اس پر مشورہ ہوا۔ اور یہ تجویز ہوئی کہ پہلے یہ دیکھا جائے کہ حکام کی شکایت درست بھی ہے یا نہیں اور اس بات کے معلوم کرنے کے لئے تمام صوبوں میں کچھ ایسے آدمی بھیجے جائیں جو یہ معلوم کریں کہ آیا گورنر ظالم ہیں یا یونہی ان کے متعلق غلط خبریں پھیلائی جا رہی ہیں۔ اس کام کے لیے جو آدمی بھیجے گئے۔ ان سب نے لکھ دیا کہ ہر ایک صوبہ میں اچھی طرح امن اور امان قائم ہے۔ گورنروں کے متعلق کوئی شکایت نہیں ہے۔ لیکن عمار بن یاسر جو مصر میں بھیجے گئے تھے۔ ان کو عبداللہ بن سبا کے ساتھی پہلے ہی مل گئے اور اپنے پاس ہی ان کو رکھا اور لوگوں سے ملنے نہ دیا بلکہ ایسے ہی لوگوں سے ملایا جو اپنے ڈھب کے اور ہم خیال تھے۔ اور انہیں سارے جھوٹے قصے سُنائے اس لئے وہ ان کے دھوکے میں آ گئے۔ یہ واقعہ اسی طرح ہوا جس طرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ابوجہل کرتا تھا۔ کہ جب لوگ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو ملنے کے لئے آتے۔ تو وہ ان کو روکتا کہ اوّل تو اس کے پاس ہی نہ جاؤ۔ اور اگر جاتے ہی ہو۔ تو اپنے کانوں میں روئی ٹھونس کر جاؤ۔ تاکہ اس کی آواز تمہارے کانوں تک نہ پہنچے۔ اسی طرح عمار بن یاسر کو گورنر اور دوسرے امراء مصر سے ملنے ہی نہ دیا گیا +

ان لوگوں کے واپس آنے کے بعد جو تحقیقات کے لئے مختلف بلاد کی طرف بھیجے گئے تھے حضرت عثمانؓ نے مزید احتیاط کے طور پر ایک خط تمام ممالک کے مسلمانوں کی طرف لکھا اور اس میں تحریر فرمایا کہ مجھے ہمیشہ سے مسلمانوں کی خیر خواہی مدنظر رہی ہے مگر میں شکایتیں سُنتا ہوں کہ بعض مسلمانوں کو بلاوجہ مارا جاتا ہے اور بعض کو بلاوجہ گالیاں دی جاتی ہیں اس لئے میں اعلان کرتا ہوں کہ لوگ جن کو شکایت ہو۔ اس سال حج کے لئے جمع ہوں اور جو شکایات انہیں ہیں وہ پیش کریں خواہ میرے حکام کے خلاف ہوں خواہ میرے

خلاف۔ میری جان حاضر ہے اگر مجھ پر کوئی شکایت ثابت ہو تو مجھ سے بدلہ لے لیں۔ جب یہ خط تمام ممالک کی مساجد میں سُنایا گیا۔ تو شریروں پر تو کیا اثر ہونا تھا۔ مگر عام مسلمان اس خط کو سُنکر بے تاب ہو گئے اور جب یہ خط سُنایا گیا تو مساجد میں ایک کہرام مچ گیا۔ اور روتے روتے مسلمانوں کی ڈاڑھیاں تر ہو گئیں اور انھوں نے افسوس کیا کہ چند بدمعاشوں کی وجہ سے امیر المومنین کو اس قدر صدمہ ہوا ہے۔ اور سب جگہ پر حضرت عثمانؓ کے لئے دُعا کی گئی۔ موسم حج کے قریب حضرت عثمانؓ نے تمام گورنروں کے نام خطوط لکھے کہ حج میں حاضر ہوں۔ چنانچہ سب گورنر حاضر ہوئے اور آپ نے ان سے دریافت کیا کہ یہ شور کیسا ہے انھوں نے کہا کہ شور تو کوئی نہیں بعض شریروں کی شرارت ہے اور آپ نے اکابر صحابہ کو بھیج کر خود دریافت کر لیا ہے کہ اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں بلکہ تمام الزامات جھوٹے ہیں۔ اسپر آپ نے فرمایا کہ اچھا آئندہ کے لئے کیا مشورہ دیتے ہو۔ سعید بن العاص نے کہا کہ یہ ایک خفیہ منصوبہ ہے جو الگ تیار کیا جاتا ہے اور پھر ایسے لوگوں کے کان بھر دیئے جاتے ہیں جو حالات سے ناواقف ہیں۔ اور اس طرح ایک سے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے تک بات پہنچتی جاتی ہے۔ پس علاج یہی ہے کہ اصل شریروں کو تلاش کر کے انھیں سزا دیجائے اور قتل کر دیا جائے۔ عبداللہ بن سعد نے مشورہ دیا کہ آپ نرمی کرتے ہیں جب آپ لوگوں کو ان کے حقوق دیتے ہیں تو لوگوں سے ان حقوق کا مطالبہ بھی کریں جو انکے ذمہ واجب ہیں۔ حضرت معاویہ نے عرض کیا کہ یہ دونوں بزرگ اپنے اپنے علاقہ کے واقف ہونگے۔ میرے علاقہ میں تو کوئی شور ہی نہیں وہاں سے آپ نے کبھی کوئی فساد کی خبر نہ سُنی ہوگی۔ اور جہاں شورش ہے وہاں کے متعلق میرا مشورہ یہی ہے کہ وہاں کے حکام انتظام کی مضبوطی پر زور دیں۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے فرمایا کہ آپ بہت نرمی کرتے ہیں اور آپ نے لوگوں کو ایسے حقوق دے دیئے ہیں جو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نہ دیتے تھے۔ پس آپ اب لوگوں سے ویسا ہی سلوک کریں جیسا کہ یہ دونوں کرتے تھے۔ اور جس طرح نرمی سے کام لیتے ہیں سختی کے موقعہ پر سختی سے بھی کام لیں۔ ان سب مشوروں کو سُنکر حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔ کہ یہ فتنہ مقدر ہے اور مجھے اس کا سب حال معلوم ہے کوئی سختی اس فتنہ

کو روک نہیں سکتی۔ اگر روکے گی تو نرمی۔ پس تم لوگ مسلمانوں کے حقوق پوری طرح ادا کرو۔ اور جہاں تک ہو سکے ان کے قصور معاف کرو۔ خدا تعالےٰ جانتا ہے کہ میں نے لوگوں کو نفع پہنچانے میں کوئی کمی نہیں کی۔ پس میرے لئے بشارت ہے اگر میں اسی طرح مرجاؤں اور فتنہ کا باعث نہ بنوں۔ لیکن تم لوگ یہ بات یاد رکھو کہ دین کے معاملہ میں نرمی نہ کرنا بلکہ شریعت کے قیام کی طرف پورے زور سے متوجہ رہنا۔ یہ کہکر سب حکام کو واپس روانہ کر دیا۔

حضرت معاویہ جب روانہ ہونے لگے تو عرض کیا اے امیر المومنین آپ میرے ساتھ شام کو چلے چلیں سب فتنوں سے محفوظ ہو جائینگے آپ نے جواب دیا۔ کہ معاویہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمسایگی کو کسی چیز کی خاطر بھی نہیں چھوڑ سکتا۔ خواہ میرے چمڑے کی رسیاں ہی کیوں نہ بنادی جائیں۔ اس پر حضرت معاویہ نے عرض کیا کہ آپ یہ بات نہیں مانتے تو میں ایک لشکر سپاہیوں کا بھیج دیتا ہوں جو آپ کی اور مدینہ کی حفاظت کرینگے آپ نے فرمایا کہ میں اپنی جان کی حفاظت کے لئے ایک لشکر رکھ کر مسلمانوں کے رزق میں کمی نہیں کرنا چاہتا۔ حضرت معاویہ نے عرض کیا کہ امیر المومنین خدا کی قسم آپ کو شریر لوگ دھوکہ سے قتل کر دینگے یا آپ کے خلاف جنگ کرینگے۔ آپ ایسا ضرور کریں لیکن آپ نے یہی جواب دیا کہ میں ایسا نہیں کر سکتا خدا میرے لئے کافی ہے۔ پھر حضرت معاویہ نے عرض کیا کہ اگر آپ ایسا نہیں کرتے تو پھر یہ کریں کہ شرارتی لوگوں کو بڑا گھمنڈ بعض اکابر صحابہ پر ہے اور وہ خیال کرتے ہیں کہ آپ کے بعد وہ کام سنبھال لینگے اور ان کا نام لیکر لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ آپ ان سب کو مدینہ سے رخصت کر دیں اور دور دراز ملکوں میں پھیلا دیں۔ شریروں کی کمریں ٹوٹ جائینگی۔ آپ نے فرمایا کہ جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمع کیا تھا۔ میں تو انھیں جلاوطن نہیں کر سکتا۔ اس پر حضرت معاویہ رو پڑے اور فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے اس فتنہ کے لئے منشائے الٰہی ہو چکا ہے۔ اور اے امیر المومنین شاید یہ میری آپ سے آخری ملاقات ہے۔ اس لئے ایک عرض میں آخر میں اور کرتا ہوں کہ اگر آپ اور کچھ بھی نہیں کرتے تو اتنا کریں کہ اعلان کر دیں کہ میرے خون کا بدلہ معاویہ لیگا۔ (یعنے بصورت آپ کے شہید ہونے کے) آپ نے فرمایا کہ معاویہ تمہاری طبیعت تیز ہے۔

مَیں ڈرتا ہوں کہ تم مسلمانوں پر سختی کرو گے۔ اس لئے میں یہ اعلان بھی نہیں کر سکتا۔ اس پر روتے روتے حضرت معاویہ آپ سے جُدا ہوئے اور مکان سے نکلتے ہوئے یہ کہتے گئے کہ لوگو ہوشیار رہنا۔ اگر اس بوڑھے (یعنے حضرت عثمانؓ) کا خون ہؤا تو تم لوگ بھی اپنی سزا سے نہیں بچوگے +

اس واقعہ پر ذرا غور کرو اور دیکھو اس انسان کے جسکی نسبت اس قدر بدیاں مشہور کی جاتی تھیں کیا خیالات تھے اور وہ مسلمانوں کا کتنا خیر خواہ تھا اور ان کی بہتری کے لئے کس قدر متفکر رہتا تھا اور کیوں نہ ہوتا۔ آپ وہ تھے کہ جنھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یکے بعد دیگرے اپنی دو بیٹیاں بیاہ دی تھیں۔ اور جب دونوں فوت ہو گئیں تو فرمایا تھا کہ اگر میری کوئی تیسری بیٹی ہوتی۔ تو اس کو بھی میں ان سے بیاہ دیتا۔ افسوس لوگوں نے اسے خود آکر نہ دیکھا اور اس کے خلاف شور کر کے دین و دُنیا سے کھوئے گئے +

جب مفسدوں نے دیکھا کہ اب حضرت عثمان نے تحقیقات شروع کر دی ہے۔ اور اس طرح ہمارے منصوبوں کے خراب ہو جانے کا خطرہ ہے تو انھوں نے فوراً اِدھر اُدھر خطوط دوڑا کر اپنے ہم خیالوں کو جمع کیا کہ مدینہ چل کر حضرت عثمان سے روبرو بات کریں۔ چنانچہ ایک جماعت جمع ہو کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئی۔ حضرت عثمانؓ کو ان کے ارادہ کی پہلے سے ہی اطلاع ہو چکی تھی۔ آپ نے دو معتبر آدمیوں کو روانہ کیا کہ انہیں ملکر دریافت کریں کہ ان کا منشا کیا ہے۔ ان دونوں نے مدینہ سے باہر جا کر ان سے ملاقات کی۔ اور ان کا عندیہ دریافت کیا۔ انھوں نے اپنا منشا ان کے آگے بیان کیا پھر انھوں نے پوچھا کہ کیا مدینہ والوں میں سے بھی کوئی تمہارے ساتھ ہے تو انھوں نے کہا کہ صرف تین آدمی مدینہ والوں سے ہمارے ساتھ ہیں ان دونوں نے کہا کہ کیا صرف تین آدمی تمہارے ساتھ ہیں انھوں نے کہا ہاں صرف تین ہمارے ساتھ ہیں (اب بھی موجودہ فتنہ میں قادیان کے صرف تین چار آدمی ہی پیغام والوں کے ساتھ ملے ہیں یا دو تین ایسے آدمی جو مؤلفۃ القلوب میں داخل تھے اور جو بعد میں پیغام والوں سے بھی جُدا ہو گئے) انھوں نے دریافت کیا کہ پھر تم کیا کرو گے۔ ان مفسدوں نے جواب دیا کہ ہمارا ارادہ ہے کہ ہم حضرت عثمانؓ سے وہ باتیں دریافت کرینگے جو پہلے ہم نے ان کے

خلاف لوگوں کے دلوں میں بٹھائی ہوئی ہیں پھر ہم واپس جاکر تمام ملکوں میں مشہور کرینگے کہ ان باتوں کے متعلق ہم نے (حضرت) عثمانؓ سے ذکر کیا لیکن اس نے ان کو چھوڑنے سے انکار کر دیا اور توبہ نہیں کی۔ اس طرح لوگوں کا دل ان کی طرف سے بالکل پھیر کر ہم حج کے بہانہ سے پھر لوٹیں گے اور آکر محاصرہ کرینگے۔ اور عثمانؓ سے خلافت چھوڑ دینے کا مطالبہ کرینگے۔ اگر اس نے انکار کر دیا تو اسے قتل کر دینگے۔ ان دونوں مخبروں نے ان سب باتوں کی اطلاع آنکر حضرت عثمان کو دی تو آپ ہنسے اور دعا کی کہ یا اللہ ان لوگوں پر رحم کر۔ اگر تو ان پر رحم نہ کریگا تو یہ بدبخت ہو جائینگے پھر آپ نے کوفیوں اور بصریوں کو بلوایا اور مسجد میں نماز کے وقت جمع کیا اور آپ منبر پر چڑھ گئے اور آپ کے ارد گرد وہ مفسد بیٹھ گئے۔ جب صحابہ کو علم ہوا تو سب مسجد میں آکر جمع ہو گئے اور ان مفسدوں کے گرد حلقہ کر لیا۔ پھر آپنے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی۔ اور ان لوگوں کا حال سنایا اور ان دونوں آدمیوں نے جو حال دریافت کرنے گئے تھے سب واقعہ کا ذکر کیا۔ اس پر صحابہ نے بالاتفاق باآواز بلند پکار کر کہا کہ ان کو قتل کر دو۔ کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی اپنی یا کسی اور کی خلافت کے لئے لوگوں کو بلائے اور اس وقت لوگوں میں ایک امام موجود ہو تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوگی۔ اور تم ایسے شخص کو قتل کر دو۔ اور حضرت عمرؓ کا بھی یہی فتویٰ ہے اس پر حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ نہیں ہم معاف کرینگے اور اس طرح انکی آنکھیں کھولنے کی کوشش کرینگے۔ پھر فرمایا کہ یہ لوگ بعض باتیں بیان کرتے ہیں وہ ایسی باتیں ہیں کہ تم بھی جانتے ہو لیکن فرق یہ ہے کہ یہ ان کے ذریعہ سے لوگوں کو میرے خلاف بھڑکانا چاہتے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں کہ اس نے سفر میں نماز قصر نہیں کی حالانکہ پہلے ایسا نہ ہوتا تھا۔ سنو میں نے نماز ایسے شہر میں پوری پڑھی ہے جس میں کہ میری بیوی تھی۔ کیا اسی طرح نہیں ہوا۔ سب صحابہ نے کہا کہ ہاں یہی بات ہے پھر فرمایا یہ لوگ یہ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ اس نے رکھ بنائی ہے حالانکہ اس سے پہلے رکھ نہ بنائی جاتی تھی مگر یہ بات بھی غلط ہے حضرت عمرؓ کے وقت سے رکھ کا انتظام ہے ہاں جب صدقات کے اونٹ زیادہ ہو گئے تو میں نے رکھ کو اور بڑھا دیا۔ اور یہ دستور بھی حضرت عمرؓ کے وقت سے چلا آیا ہے۔ باقی میرے اپنے پاس تو صرف دو۲ اونٹ ہیں۔ اور بھیڑ اور بکری بالکل نہیں

حالانکہ جب میں خلیفہ ہوا تھا تو میں تمام عرب میں سب سے زیادہ اونٹوں اور بکریوں والا تھا۔ لیکن آج میرے پاس نہ بکری ہے نہ اونٹ سوائے ان دو اونٹوں کے۔ کہ یہ بھی صرف حج کے لئے رکھے ہوئے ہیں۔ کیا یہ بات درست نہیں سب صحابہ نے عرض کیا کہ بالکل درست ہے پھر فرمایا کہ یہ لوگ یہ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ قرآن کئی صورتوں میں تھا میں نے اسے ایک صورت پر لکھوا دیا ہے۔ سنو! قرآن ایک ہے اور ایک خدا کی طرف سے آیا ہے اور اس بات میں میں سب صحابہ کی رائے کا تابع ہوں۔ میں نے کوئی نئی بات نہیں کی۔ کیا یہ بات درست نہیں۔ سب صحابہ نے عرض کیا کہ بالکل درست ہے اور یہ لوگ واجب القتل ہیں ان کو قتل کیا جائے۔ غرض اسی طرح حضرت عثمان رضؓ نے ان کے سب اعتراضوں کا جواب دیا اور صحابہ نے ان کی تصدیق کی۔ اس کے بعد بہت بحث ہوئی صحابہ اصرار کرتے تھے کہ ان شریروں کو قتل کیا جائے۔ لیکن حضرت عثمانؓ نے اس مشورہ کو قبول نہ کیا اور ان کو معاف کر دیا۔ اور وہ لوگ واپس چلے گئے +

مدینہ سے واپسی پر ان مفسدوں نے سوچا کہ اب دیر کرنی مناسب نہیں۔ بات بہت بڑھ چکی ہے اور لوگ جوں جوں اصل واقعات سے آگاہ ہونگے ہماری جماعت کمزور ہوتی جائے گی۔ چنانچہ انھوں نے فوراً خطوط لکھنے شروع کر دیئے کہ اب کے حج کے موسم میں ہمارے سب ہم خیال مل کر مدینہ کی طرف چلیں۔ لیکن ظاہر یہ کریں کہ ہم حج کے لئے جاتے ہیں +

چنانچہ ایک جماعت مصر سے۔ ایک کوفہ سے۔ ایک بصرہ سے ارادۂ حج ظاہر کرتی ہوئی مدینہ کی طرف سے ہوتی۔ مکہ کی طرف روانہ ہوئی۔ اور تمام لوگ بالکل بے فکر تھے اور کسی کو وہم وگمان بھی نہ تھا کہ کیا منصوبہ سوچا گیا ہے بلکہ راستہ میں لوگ ان کو حاجی خیال کر کے خوب خاطر و مدارات بھی کرتے۔ لیکن بعض لوگوں کے منہ سے بعض باتیں نکل جاتی ہیں۔ چنانچہ کسی نہ کسی طرح سے ان لوگوں کی نیت ظاہر ہو گئی۔ اور اہل مدینہ کو ان کی آمد کا اور نیت کا علم ہو گیا۔ اور چاروں طرف قاصد دوڑائے گئے کہ اس نیت سے ایک جماعت مدینہ کی طرف بڑھی چلی آ رہی ہے چنانچہ آس پاس جہاں جہاں صحابہ مقیم تھے

وہاں سے تیزی کیساتھ مدینہ میں آ گئے۔ اور دیگر قابل شمولیت جنگ مسلمان بھی مدینہ میں اکٹھے ہو گئے اور ان مفسدوں کے مدینہ پہنچنے سے پہلے ایک لشکر جرار مدینہ میں جمع ہو گیا جب یہ لوگ مدینہ کے قریب پہنچے۔ اور انھیں اس بات کی خبر ہوگئی۔ کہ مسلمان بالکل تیار ہیں اور انکی شرارت کامیاب نہیں ہو سکتی۔ تو انھوں نے چند آدمی پہلے مدینہ بھیجے کہ اُمہات المومنین اور صحابہ سے مل کر ان کی ہمدردی حاصل کریں چنانچہ مدینہ میں آکر ان لوگوں نے فرداً فرداً امہات المومنین کی ملاقات کی۔ لیکن سب نے ان سے بیزاری ظاہر کی۔ پھر یہ لوگ تمام صحابہ سے ملے لیکن کسی نے ان کی بات کی طرف توجہ نہ کی اور صاف کہدیا کہ تم لوگ شرارتی ہو۔ ہم تمہارے ساتھ نہیں مل سکتے۔ اور نہ تم کو مدینہ میں داخل ہونے کی اجازت دے سکتے ہیں۔ اس کے بعد مصری حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں۔ آپ ہماری بیعت قبول کریں اس پر حضرت علیؓ نے ان کو دھتکار دیا اور کہا کہ نیک لوگ جانتے ہیں کہ مروہ اور ذی خشب کے لشکر پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے (یہ وہ مقامات ہیں جہاں مدینہ کے باہر باغیوں کا لشکر اُترا تھا) اسی طرح بصرہ کے لوگ طلحہؓ کے پاس گئے اور ان سے ان کا سردار بننے کے لئے کہا لیکن انھوں نے بھی یہی جواب دیا کہ مروہ اور ذی خشب کے لشکروں پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔ میں تمہارے ساتھ شامل نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح کوفہ کے لوگ حضرت زبیرؓ کے پاس گئے اور ان سے یہی درخواست کی۔ لیکن انھوں نے بھی یہی جواب دیا کہ میرے پاس سے دُور ہو جاؤ۔ میں تمہارے ساتھ شامل نہیں ہو سکتا کیونکہ سب مسلمان جانتے ہیں کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے مروہ۔ ذی خشب اور اعوص کے لشکروں پر لعنت کی ہے جب باغی سب طرف سے مایوس ہو گئے۔ تو انھوں نے یہ ظاہر کرنا شروع کیا کہ ان کی اصل غرض تو بعض عاملوں کا تبدیل کروانا ہے۔ انکو تبدیل کردیا جائے تو ان کو پھر کوئی شکایت نہ رہیگی۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ نے ان کو اپنی شکایت پیش کرنے کی اجازت دی۔ اور انھوں نے بعض گورنروں کے بدلنے کی درخواست کی۔ حضرت عثمانؓ نے ان کی درخواست قبول کی اور ان کے کہنے کے

مطابق محمدؓ بن ابی بکرؓ کو مصر کا گورنر مقرر کر دیا اور حکم جاری کر دیا کہ مصر کا گورنر اپنا کام محمد بن ابی بکر کے سپرد کر دے۔ اسی طرح بعض اور مطالبات انھوں نے کئے جن میں سے ایک یہ بھی تھا کہ بیت المال میں سے سوائے صحابہ کے دوسرے اہل مدینہ کو ہرگز کوئی روپیہ نہ دیا جایا کرے یہ خالی بیٹھے کیوں فائدہ اُٹھاتے ہیں (جس طرح آجکل بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ بعض لوگ قادیان میں یونہی بیٹھے رہتے ہیں اور لنگر سے کھانا کھاتے ہیں ان کے کھانے بند کرنے چاہئیں مگر جس طرح پہلوں نے اصل حکمت کو نہیں سمجھا ان معترضوں نے بھی نہیں سمجھا) غرض انھوں نے بعض مطالبات کئے جو حضرت عثمانؓ نے قبول کئے اور وہ لوگ یہ منصوبہ کرکے کہ اس وقت تو مدینہ کے لوگ چوکس نکلے اور مدینہ لشکر سے بھرا ہوا ہے۔ اس لئے واپس جانا ہی ٹھیک ہے لیکن فلاں دن اور فلاں وقت تم لوگ اچانک مدینہ کی طرف واپس لوٹو۔ اور اپنے مدعا کو پورا کردو۔ جب یہ لوگ واپس چلے گئے تو جس قدر لوگ مدینہ میں جمع ہو گئے تھے سب اپنے اپنے کاموں کے لئے متفرق ہو گئے۔ اور ایک دن اچانک ان باغیوں کا لشکر مدینہ میں داخل ہو گیا اور تمام گلیوں میں اعلان کر دیا کہ جو شخص خاموش رہے گا اسے امن دیا جائے گا۔ چنانچہ لوگ اپنے گھروں میں بیٹھ رہے اور اس اچانک حملہ کا مقابلہ نہ کر سکے کیونکہ اگر کوئی شخص کوشش کرتا بھی رہتا تو اکیلا کیا کر سکتا تھا اور مسلمانوں کو آپس میں ملنے کی اجازت نہ دیتے تھے سوائے اوقات نماز کے کہ اس وقت بھی عین نماز کے وقت جمع ہونے دیتے اور پھر پراگندہ کر دیتے اس شرارت کو دیکھ کر بعض صحابہ ان لوگوں کے پاس گئے اور کہا کہ تم نے یہ کیا حرکت کی ہے انھوں نے کہا کہ ہم تو یہاں سے چلے گئے تھے۔ لیکن راستہ میں ایک غلام حضرت عثمانؓ کا ملا۔ اس کی طرف سے ہمیں شک ہوا ہم نے اس کی تلاشی لی تو اس کے پاس ایک خط نکلا جو گورنر مصر کے نام تھا اور جس میں ہم سب کے قتل کا فتویٰ تھا۔ اس لئے ہم واپس آ گئے ہیں کہ یہ دھوکا ہم سے کیوں کیا گیا ہے۔ ان صحابہ نے ان سے کہا کہ تم یہ تو ہمیں بتاؤ کہ خط تو مصریوں کو ملا تھا اور تم تینوں جماعتوں (یعنے کوفیوں۔ بصریوں اور مصریوں) کے راستے الگ الگ تھے اور تم کئی منزلیں ایک دوسرے سے دُور تھے

پھر ایک ہی وقت میں اس قدر جلد تینوں جماعتیں واپس مدینہ میں کیونکر آگئیں اور باقی جماعتوں کو کیونکر معلوم ہؤا کہ مصریوں کو اس مضمون کا کوئی خط ملا ہے یہ تو صریح فریب ہے جو تم لوگوں نے بنایا ہے۔ انھوں نے کہا کہ فریب سمجھو یا درست سمجھو ہمیں عثمان رضہ کی خلافت منظور نہیں وہ خلافت سے الگ ہو جائیں اس کے بعد مصری حضرۃ علی رضہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ اب تو اس شخص کا قتل جائز ہو گیا ہے آپ ہمارے ساتھ چلیں اور عثمان رضہ کا مقابلہ کریں۔ حضرت علی رضہ نے بھی ان کو یہی جواب دیا کہ تم جو واقعہ سُناتے ہو وہ بالکل بناوٹی ہے کیونکہ اگر تمہارے ساتھ ایسا واقعہ گزرا تھا تو بصری اور کوفی کس طرح تمہارے ساتھ ہی مدینہ میں آگئے۔ ان کو اس واقعہ کا کس طرح علم ہُوا معلوم ہوتا ہے کہ تم نے پہلے سے ہی منصوبہ بنا رکھا تھا چلے جاؤ۔ خداتعالےٰ تمہارا بُرا کرے میں تمہارے ساتھ نہیں مل سکتا۔ (مصری لوگ خط ملنے کا جو وقت بتاتے تھے اس میں اور ان کے مدینہ میں واپس آنے کے درمیان اس قدر قلیل وقت تھا کہ اس عرصہ میں بصریوں اور کوفیوں کو خبر ملکر وہ واپس مدینہ میں نہیں آسکتے تھے پس صحابہ نے سمجھ لیا کہ یہ لوگ مدینہ سے جاتے وقت پہلے سے ہی منصوبہ کر گئے تھے کہ فلاں دن مدینہ پُہنچ جاؤ اور خط کا واقعہ صرف ایک فریب تھا) جب حضرت علیؓ کا یہ جواب ان باغیوں نے سُنا تو ان میں سے بعض بول اُٹھے کہ اگر یہ بات ہے تو آپ ہمیں پہلے خفیہ خط کیوں لکھا کرتے تھے حضرت علی رضہ نے فرمایا کہ مَیں نے کبھی کوئی خط تم لوگوں کو نہیں لکھا آپ کا یہ جواب سُنکر وہ آپس میں کہنے لگے کہ کیا اس شخص کی خاطر تم لوگ لڑتے پھرتے ہو (یعنے پہلے تو اس نے ہمیں خط لکھ کر اُکسایا اور اب اپنی جان بچاتا ہے) +

اس گفتگو سے یہ بات صاف معلوم ہو جاتی ہے کہ یہ باغی جھوٹے خط بنانے کے پکے مشاق تھے اور لوگوں کو حضرت علی کی طرف سے خط بنا کر سُناتے رہتے تھے کہ ہماری مدد کے لئے آؤ لیکن جب حضرت علی رضہ کے سامنے بعض ان لوگوں نے جو اس فریب میں شامل نہ تھے خطوں کا ذکر کر دیا۔ اور آپ نے انکار کیا تو پھر ان شریروں نے جو اس فریب کے مرتکب تھے یہ بہانہ بنایا کہ گویا حضرت علی رضہ نعوذ باللہ پہلے خط لکھ کر اب خوف کے

مارے ان سے اِنکار کرتے ہیں حالانکہ تمام واقعات ان کے اس دعویٰ کی صریح تردید کرتے ہیں اور حضرت علی کا رویہ شروع سے بالکل پاک نظر آتا ہے لیکن یہ سب فساد اسی بات کا نتیجہ تھا کہ ان مفسدوں کے پھندے میں آئے ہوئے لوگ حضرت علی سے بھی واقف نہ تھے +

الغرض حضرت علیؓ کے پاس سے ناامید ہو کر یہ لوگ حضرت عثمان رضہ کے پاس گئے اور کہا کہ آپ نے یہ خط لکھا آپ نے فرمایا کہ شریعت اسلام کے مطابق دو طریق ہیں یا تو یہ کہ دو گواہ تم پیش کرو کہ یہ کام میرا ہے یا یہ کہ میں خدا تعالیٰ کی قسم کھاتا ہوں کہ یہ تحریر ہرگز میری نہیں اور نہ مینے کسی سے لکھوائی اور نہ مجھے اس کا علم ہے اور تم جانتے ہو کہ لوگ جھوٹے خط لکھ لیتے ہیں اور مہروں کی بھی نقلیں بنا لیتے ہیں مگر اس بات پر بھی ان لوگوں نے شرارت نہ چھوڑی اور اپنی ضد پر قائم رہے +

اس واقعہ سے بھی ہمیں یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ مدینہ کے لوگ ان کے ساتھ شامل نہ تھے کیونکہ اگر مدینہ میں سے بعض لوگ ان کی شرارت میں حصہ دار ہوتے تو ان کے لئے دو جھوٹے گواہ بنا لینے کچھ مشکل نہ تھے لیکن ان کا اس بات سے عاجز آجانا بتاتا ہے کہ مدینہ میں سے دو آدمی بھی ان کے ساتھ نہ تھے (سوائے ان تین آدمیوں کے جن کا ذکر پہلے کر چکا ہوں مگر ان میں سے محمدؐ بن ابی بکر تو ان لوگوں کے ساتھ تھے۔ مدینہ میں نہ تھے اور صرف عمار اور محمد بن ابی حذیفہ مدینہ میں تھے لیکن یہ دونوں بھی نیک آدمی تھے اور صرف ان کی فریب دینے والی باتوں کے دھوکے میں آئے ہوئے تھے) اور یہ لوگ اپنے میں گواہ نہیں بنا سکتے تھے کیونکہ یہ لوگ مدینہ میں موجود نہ تھے ان کی گواہی قابل قبول نہ تھی +

گو ہر طرح ان لوگوں کو ذلت پہنچی لیکن انھوں نے اپنی کارروائی کو ترک نہ کیا اور برابر مدینہ کا محاصرہ کئے پڑے رہے۔ شروع شروع میں تو حضرت عثمان رضہ کو بھی اور باقی اہل مدینہ کو بھی مسجد میں نماز کے لئے آنے کی اجازت انھوں نے دیدی تھی۔ اور حضرت عثمان رضہ بڑی دلیری سے ان لوگوں میں آکر نماز پڑھاتے۔ لیکن باقی اوقات میں ان لوگوں کی جماعتیں مدینہ کی گلیوں میں پھرتی رہتیں اور اہل مدینہ کو آپس میں کہیں جمع نہ ہونے

دیتیں تاکہ وہ ان پر حملہ آور نہ ہوں جب جمعہ کا دن آیا تو حضرت عثمان جمعہ کی نماز کے لئے مسجد نبوی میں تشریف لائے اور منبر پر چڑھ کر فرمایا۔ کہ اے دشمنانِ اسلام مدینہ کے لوگ خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے تمہاری نسبت پیشگوئی کی ہے اور تم پر لعنت کی ہے پس تم نیکیاں کر کے اپنی بدیوں کو مٹاؤ۔ کیونکہ بدیوں کو سوائے نیکیوں کے اور کوئی چیز نہیں مٹاتی۔ اس پر محمدؐ بن سلمہ رضؓ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں لیکن حکیم بن جبلہ (وہی چور جس کا پہلے ذکر آچکا ہے) نے ان کو بٹھا دیا پھر زید بن ثابتؓ کھڑے ہوئے اور انھوں نے کہا مجھے قرآن کریم دو (انکا منشا بھی ان لوگوں کے خلاف گواہی دینے کا تھا) مگر باغیوں میں سے ایک شخص نے ان کو بھی بٹھا دیا اور پھر اس خیال سے کہ ایسا نہ ہو صحابہ اسی طرح گواہی دے دیکر ہمارا ملعون اور خلاف قرآن امور پر عامل ہونا ظاہر کر دیں پتھر مار مار کر صحابہ کو مسجد سے باہر نکال دیا اور اس کے بعد حضرت عثمان رضؓ پر پتھر پھینکنے شروع کئے جن کے صدمہ سے وہ بیہوش ہو کر زمین پر جا پڑے جس پر بعض لوگوں نے آپ کو اُٹھا کر آپ کے گھر پہنچا دیا۔ جب صحابہ کو حضرت عثمان رضؓ کا حال معلوم ہُوا تو باوجود اس بے بسی کی حالت کے ان میں سے ایک جماعت لڑنے کے لئے تیار ہو گئی۔ جن میں ابو ہریرہ زید بن ثابت کاتب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت امام حسن بھی تھے۔ جب حضرت عثمان رضؓ کو اس بات کا علم ہُوا۔ تو آپ نے اُن کو قسم دیکر کہلا بھیجا کہ جانے دو اور ان لوگوں سے جنگ نہ کرو۔ چنانچہ بادل ناخواستہ یہ لوگ اپنے گھروں کو چلے گئے اور حضرت علی رضؓ حضرت طلحہ رضؓ اور حضرت زبیر رضؓ نے آپ کے گھر پر جا کر اس واقعہ کا بہت افسوس کیا۔ اس واقعہ کے بعد بھی حضرت عثمان نماز پڑھاتے رہے لیکن محاصرہ کے تیسویں دن مفسدوں نے آپ کو نماز کے لئے نکلنے سے بھی روک دیا۔ اور اہلِ مدینہ کو بھی دق کرنا شروع کیا۔ اور جو شخص ان کی خواہشات کے پُورا کرنے میں مانع ہوتا اسے قتل کر دیتے اور مدینہ کے لوگوں میں کوئی شخص بغیر تلوار لگائے کے باہر نہ نکل سکتا کہ کہیں اس کو یہ لوگ ایذا نہ پہنچائیں۔ انہی دنوں میں کہ حضرت عثمان رضؓ خود نماز پڑھاتے تھے۔ آخری جمعہ میں آپ نماز پڑھانے لگے تو ایک خبیث نے آپ کو گالی دیکر کہا کہ اُتر ممبر سے اور آپ کے ہاتھ میں

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا عصا تھا وہ چھین لیا اور اسے اپنے گھٹنے پر رکھ کر توڑ دیا لیکن اللہ تعالےٰ نے اس کو یہ سزا دی کہ اس کے گھٹنے میں کیڑے پڑ گئے۔ اسکے بعد حضرت عثمان رض صرف ایک یا دو دفعہ نکلے۔ پھر نکلنے کی ان باغیوں نے اجازت نہ دی۔ ان محاصرہ کے دنوں میں حضرت عثمان رض نے ایک شخص کو بلوایا اور پوچھا کہ یہ لوگ کیا چاہتے ہیں۔ اس نے کہا کہ دو باتوں میں سے ایک چاہتے ہیں یا تو یہ کہ آپ خلافت ترک کر دیں۔ اور یا یہ کہ آپ پر جو الزام لگائے جاتے ہیں ان کے بدلہ میں آپ سے قصاص لیا جائے۔ اگر ان دونو باتوں میں سے آپ ایک بھی نہ مانینگے تو یہ لوگ آپ کو قتل کر دینگے۔ آپ نے پوچھا کہ کیا کوئی اور تجویز نہیں ہو سکتی۔ اس نے کہا نہیں۔ اور کوئی صورت نہیں ہو سکتی۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ کہ خلافت تو میں چھوڑ نہیں سکتا یہ قمیص خدا تعالےٰ نے مجھے پہنائی ہے اسے تو میں ہرگز نہیں اُتارونگا۔ مجھے اپنا قتل ہونا اس بات سے زیادہ پسند ہے کہ میں خدا تعالےٰ کی پہنائی ہوئی قمیص کو اُتار دوں اور مسلمانوں کو آپس میں لڑنے مرنے دوں۔ باقی رہا قصاص کا معاملہ۔ سو مجھ سے پہلے دونوں خلیفوں سے کبھی ان کے کاموں کے بدلہ میں قصاص نہیں لیا گیا۔ باقی رہا یہ کہ وہ مجھے قتل کر دینگے سو یاد رکھو کہ اگر وہ مجھے قتل کر دینگے تو اس دن کے بعد سب مسلمان کبھی ایک مسجد میں نماز نہیں ادا کرینگے اور کبھی سب مسلمان ملکر ایک دشمن کا مقابلہ نہیں کرینگے۔ اور نہ مسلمانوں کا اتحاد قائم رہیگا (چنانچہ تیرہ سو سال کے واقعات اس قول کی صداقت پر شہادت دے رہے ہیں)۔

اس کے بعد ان مفسدوں نے حکم دیدیا کہ کوئی شخص نہ حضرت عثمان رض کے پاس جائے نہ اپنے مکان سے باہر نکل سکے۔ چنانچہ جب یہ حکم دیا تو اس وقت ابن عباس رض اندر تھے جب انھوں نے نکلنا چاہا تو لوگوں نے ان کو باہر نکلنے کی اجازت نہ دی۔ لیکن اتنے عرصہ میں محمد بن ابی بکر رض آگئے اور انھوں نے ان لوگوں سے کہا کہ ان کو جانے دو۔ جس پر انھوں نے انھیں نکلنے کی اجازت دے دی۔ اسکے بعد محاصرہ سخت ہو گیا اور کسی شخص کو اندر جانے کی اجازت نہ دی جاتی۔ حتیٰ کہ حضرت عثمان رض اور آپ کے گھر والوں کے لئے پانی تک لیجانے کی اجازت نہ تھی اور پیاس کی شدت سے وہ سخت تکلیف اُٹھاتے تھے۔ جب نوبت یہاں تک

پُہنچ گئی تو حضرت عثمان رضؓ نے اپنی دیوار پر چڑھ کر اپنے ایک ہمسایہ کے لڑکے کو حضرت علی رضؓ
حضرت طلحہ رضؓ اور حضرت زبیر رضؓ اور امہات المؤمنین کے پاس بھیجا کہ ہمارے لئے پانی کا
کوئی بندوبست کرو۔ اس پر حضرت علی رضؓ فوراً پانی کی ایک مشک لے کر گئے لیکن ہر چند
انھوں نے کوشش کی مفسدوں نے ان کو پانی پہنچانے یا اندر جانے کی اجازت نہ دی۔
اس پر آپ نے فرمایا کہ یہ کیا طریق ہے۔ نہ مسلمانوں کا طریق ہے نہ کفار کا۔ رومی اور ایرانی
بھی اپنے دشمن کا کھانا اور پینا بند نہیں کرتے۔ تم لوگوں کو خوف خدا بھی اس حرکت سے
نہیں روکتا۔ انھوں نے کہا کہ خواہ کچھ ہو۔ اس کے پاس ایک قطرہ پانی نہیں پہنچنے دینگے جس
پر حضرت علی رضؓ نے اپنی پگڑی حضرت عثمان رضؓ کے گھر میں پھینک دی۔ تا ان کو معلوم ہو جائے
کہ آپ نے تو بہت کوشش کی۔ لیکن لوگوں نے آپ تک اُن کو پہنچنے نہ دیا۔ اسی طرح رسول
کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ مطہرہ حضرت ام حبیبہ رضؓ عنہا کو جب علم ہؤا تو آپ بھی خلیفہ
کی مدد کے لئے گھر سے تشریف لائیں لیکن ان بدبختوں نے آپ سے وہ سلوک کیا کہ جو ہمیشہ
کے لئے اُن کے لئے باعثِ لعنت رہے گا۔ اوّل تو انھوں نے اس خچر کو بِدکا دیا جس پر آپ
سوار تھیں۔ اور جب آپ نے کہا کہ حضرت عثمان رضؓ کے پاس بنوامیہ کے یتامیٰ اور بیواؤں
کے اموال کے کاغذات ہیں۔ ان کی وفات کے ساتھ ہی یتامیٰ اور بیواؤں کے مال
ضائع ہو جائینگے۔ اس کے لئے تو مجھے جانے دو کہ کوئی انتظام کروں تو انھوں نے کہا کہ
تو جھوٹ بولتی ہے (نعوذ باللہ من ذالک) اور پھر تلوار مار کر آپ کی خچر کا تنگ توڑ دیا اور
قریب تھا کہ وہ اس انبوہ میں گر کر شہید ہو جاتیں اور بے پردہ ہوتیں کہ بعض سچے مسلمانوں
نے آگے بڑھ کر آپ کو سنبھالا۔ اور حفاظت سے آپ کے گھر پہنچا دیا۔ اس خبر کے پہنچتے
ہی حضرت عائشہ حج کے لئے چل پڑیں اور جب بعض لوگوں نے آپ کو روکا کہ آپ کے
یہاں رہنے سے شاید فساد میں کچھ کمی ہو تو انھوں نے کہا کہ اگر میرے بس میں ہوتا تو میں ہر طرح
اس فساد کو روکتی۔ لیکن کیا تم چاہتے ہو کہ میرے ساتھ بھی وہی سلوک ہو جو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی دوسری بیوی ام حبیبہ رضؓ کے ساتھ ہؤا ہے اور اس وقت میرے بچانے والا
بھی کوئی نہ ہو۔ خدا کی قسم میں اپنے آپ کو ایسے خطرہ میں نہ ڈالونگی کہ میرے ننگ و ناموس

پر حرف آئے +

ان باغیوں نے جب دیکھا کہ ان کی طرف سے فساد کی کوئی راہ نہیں نکلتی تو آپ کے گھر پر پتھر مارنے شروع کئے تاکوئی ناراض ہو کر ان پر بھی حملہ کر دے تو ان کو عذر مل جائے کہ ہم پر حملہ کیا گیا تھا۔ اس لئے ہم نے بھی حملہ کیا۔ پتھروں کے پڑنے پر حضرت عثمانؓ نے آواز دی کہ اے لوگو خدا سے ڈرو۔ دشمن تو تم میرے ہو۔ اور اس گھر میں تو میرے سوا اور لوگ بھی ہیں ان کو کیوں تکلیف دیتے ہو ان بدبختوں نے جواب دیا کہ ہم پتھر نہیں مارتے یہ پتھر خدا تعالےٰ کی طرف سے تمہارے اعمال کے بدلے میں پڑ رہے ہیں۔ آپ نے کہا کہ یہ جھوٹ ہے تمہارے پتھر تو کبھی ہمیں لگتے ہیں اور کبھی نہیں لگتے۔ اور خدا تعالےٰ کے پتھر تو خالی نہیں جایا کرتے وہ تو نشانہ پر ٹھیک بیٹھتے ہیں۔ فساد کو اس قدر بڑھتا ہوا دیکھ کر حضرت عثمانؓ نے چاہا کہ مدینہ کے لوگوں کو بیچ میں سے ہٹاؤں تاکہ میرے ساتھ یہ بھی تکلیف میں نہ پڑیں چنانچہ آپ نے حکم دیا کہ اے اہل مدینہ میں تم کو حکم دیتا ہوں کہ اپنے گھروں میں بیٹھے رہو اور میرے مکان کے پاس نہ آیا کرو۔ اور میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ میری اس بات کو مان لو۔ اس پر وہ لوگ بادل نخواستہ اپنے گھروں کیطرف چلے گئے لیکن اس کے بعد چند نوجوانوں کو پہرہ کے لئے انھوں نے مقرر کر دیا۔ حضرت عثمانؓ نے جب صحابہ کی اس محبت کو دیکھا اور سمجھ لیا کہ اگر کوئی فساد ہوا تو صحابہ اور اہل مدینہ اپنی جانوں کو ہلاکت میں ڈال دینگے۔ لیکن خاموش نہ رہیں گے تو انھوں نے اعلان کیا کہ حج کا موسم ہے لوگوں کو حسب معمول حج کے لئے جانا چاہیئے اور عبد اللہ بن عباسؓ کو جو اُن لوگوں میں سے تھے جنھوں نے آپ کا دروازہ نہیں چھوڑا تھا۔ فرمایا کہ تم کو میں حج کا امیر مقرر کرتا ہوں۔ انھوں نے کہا اے امیر المومنین خدا کی قسم یہ جہاد مجھے حج سے بہت زیادہ پیارا ہے مگر آپ نے ان کو مجبور کیا کہ فوراً چلے جائیں اور حج کا انتظام کریں۔ اس کے بعد اپنی وصیت لکھ کر حضرت زبیرؓ کے پاس بھجوا دی اور ان کو بھی رخصت کیا۔ چونکہ حضرت ابو بکرؓ کے چھوٹے لڑکے محمدؐ ان باغیوں کے فریب میں آئے ہوئے تھے ان کو ایک عورت نے کہلا بھیجا کہ شمع سے نصیحت حاصل کرو وہ خود جلتی ہے اور دوسروں کو روشنی دیتی ہے پس ایسا نہ کرو کہ خود گنہگار ہو کر

ان لوگوں کے لئے خلافت کی مسند خالی کرو جو گنہگار نہیں۔ خوب یاد رکھو کہ جس کام کے لئے تم کوشش کر رہے ہو وہ کل دوسروں کے ہاتھ میں جائے گا۔ اور اس وقت آج کا عمل تمہارے لئے باعث حسرت ہوگا۔ لیکن ان کو اس جوش کے وقت اس نصیحت کی قدر معلوم نہ ہوئی ۔

غرض اِدھر تو حضرت عثمان رضؓ اہل مدینہ کی حفاظت کے لئے ان کو ان باغیوں کا مقابلہ کرنے سے روک رہے تھے اور اُدھر آپ کے بعض خطوط سے مختلف علاقوں کے گورنروں کو مدینہ کے حالات کا علم ہوگیا تھا اور وہ چاروں طرف سے لشکر جمع کر کے مدینہ کی طرف بڑھے چلے آ رہے تھے۔ اسی طرح حج کے لئے جو لوگ جمع ہوئے تھے ان کو جب معلوم ہوا۔ تو انہوں نے بھی یہ فیصلہ کیا کہ حج کے بعد مدینہ کی طرف سب لوگ جائیں اور ان باغیوں کی سرکوبی کریں۔ جب ان حالات کا علم باغیوں کو ہوا تو انھوں نے آپس میں مشورہ کیا اور فیصلہ کیا کہ یہ غلطی جو ہم سے ہوئی ہے کہ ہم نے اس طرح خلیفہ کا مقابلہ کیا ہے اس سے پیچھے ہٹنے کا اب کوئی راستہ نہیں۔ پس اب یہی صورت نجات کی ہے کہ عثمان (رضی اللہ عنہ) کو قتل کر دیں۔

جب انھوں نے یہ ارادہ کر کے حضرت عثمان رضؓ کے مکان پر حملہ کیا تو صحابہ تلواریں کھینچ کر حضرت عثمان رضؓ کے دروازہ پر جمع ہو گئے۔ مگر حضرت عثمان رضؓ نے ان کو منع کیا اور کہا کہ تم کو میں اپنی مدد کے عہد سے آزاد کرتا ہوں تم اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ لیکن اس خطرناک حالت میں حضرت عثمان رضؓ کو تنہا چھوڑ دینا انھوں نے گوارا نہ کیا اور واپس لوٹنے سے صاف انکار کر دیا۔ اس پر وہ اَسی سالہ بوڑھا جو ہمت میں بہادر جوانوں سے زیادہ تھا ہاتھ میں تلوار لیکر اور ڈھال پکڑ کر اپنے گھر کا دروازہ کھولکر مردانہ وار صحابہ کو روکنے کے لئے اپنے خون کے پیاسے دشمنوں میں نکل آیا۔ اور آپ کے اس طرح باہر نکل آنے کا یہ اثر ہوا کہ مصری جو اس وقت حملہ کر رہے تھے اُلٹے پاؤں لوٹ گئے اور آپ کے سامنے کوئی نہ ٹھہرا۔ آپ نے صحابہ کو بہت روکا لیکن انھوں نے کہا کہ اس معاملہ میں ہم آپ کی بات نہ مانینگے کیونکہ آپ کی حفاظت ہمارا فرض ہے۔ آخر حضرت عثمان رضؓ ان کو اپنے گھر میں لے آئے اور پھر دروازہ بند کر لیا۔ اس وقت صحابہ نے ان سے کہا کہ اے امیر المؤمنین اگر آج آپ کے کہنے پر ہم لوگ گھروں کو چلے جائیں تو خدا تعالےٰ کے سامنے کیا جواب دینگے

کہ تم میں حفاظت کی طاقت تھی پھر تم نے حفاظت کیوں نہ کی۔ اور ہم میں اتنی تو طاقت ہے کہ اس وقت تک کہ ہم سب مر جائیں ان کو آپ تک نہ پہنچنے دیں (ان صحابہ میں حضرت امام حسن رضؓ بھی شامل تھے) جب مفسدوں نے دیکھا کہ ادھر تو صحابہ کسی طرح ان کو حضرت عثمان رضؓ کے گھر میں داخل ہونے نہیں دیتے اور ادھر مکہ کے حاجیوں کی واپسی شروع ہو گئی ہے بلکہ بعض بہادر اپنی سواریوں کو دوڑا کر مدینہ میں پہنچ بھی گئے ہیں۔ اور شام و بصرہ کی فوجیں بھی مدینہ کے بالکل قریب پہنچ گئی ہیں بلکہ ایک دن کے فاصلہ پر رہ گئی ہیں تو وہ سخت گھبرائے اور کہا کہ یا آج ان کا کسی طرح فیصلہ کر دو۔ ورنہ ہلاکت کے لئے تیار ہو جاؤ۔ چنانچہ چند آدمیوں نے یہ کام اپنے ذمہ لیا اور بے خبری میں ایک طرف سے کود کر آپ کے قتل کے لئے گھر میں داخل ہوئے۔ ان میں محمدؐ بن ابی بکر رضؓ بھی تھے جنھوں نے سب سے آگے بڑھ کر آپ کی داڑھی پکڑی۔ اس پر حضرت عثمان رضؓ نے فرمایا کہ اگر تیرا باپ ہوتا تو ایسا نہ کرتا۔ اور کچھ ایسی پُر رعب نگاہوں سے دیکھا۔ کہ ان کا تمام بدن کانپنے لگ گیا اور وہ اسی وقت واپس لوٹ گئے۔ باقی آدمیوں نے آپ کو پہلے مارنا شروع کیا۔ اس کے بعد تلوار مار کر آپ کو قتل کر دیا۔ آپ کی بیوی نے آپ کو بچانا چاہا لیکن اُن کا ہاتھ کٹ گیا جس وقت آپ کو قتل کیا گیا اُس وقت آپ قرآن پڑھ رہے تھے اور آپ نے ان قاتلوں کو دیکھ کر قرآن کی تلاوت نہیں چھوڑی بلکہ اسی میں مشغول رہے چنانچہ ایک خبیث نے پیر مار کر آپ کے آگے سے قرآن کریم کو پرے پھینکدیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شقی دین سے کیا تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے قتل کرنے کے بعد ایک شور پڑ گیا اور باغیوں نے اعلان کر دیا کہ آپ کے گھر میں جو کچھ ہو لوٹ لو۔ چنانچہ آپ کا سب مال و اسباب لوٹ لیا گیا۔ لیکن اسی پر بس نہیں کی گئی بلکہ آپ کے گھر کے لوٹنے کے بعد وہ لوگ بیت المال کی طرف گئے اور خزانہ میں جس قدر روپیہ تھا سب لوٹ لیا جس سے ان لوگوں کی اصل نیت معلوم ہوتی ہے یا تو یہ لوگ حضرت عثمان رضؓ پر الزام لگاتے تھے اور ان کے معزول کرنے کی یہی وجہ بتاتے تھے کہ وہ خزانہ کے روپیہ کو بُری طرح استعمال کرتے ہیں اور اپنے رشتہ داروں کو دیدیتے ہیں۔ یا خود سرکاری خزانہ کے قفل توڑ کر سب روپیہ لوٹ لیا جس سے معلوم ہو گیا

کہ ان کی اصل غرض دُنیا تھی۔ اور حضرت عثمان رض کا مقابلہ محض اپنے آپ کو آزاد کرنے کے لئے تھا تاکہ جو چاہیں کریں اور کوئی شخص روک نہ ہو۔ جب حضرت عثمان شہید ہوئے تو اسلامی لشکر جو شام و بصرہ اور کوفہ سے آتے تھے ایک دن کے فاصلہ پر تھے ان کو جب یہ خبر ملی تو وہ وہیں سے واپس لوٹ گئے تا ان کے جانے کی وجہ سے مدینہ میں کشت و خون نہ ہو اور خلافت کا معاملہ انھوں نے خدا تعالےٰ کے سپرد کر دیا۔ ان باغیوں نے حضرت عثمان رض کو شہید کرنے اور ان کا مال لوٹنے پر بس نہیں کی بلکہ ان کی لاش کو بھی پاؤں میں روندا۔ اور دفن نہ کرنے دیا۔ آخر جب خطرہ ہُوا کہ زیادہ پڑے رہنے سے جسم میں تغیر نہ پیدا ہو جائے۔ تو بعض صحابہ رض نے رات کے وقت پوشیدہ آپ کو دفن کر دیا +

ایک دو دن تو خوب لوٹ مار کا بازار گرم رہا۔ لیکن جب جوش ٹھنڈا ہُوا۔ تو ان باغیوں کو پھر اپنے انجام کا فکر ہُوا۔ اور ڈرے کہ اب کیا ہو گا۔ چنانچہ بعض نے تو یہ سمجھ کر کہ حضرت معاویہ رض ایک زبردست آدمی ہیں اور ضرور اس قتل کا بدلہ لینگے شام کا رُخ کیا اور وہاں جا کر خود ہی واویلا کرنا شروع کر دیا کہ حضرت عثمان رض شہید ہو گئے اور کوئی ان کا قصاص نہیں لیتا۔ کچھ بھاگ کر مکہ کے راستہ میں حضرت زبیرؓ اور حضرت عائشہ رض سے جا ملے اور کہا کہ کس قدر ظلم ہے کہ خلیفۂ اسلام شہید کیا جائے اور مسلمان خاموش رہیں کچھ بھاگ کر حضرت علی رض کے پاس پہنچے اور کہا کہ اس وقت مصیبت کا وقت ہے اسلامی حکومت کے ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہے آپ بیعت لیں تا لوگوں کا خوف دُور ہو۔ اور امن و امان قائم ہو جو صحابہ مدینہ میں موجود تھے انھوں نے بھی بالاتفاق یہی مشورہ دیا کہ اس وقت یہی مناسب ہے کہ آپ اس بوجھ کو اپنے سر پر رکھیں کہ آپ کا یہ کام موجب ثواب و رضائے الٰہی ہو گا جب چاروں طرف سے آپ کو مجبور کیا گیا تو کئی دفعہ انکار کرنے کے بعد آپ نے مجبورًا اس کام کو اپنے ذمہ لیا اور بیعت لی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت علی رض کا یہ فعل بڑی حکمت پر مشتمل تھا اگر آپ اس وقت بیعت نہ لیتے تو اسلام کو اس سے بھی زیادہ نقصان پہنچتا جو آپ کی اور حضرت معاویہ کی جنگ سے پہنچا۔ کیونکہ اس صورت میں تمام اسلامی صوبوں کے آزاد ہو کر الگ الگ بادشاہتوں کے قیام کا اندیشہ تھا۔ اور جو بات

چار سو سال بعد ہوئی وہ اسی وقت ہو جانی ممکن ہی نہیں بلکہ یقینی تھی۔ پس گو حضرت علی رض کا اُس وقت بیعت لینا بعض مصالح کے ماتحت مناسب نہ تھا۔ اور اسی کی وجہ سے آپ پر بعض لوگوں نے شرارت سے اور بعض نے غلط فہمی سے یہ الزام لگایا کہ آپ نعوذ باللہ حضرة عثمان رض کے قتل میں شریک تھے اور یہ خطرہ آپ کے سامنے بیعت لینے سے پہلے حضرة ابن عباس رض نے بیان بھی کر دیا تھا اور آپ اسے خوب سمجھتے بھی تھے لیکن آپ نے اسلام کی خاطر اپنی شہرت و عزت کی کوئی پروا نہیں کی اور ایک بے نظیر قربانی کر کے اپنے آپکو ہدف ملامت بنایا لیکن اسلام کو نقصان پہنچنے سے بچا لیا۔ فجزاہ اللہ عنا و عن جمیع المسلمین ٭

جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں۔ قاتلوں کے گروہ مختلف جہات میں پھیل گئے تھے اور اپنے آپ کو الزام سے بچانے کے لئے دوسروں پر الزام لگاتے تھے جب ان کو معلوم ہوا کہ حضرت علی رض نے مسلمانوں سے بیعت لے لی ہے تو ان کو آپ پر الزام لگانے کا عمدہ موقعہ مل گیا اور یہ بات درست بھی تھی کہ آپ کے اردگرد حضرت عثمان رض کے قاتلوں میں سے کچھ لوگ جمع بھی ہو گئے تھے اس لئے ان کو الزام لگانے کا عمدہ موقعہ حاصل تھا چنانچہ ان میں سے جو جماعت مکہ کی طرف گئی تھی اس نے حضرت عائشہ رض کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ حضرت عثمان رض کے خون کا بدلہ لینے کے لئے جہاد کا اعلان کریں چنانچہ انھوں نے اس بات کا اعلان کیا اور صحابہ کو اپنی مدد کے لئے طلب کیا۔ حضرت طلحہ رض اور زبیر رض نے حضرت علی رض کی بیعت اس شرط پر کر لی تھی کہ وہ حضرة عثمان رض کے قاتلوں سے جلد سے جلد بدلہ لینگے انھوں نے جلدی کے جو معنے سمجھے تھے وہ حضرت علی رض کے نزدیک خلاف مصلحت تھی ان کا خیال تھا کہ پہلے تمام صوبوں کا انتظام ہو جائے پھر قاتلوں کو سزا دینے کی طرف توجہ کی جائے۔ کیونکہ اوّل مقدم اسلام کی حفاظت ہے قاتلوں کے معاملہ میں دیر ہونے سے کوئی ہرج نہیں۔ اسی طرح قاتلوں کی تعیین میں بھی اختلاف تھا جو لوگ نہایت افسردہ شکلیں بنا کر سب سے پہلے حضرت علی رض کے پاس پہنچ گئے تھے اور اسلام میں تفرقہ ہو جانے کا اندیشہ ظاہر کرتے تھے ان کی نسبت حضرت علی رض کو بالطبع شبہ نہ ہوتا تھا کہ یہ لوگ فساد کے بانی ہیں دوسرے لوگ ان پر شبہ کرتے تھے اس اختلاف

کی وجہ سے طلحہؓ اور زبیرؓ نے یہ سمجھا کہ حضرت علیؓ اپنے عہد سے پھرتے ہیں۔ چونکہ انھوں نے ایک شرط پر بیعت کی تھی اور وہ شرط ان کے خیال میں حضرت علیؓ نے پوری نہ کی تھی اس لئے وہ شرعاً اپنے آپ کو بیعت سے آزاد خیال کرتے تھے جب حضرت عائشہؓ کا اعلان ان کو پہنچا تو وہ بھی ان کے ساتھ جا ملے اور سب ملکر بصرہ کی طرف چلے گئے بصرہ میں گورنر نے لوگوں کو آپ کے ساتھ ملنے سے باز رکھا لیکن جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ طلحہؓ اور زبیرؓ نے صرف اکراہ سے اور ایک شرط سے مقید کر کے حضرت علیؓ کی بیعت کی ہے تو اکثر لوگ آپ کے ساتھ شامل ہو گئے جب حضرت علیؓ کو اس لشکر کا علم ہوا تو آپ نے بھی ایک لشکر تیار کیا اور بصرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ بصرہ پہنچ کر آپ نے ایک آدمی کو حضرت عائشہؓ اور طلحہؓ اور زبیرؓ کی طرف بھیجا۔ وہ آدمی پہلے حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور دریافت کیا کہ آپ کا ارادہ کیا ہے انھوں نے جواب دیا کہ ہمارا ارادہ صرف اصلاح ہے اس کے بعد اس شخص نے طلحہؓ اور زبیرؓ کو بھی بلوایا اور ان سے پوچھا کہ آپ بھی اسی لئے جنگ پر آمادہ ہوئے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ ہاں۔ اس شخص نے جواب دیا کہ اگر آپ کا منشاء اصلاح ہے تو اس کا یہ طریق نہیں جو آپ نے اختیار کیا ہے اس کا نتیجہ تو فساد ہے اس وقت ملک کی ایسی حالت ہے کہ اگر ایک شخص کو آپ قتل کرینگے تو ہزار اسکی تائید میں کھڑا ہو جائے گا۔ اور ان کا مقابلہ کرینگے تو اور بھی زیادہ لوگ ان کی مدد کے لئے کھڑے ہو جائینگے۔ پس اصلاح یہ ہے کہ پہلے ملک کو اتحاد کی رسی میں باندھا جائے پھر شریروں کو سزا دیجائے ورنہ اس بدامنی میں کسی کو سزا دینا ملک میں اور فتنہ ڈلوانا ہے۔ حکومت پہلے قائم ہو جائے تو وہ سزا دے گی۔ یہ بات سُنکر انھوں نے کہا کہ اگر حضرت علیؓ کا یہی عندیہ ہے تو وہ آجائیں ہم ان کے ساتھ ملنے کو تیار ہیں۔ اس پر اس شخص نے حضرت علیؓ کو اطلاع دی اور طرفین کے قائم مقام ایک دوسرے کو ملے اور فیصلہ ہو گیا کہ جنگ کرنا درست نہیں صلح ہونی چاہیے +

جب یہ خبر سبائیوں کو (یعنے جو عبداللہ بن سبا کی جماعت کے لوگ اور

قاتلین حضرت عثمان رضؓ تھے) پہنچی تو ان کو سخت گھبراہٹ ہوئی۔ اور خفیہ خفیہ ان کی ایک جماعت مشورہ کے لئے اکٹھی ہوئی۔ انھوں نے مشورہ کے بعد فیصلہ کیا کہ مسلمانوں میں صلح ہو جانی ہمارے لئے سخت مضر ہوگی۔ کیونکہ اسی وقت تک ہم حضرت عثمان رضؓ کے قتل کی سزا سے بچ سکتے ہیں جب تک کہ مسلمان آپس میں لڑتے رہیں گے۔ اگر صلح ہو گئی اور امن ہوگیا تو ہمارا ٹھکانا کہیں نہیں۔ اس لئے جس طرح سے ہو صلح نہ ہونے دو اتنے میں حضرت علی بھی پہنچ گئے۔ اور آپ کے پہنچنے کے دوسرے دن آپ کی اور حضرت زبیرؓ کی ملاقات ہوئی۔ وقت ملاقات حضرت علی رضؓ نے فرمایا کہ آپ نے میرے لڑنے کے لئے تو لشکر تیار کیا ہے مگر کیا خدا کے حضور میں پیش کرنے کے لئے کوئی عذر بھی تیار کیا ہے۔ آپ لوگ کیوں اپنے ہاتھوں سے اس اسلام کے تباہ کرنے کے درپے ہوئے ہیں جس کی خدمت سخت جانکاہیوں سے کی تھی۔ کیا میں آپ لوگوں کا بھائی نہیں پھر کیا وجہ ہے کہ پہلے تو ایک دوسرے کا خون حرام سمجھا جاتا تھا لیکن اب حلال ہوگیا اگر کوئی نئی بات پیدا ہوئی ہوتی تو بھی بات تھی جب کوئی نئی بات پیدا نہیں ہوئی تو پھر یہ مقابلہ کیوں ہے اس پر حضرت طلحہ رضؓ نے کہ وہ بھی حضرت زبیر رضؓ کے ساتھ تھے کہا کہ آپ نے حضرت عثمان رضؓ کے قتل پر لوگوں کو اکسایا ہے حضرت علی رضؓ نے فرمایا کہ میں حضرت عثمان کے قتل میں شریک ہونے والوں پر لعنت کرتا ہوں پھر حضرت علی رضؓ نے حضرت زبیر رضؓ سے کہا کہ کیا تم کو یاد نہیں کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ خدا کی قسم تو علی سے جنگ کرے گا اور تو ظالم ہوگا۔ یہ سنکر حضرت زبیر اپنے لشکر کی طرف واپس لوٹے اور قسم کھائی کہ وہ حضرت علی رضؓ سے ہرگز جنگ نہیں کرینگے اور اقرار کیا کہ انھوں نے اجتہاد میں غلطی کی جب یہ خبر لشکر میں پھیلی تو سب کو اطمینان ہوگیا کہ اب جنگ نہ ہوگی بلکہ صلح ہو جائے گی لیکن مفسدوں کو سخت گھبراہٹ ہونے لگی۔ اور جب رات ہوئی تو انھوں نے صلح کو روکنے کے لئے یہ تدبیر کی کہ ان میں سے جو حضرت علی رضؓ کے ساتھ تھے انھوں نے حضرت عائشہ اور حضرت طلحہ رضؓ و زبیر کے لشکر پر رات کے وقت شبخون مار دیا۔ اور جو ان کے لشکر میں تھے انھوں نے حضرت علی رضؓ کے لشکر پر شبخون

مار دیا جس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ ایک شور پڑ گیا۔ اور ہر فریق نے خیال کیا کہ دوسرے فریق نے اس سے دھوکا کیا حالانکہ اصل میں یہ صرف سبائیوں کا ایک منصوبہ تھا۔ جب جنگ شروع ہو گئی تو حضرت علیؓ نے آواز دی کہ کوئی شخص حضرت عائشہ رض کو اطلاع دو شاید ان کے ذریعہ سے اللہ تعالےٰ اس فتنہ کو دور کر دے۔ چنانچہ حضرت عائشہ کا اونٹ آگے کیا گیا لیکن نتیجہ اور بھی خطرناک نکلا مفسدوں نے یہ دیکھ کر کہ ہماری تدبیر پھر اُلٹی پڑنے لگی۔ حضرت عائشہ رض کے اُونٹ پر تیر مارنے شروع کئے۔ حضرت عائشہ رض نے زور زور سے پکارنا شروع کیا کہ اے لوگو جنگ کو ترک کرو۔ اور خدا اور یوم حساب کو یاد کرو لیکن مفسد باز نہ آئے اور برابر آپ کے اُونٹ پر تیر مارتے چلے گئے۔ چونکہ اہلِ بصرہ اس لشکر کے ساتھ تھے۔ جو حضرت عائشہ کے اردگرد جمع ہُوا تھا۔ ان کو یہ بات دیکھ کر سخت طیش آیا اور ام المؤمنین کی یہ گستاخی دیکھ کر ان کے غصہ کی کوئی حد نہ رہی اور تلواریں کھینچکر لشکر مخالف پر حملہ آور ہو گئے۔ اور اب یہ حال ہو گیا کہ حضرت عائشہ رض کا اُونٹ جنگ کا مرکز بن گیا۔ صحابہ اور بڑے بڑے بہادر اس کے اِردگرد جمع ہو گئے اور ایک کے بعد ایک قتل ہونا شروع ہُوا لیکن اُونٹ کی باگ انھوں نے نہ چھوڑی۔ حضرت زبیرؓ تو جنگ میں شامل ہی نہ ہوئے اور ایک طرف نکل گئے مگر ایک شقی نے ان کے پیچھے سے جا کر اس حالت میں کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے ان کو شہید کر دیا۔ حضرت طلحہ رض عین میدان جنگ میں ان مفسدوں کے ہاتھ سے مارے گئے جب جنگ تیز ہو گئی۔ تو یہ دیکھ کر کہ اس وقت تک جنگ ختم نہ ہوگی جب تک حضرت عائشہ رض کو درمیان سے ہٹایا نہ جائے۔ بعض لوگوں نے آپ کے اُونٹ کے پاؤں کاٹ دیئے۔ اور ہودج اُتار کر زمین پر رکھ دیا۔ تب کہیں جا کر جنگ ختم ہوئی۔ اس واقعہ کو دیکھ کر حضرت علی رض کا چہرہ مارے رنج کے سُرخ ہو گیا لیکن یہ جو کچھ ہُوا اس سے چارہ بھی نہ تھا جنگ کے ختم ہونے پر جب مقتولین میں حضرت طلحہ رض کی نعش ملی تو حضرت علی رض نے سخت افسوس کیا ❖

ان تمام واقعات سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ اس لڑائی میں صحابہ کا ہرگز کوئی دخل نہ تھا بلکہ یہ شرارت بھی قاتلانِ عثمان رض کی ہی تھی۔ اور یہ کہ طلحہ اور زبیر حضرت علی کی

بیعت ہی میں فوت ہوئے کیونکہ انھوں نے اپنے ارادہ سے رجوع کر لیا تھا اور حضرت علی رضہ کا ساتھ دینے کا اقرار کر لیا تھا۔ لیکن بعض شریروں کے ہاتھوں سے مارے گئے چنانچہ حضرت علی رضہ نے ان کے قاتلوں پر لعنت بھی کی +

اِدھر تو یہ جنگ ہو رہی تھی۔ ادھر حضرت عثمان رضہ کے قاتلوں کا وہ گروہ جو معاویہ رضہ کے پاس چلا گیا تھا۔ اُس نے وہاں ایک کہرام مچا دیا۔ اور وہ حضرت عثمان رضہ کا بدلہ لینے پر آمادہ ہو گئے۔ مگر جب حضرت علی رضہ کے لشکر سے ان کا لشکر ملا۔ اور درمیان میں صلح کی بھی ایک راہ پیدا ہونے لگی تو ایک جماعت فتنہ پردازوں کی حضرت علی رضہ کا ساتھ چھوڑ کر الگ ہو گئی۔ اور اس نے یہ شور شروع کر دیا کہ خلیفہ کا وجود ہی خلافِ شریعت ہے احکام تو خدا تعالےٰ کی طرف سے مقرر ہی ہیں باقی رہا انتظام مملکت۔ سو یہ ایک انجمن کے سپرد ہونا چاہیئے۔ کسی ایک شخص کے ہاتھ میں نہیں ہونا چاہیئے۔ اور یہ لوگ خوارج کہلائے۔ اب بھی جو لوگ ہمارے مخالف ہیں ان کا یہی دعویٰ ہے اور ان کے وُہی الفاظ ہیں جو خوارج کے تھے۔ اور یہ بھی ہماری صداقت کا ایک ثبوت ہے کہ ان لوگوں کو اس جماعت سے مشابہت حاصل ہے جسے کل مسلمان بالاتفاق کراہت کی نگاہ سے دیکھتے چلے آئے ہیں اور ان کی غلطی کے معترف ہیں +

ابھی معاملات پوری طرح سلجھے نہ تھے کہ خوارج کے گروہ نے یہ مشورہ کیا کہ اس فتنہ کو اس طرح دُور کرو کہ جس قدر بڑے آدمی ہیں ان کو قتل کر دو۔ چنانچہ ان کے دلیر یہ اقرار کر کے نکلے کہ ان میں سے ایک حضرت علی رضہ کو۔ ایک حضرت معاویہؓ کو۔ اور ایک عمرو بن العاص کو ایک ہی دن اور ایک ہی وقت میں قتل کرے گا۔ جو حضرت معاویہؓ کی طرف گیا تھا اس نے تو حضرت معاویہؓ پر حملہ کیا لیکن اس کی تلوار ٹھیک نہیں لگی اور حضرت معاویہ صرف معمولی زخمی ہوئے۔ وہ شخص پکڑا گیا۔ اور بعد ازاں قتل کیا گیا۔ جو عمرو بن العاص کو مارنے گیا تھا۔ وہ بھی ناکام رہا۔ کیونکہ وہ بوجہ بیماری نماز کے لئے نہ آئے جو شخص ان کو نماز پڑھانے کے لئے آیا تھا۔ اس نے اس کو مار دیا۔ اور خود پکڑا گیا اور بعد ازاں مارا گیا۔ جو شخص حضرت علی رضہ کو مارنے کے لئے نکلا تھا اس نے جبکہ

آپ صبح کی نماز کے لئے کھڑے ہوتے لگے۔ آپ پر حملہ کیا اور آپ خطرناک طور پر زخمی ہوئے
آپ پر حملہ کرتے وقت اس شخص نے یہ الفاظ کہے کہ اے علی تیرا حق نہیں کہ تیری ہر بات مانی
جایا کرے بلکہ یہ حق صرف اللہ کو ہے (اب بھی غیر سبایعین ہم پر شرک کا الزام لگاتے ہیں)
ان سب واقعات کو معلوم کر کے آپ لوگوں نے معلوم کر لیا ہو گا کہ یہ سب فتنہ انہی
لوگوں کا اُٹھایا ہوا تھا جو مدینہ میں نہیں آتے تھے۔ اور حضرت عثمان رضی سے واقفیت
نہ رکھتے تھے۔ آپ کے حالات نہ جانتے تھے۔ آپ کے اخلاص۔ آپ کے تقویٰ۔ اور آپ
کے طہارت سے ناواقف تھے۔ آپ کی دیانت اور امانت سے بے خبر تھے۔ چونکہ ان کو
شریروں کی طرف سے یہ بتایا گیا۔ کہ خلیفہ خائن ہے۔ بددیانت ہے۔ فضول خرچ ہے۔
وغیرہ وغیرہ۔ اس لئے وہ گھر بیٹھے ہی ان باتوں کو درست مان گئے۔ اور فتنہ کے پھیلانے
کا موجب ہوئے۔ لیکن اگر وہ مدینہ میں آتے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بیٹھتے
آپ کے حالات اور خیالات سے واقف ہوتے۔ تو کبھی ایسا نہ ہوتا جیسا کہ ہوا۔

مَیں نے ان حالات کو بہت مختصر کر دیا ہے ورنہ یہ اتنے لمبے اور ایسے دردناک ہیں۔ کہ
سننے والے کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پس یاد رکھو۔ کہ یہ وہ فتنہ تھا جس نے مسلمانوں
۷۲ فرقے نہیں بلکہ ۷۲ ہزار فرقے بنا دیئے۔ مگر اس کی وجہ وہی ہے۔ جو مَیں نے کئی دفعہ بتائی
ہے۔ کہ وہ لوگ مدینہ میں نہ آتے تھے۔ ان باتوں کو خوب ذہن نشین کر لو۔ کیونکہ تمہاری
جماعت میں بھی ایسے فتنے ہونگے۔ جن کا علاج یہی ہے کہ تم بار بار قادیان آؤ۔ اور صحیح صحیح
حالات سے واقفیت پیدا کرو۔ میں نہیں جانتا کہ یہ فتنے کس زمانہ میں ہونگے۔ لیکن میں
یہ جانتا ہوں۔ کہ ہونگے ضرور۔ لیکن اگر تم قادیان آؤ گے اور بار بار آؤ گے۔ تو ان فتنوں
کے دُور کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔ پس تم اس بات کو خوب یاد رکھو۔ اور اپنی نسلوں
در نسلوں کو یاد کراؤ۔ تاکہ اُس زمانہ میں کامیاب ہو جاؤ۔ صحابہ کی دردناک تاریخ سے فائدہ
اُٹھاؤ۔ اور وہ باتیں جو ان کے لئے مشکلات کا موجب ہوئی ہیں۔ ان کے انسداد کی کوشش
کرو۔ فتنہ اور فساد پھیلانے والوں پر کبھی حسن ظنی نہ کرنا۔ اور ان کی کسی بات پر تحقیق کئے
بغیر اعتبار نہ کر لینا۔ کیا اس وقت تم نے ایسے لوگوں سے نقصان نہیں اُٹھایا۔ ضرور اُٹھایا ہے

پس اب ہوشیار ہو جاؤ۔ اور جہاں کوئی فتنہ دیکھو فوراً اس کا علاج کرو۔ توبہ اور استغفار پر بہت زور دینا۔ دیکھو اس وقت بھی کس طرح دھوکے دیئے جاتے ہیں۔ ہمارے مخالفین میں سے ایک سرکردہ کا خط میر حامد شاہ صاحب کے پاس موجود ہے۔ جس میں وہ انھیں لکھتے ہیں کہ نور دین اسلام کا خطرناک دشمن ہے۔ اور انجمن پر حکومت کرنا چاہتا ہے۔ شاہ صاحب تو چونکہ قادیان آنے جانے والے تھے۔ اس لئے ان پر اس خط کا کچھ اثر نہ ہوا۔ لیکن اگر کوئی اور ہوتا۔ جو قادیان نہ آیا کرتا۔ تو وہ ضرور حضرت مولوی صاحب رضی اللہ عنہ کے متعلق بدظنی کرتا۔ اور کہتا کہ قادیان میں واقعی اندھیر پڑا ہوا ہے۔ اسی طرح اور بہت سی باتیں ان لوگوں نے پھیلائی ہیں لیکن اس وقت تک خدا کے فضل سے انھیں کچھ کامیابی نہیں ہوئی۔ لیکن تم اس بات کے ذمہ وار ہو کہ شریر اور فتنہ انگیز لوگوں کو کرید کرید کر نکالو اور انکی شرارتوں کے روکنے کا انتظام کرو۔ مَیں نے تمہیں خدا تعالیٰ سے علم پاکر بتادیا ہے اور میں ہی وہ پہلا شخص ہوں جس نے اس طرح تمام صحیح واقعات کو یکجا جمع کر کے تمہارے سامنے رکھ دیا ہے جن سے معلوم ہو جائے کہ پہلے خلیفوں کی خلافتیں اس طرح تباہ ہوئی تھیں۔ پس تم میری نصیحتوں کو یاد رکھو۔ تم پر خدا کے بڑے فضل ہیں۔ اور تم اسکی برگزیدہ جماعت ہو اس لئے تمہارے لئے ضروری ہے کہ اپنے پیشرووں سے نصیحت پکڑو۔ خدا تعالےٰ قرآن شریف میں لوگوں پر افسوس کا اظہار کرتا ہے۔ کہ پہلی جماعتیں جو ہلاک ہوئی ہیں۔ تم ان سے کیوں سبق نہیں لیتے۔ تم بھی گزشتہ واقعات سے سبق لو مَیں نے جو واقعات بتائے ہیں۔ وہ بڑی زبردست اور معتبر تاریخوں کے واقعات ہیں۔ جو بڑی تلاش اور کوشش سے جمع کئے گئے ہیں۔ اور ان کا تلاش کرنا میرا فرض تھا۔ کیونکہ خدا تعالےٰ نے جبکہ مجھے خلافت کے منصب پر کھڑا کیا ہے تو مجھ پر واجب تھا کہ دیکھوں پہلے خلیفوں کے وقت کیا ہوا تھا۔ اس کے لئے مَیں نے نہایت کوشش کے ساتھ حالات کو جمع کیا ہے۔ اس سے پہلے کسی نے ان واقعات کو اس طرح ترتیب نہیں دیا۔ پس آپ لوگ ان باتوں کو سمجھ کر ہوشیار ہو جائیں۔ اور تیار رہیں۔ فتنے ہونگے۔ اور بڑے سخت ہونگے ان کو دُور کرنا تمہارا کام ہے۔ خدا تعالیٰ تمہاری مدد کرے۔ اور تمہارے ساتھ ہو۔

اور میری بھی مدد کرے۔ اور مجھ سے بعد آنے والے خلیفوں کی بھی کرے۔ اور خاص طور پر کرے۔ کیونکہ ان کے مشکلات مجھ سے بہت بڑھ کر اور بہت زیادہ ہونگے۔ دوست کم ہونگے۔ اور دشمن زیادہ۔ اس وقت حضرت مسیح موعود کے صحابہ بہت کم ہونگے۔ مجھے حضرت علی رضؓ کی یہ بات یاد کر کے بہت ہی درد پیدا ہوتا ہے۔ ان کو کسی نے کہا۔ کہ حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ کے عہد میں تو ایسے فتنے اور فساد نہ ہوتے تھے جیسے آپ کے وقت میں ہو رہے ہیں۔ آپ نے اسے جواب دیا۔ کہ **او کم بخت حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ کے ماتحت میرے جیسے شخص تھے۔ اور میرے ماتحت تیرے جیسے لوگ ہیں** غرض جُوں جُوں دن گزرتے جائینگے حضرت مسیح موعود کے صحبت یافتہ لوگ کم رہ جائینگے۔ اور آپ کے تیار کردہ انسان قلیل ہو جائینگے۔ پس قابلِ رحم حالت ہوگی اُس خلیفہ کی کہ جس کے ماتحت ایسے لوگ ہونگے۔ خدا تعالیٰ کا رحم اور فضل اس کے شامل ہو اور اس کی برکات اور اس کی نصرت اس کے لئے نازل ہوں جسے ایسے مخالف حالات میں اسلام کی خدمت کرنی پڑے گی ۔ اس وقت تو خدا تعالےٰ کا فضل ہے کہ حضرت مسیح موعود کے بہت سے صحابہ موجود ہیں۔ جن کے دل خشیت الٰہی اپنے اندر رکھتے ہیں۔ لیکن یہ ہمیشہ نہیں رہینگے۔ اور بعد میں آنے والے لوگ خلیفوں کے لئے مشکلات پیدا کرینگے۔ میں خدا تعالےٰ سے دُعا کرتا ہوں۔ کہ خدا آنے والے زمانہ میں اپنے فضل اور تائید سے ہماری جماعت کو کامیاب کرے۔ اور مجھے بھی ایسے فتنوں سے بچائے۔ اور مجھ سے بعد میں آنے والوں کو بھی بچائے۔ آمین ؛

نوٹ ۔ اس تقریر کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ نے دُعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے اور سب حاضرین نے بھی دُعا کی۔ حضور کی اس دردبھری تقریر سے سب کے قلوب پر ایک ایسا اثر ہُوا۔ کہ ہر ایک مومن کی آنکھیں اشکبار تھیں۔ اور اکثر تو چیخیں مار مار کر رو رہے تھے۔ دُعا بہت دیر تک کیگئی ؛

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ کی

چوتھی تقریر

جو حضور نے ۳۰ دسمبر ۱۹۱۵ء کو مسجد اقصیٰ میں بوقت ۷ بجے صبح فرمائی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کرشن۔ بدھ۔ مسیح۔ اور مہدی ہونے کا ثبوت

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کَانَ النَّاسُ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً فَبَعَثَ اللّٰہُ النَّبِیّٖنَ مُبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ وَ اَنْزَلَ مَعَھُمُ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ لِیَحْکُمَ بَیْنَ النَّاسِ فِیْمَا اخْتَلَفُوْا فِیْہِ وَمَا اخْتَلَفَ فِیْہِ اِلَّا الَّذِیْنَ اُوْتُوْہُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْھُمُ الْبَیِّنٰتُ بَغْیًۢا بَیْنَھُمْ فَھَدَی اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِیْہِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِہٖ وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝ (۲-۲۰۹)

تمام مذاہب ایک ہی مذہب کی شاخیں ہیں

اس میں کوئی شک نہیں ہوسکتا۔ کہ دُنیا میں اسوقت جسقدر مذاہب موجود ہیں۔ وہ تمام کے تمام درحقیقت کسی ایک ہی مذہب کی شاخیں ہیں اور ان کی جڑ ایک ہی ہے مثلاً مسلمانوں میں ہی دیکھ لو۔ کئی ایک فرقے ہیں۔ کوئی حنفی ہے۔ کوئی شافعی۔ کوئی حنبلی ہے۔ کوئی مالکی۔ کوئی شیعہ ہے کوئی سنی۔ کوئی ظاہری ہے کوئی باطنی۔ کوئی خارجی ہے۔ کوئی بہاولوی یہ مختلف فرقے ہیں۔ مگران تمام کی اصل درحقیقت ایک ہی ہے۔ اور یہ مختلف فقہا کے نکلنے کی وجہ سے پیدا ہو گئے ہیں۔ اسلام اصل میں ایک ہی تھا۔ اور اس کے اصول اور فروع بھی ایک ہی تھے۔ لیکن جب مختلف علماء نکلے۔ اور انھوں نے قرآن کریم کی آیات کے مختلف معنی کئے۔ تو کچھ لوگ ہر ایک کے ساتھ شامل ہو گئے۔ اس لئے کوئی مالکی بن گیا۔ کوئی شافعی۔ کوئی حنبلی بن گیا۔ کوئی حنفی۔ کوئی شیعہ بن گیا۔ اور کوئی سنی۔ پس جس طرح اسلام کے سب فرقوں میں یہ بات پائی جاتی ہے۔ اسی طرح تمام مذاہب میں بھی یہی بات ہے جس وقت بنی نوع انسان پیدا ہوئے تھے۔ اس وقت خدا تعالےٰ نے ایک ہی مذہب پر سب کو قائم کیا تھا۔ اور سب کا ایک ہی مذہب تھا۔ لیکن جب یہ لوگ اپنے مذہب میں سُست ہو گئے۔ اور دُنیا میں پڑکر خدا تعالےٰ کو بھول گئے تو خدا کی طرف سے ان میں ایک نبی مبعوث ہُوا۔ اس نے ان کو کہا کہ آؤ میں تمہیں خدا کی طرف لے جاؤں۔ اور تمہاری سُستی اور کاہلی کو دُور کرکے تمہیں پاک وصاف کردوں۔ اُس وقت کچھ لوگ تو ایسے نکلے جنھوں نے ضد۔ تکبر اور عزت کے گھمنڈ کی وجہ سے اسے قبول نہ کیا۔ اس لئے ان کی دو جماعتیں بن گئیں۔ ایک وہ جس نے دُنیا کے لحاظ سے سب سے پہلے آنے والے نبی کو قبول کیا۔ اور دوسری وہ جس نے قبول نہ کیا۔ اور اس طرح اس نبی کے ماننے والوں اور نہ ماننے والوں میں فرق ہو گیا۔ لیکن وہ لوگ جنھوں نے اس نبی کو مانا تھا۔ ان میں آہستہ آہستہ کمزوریاں۔ بدیاں اور بُرائیاں آنی شروع ہو گئیں۔ اور ان میں سے کچھ عرصہ کے بعد ایسے لوگ پیدا ہو گئے۔ جو دین میں بہت کمزور تھے۔ اس لئے کچھ مدت کے بعد ان کی حالت بدل گئی۔ اور وہ ویسے نہ رہے جیسے نبی کے زمانہ میں تھے۔ بلکہ دین سے بے بہرہ ہو گئے

اس لئے ایک اور نبی آیا۔ اور اس نے آکر سب کو اپنی طرف بلایا۔ لیکن اس کو پہلے نبی کے کچھ ماننے والوں نے اور کچھ نہ ماننے والوں نے قبول کیا۔ اس وقت **تین** مذاہب کے لوگ ہو گئے۔ ایک وہ جنھوں نے پہلے نبی کو نہ مانا تھا۔ اور دوسرے کو بھی نہ مانا۔ دوسرے وہ جنھوں نے پہلے نبی کو تو مان لیا تھا۔ مگر دوسرے کو نہ مانا تھا۔ اور تیسرے وہ جن میں کچھ ایسے شامل تھے۔ جنھوں نے پہلے نبی کو مانا تھا۔ اور کچھ ایسے جنھوں نے نہیں مانا تھا۔ مگر دوسرے نبی کو دونوں نے مان لیا تھا۔ کچھ عرصہ تو یہی تین مذہب رہے۔ مگر جب دوسرے نبی کے ماننے والے لوگوں میں بھی نقص پیدا ہو گئے۔ اور وہ خدا کے پیارے اور پسندیدہ نہ رہے۔ تو خدا تعالےٰ نے ایک تیسرا نبی بھیجا۔ جس کو پہلے تین مذاہب کے لوگوں میں سے کچھ کچھ نے قبول کیا۔ اب **چار** مذہب ہو گئے۔ ایک مدت تک تو اس چوتھے نبی کے تبع لوگ اس قابل رہے۔ کہ خدا تعالےٰ کے احکام کو بجا لاتے اور اس کی رضامندی کے حاصل کرنے والے کام کرتے۔ لیکن رفتہ رفتہ یہ بھی خدا کو بھول گئے۔ اور ان میں ایسے بھی لوگ پیدا ہو گئے۔ جنھوں نے نبی کے ذریعہ خدا تعالےٰ کے نشان نہ دیکھے تھے۔ اس لئے ان میں بدیاں اور نقص پیدا ہو گئے۔ جب خدا تعالےٰ نے ان کی یہ حالت دیکھی تو ایک اور نبی بھیجدیا۔ جس کے آنے پر ایک اور مذہب بن گیا۔ غرض اسی طرح نبی پر نبی آنا شروع ہوا۔ اور جماعت پر جماعت بنی شروع ہوئی۔ اور یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ آج ہزاروں ہزار مذاہب دنیا پر موجود ہیں۔ اور جو مٹ گئے ہیں۔ ان کا کچھ پوچھو ہی نہ۔ آج کل ایسی کتابیں بنی ہیں۔ جن میں یہ دکھایا گیا ہے۔ کہ آج تک کس قدر مذاہب ہوئے ہیں۔ اس وقت تک ایک ایسی ہی کتاب کی بائیس جلدیں چھپ چکی ہیں اس میں عام طور پر ایک صفحہ سے زیادہ ایک مذہب کے حالات کے لئے نہیں دیا جاتا۔ مگر پھر بھی بہت بڑی ضخیم کتاب بن گئی ہے +

ساری دُنیا کے لئے ایک مذہب

غرض اس قدر مذاہب درحقیقت مختلف انبیاء کے انکار کے نتیجہ میں پیدا ہو گئے ہیں۔ نبی پر نبی آئے۔ اور ہر نبی کے آنے پر ایک اور فرقہ پیدا ہو گیا۔ جس سے اختلاف بڑھتا گیا۔ اور

بہت ہی بڑھ گیا۔ حتیٰ کہ خدا تعالےٰ نے جب دیکھا۔ کہ انسان بے انتہا فرقوں میں متفرق ہو گئے ہیں۔ حق اور صداقت سے بہت دُور چلے گئے ہیں۔ ظلمت اور تاریکی میں بہت بڑھ گئے ہیں۔ فسق و فجور میں بہت ترقی کر گئے ہیں۔ عصیان اور طغیان میں حد سے گذر گئے ہیں۔ تو اس نے اس طرف توجہ کی۔ اور اس کی غیرت نے جوش مارا۔ اور اسکی ربوبیت نے چاہا۔ کہ جس طرح ابتدا میں دُنیا میں ایک مذہب تھا۔ اور اسی ایک پر ہی سب لوگ تھے۔ پھر بھی ایسا ہی ہو۔ اس کے لئے اس نے ایک ایسا نبی بھیجا۔ جو تمام دُنیا کے لئے تھا۔ اور جو سب کو ایک کرنے آیا تھا۔ اور وہ آنحضرت صلعم تھے۔ خدا تعالےٰ نے چاہا کہ جس طرح وہ آسمان پر ایک ہے۔ اسی طرح اس کے بندوں میں بھی ایک ہی رسول آئے جو تمام دُنیا کو اس کی طرف بلائے۔ چنانچہ ایک ایسا ہی نبی آیا۔ لیکن سنت اللہ کے مطابق ضروری تھا۔ کہ جس طرح اس سے پہلے آنے والے نبیوں کی مخالفت کی گئی۔ اسی طرح اس کی بھی کی جائے۔ اور مخالفت کا ہونا ضروری بھی ہے۔ کیونکہ جب تک مخالفت نہ ہو۔ صداقت اور حقانیت اچھی طرح نہیں کھلتی۔ پس ضروری تھا۔ کہ اس نبی کی مخالفت بھی ہو۔ چنانچہ ہوئی اور بڑے زور سے ہوئی۔ اس لئے ایک اور مذہب قائم ہو گیا۔ لیکن اس نبی کے مبعوث کرنے سے جو خدا تعالےٰ کا یہ منشا تھا کہ تمام دُنیا پر ایک مذہب ہو۔ وہ زائل نہ ہُوا خدا تعالےٰ نے اس کے لئے یہ تجویز کی۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اس کی ابتدا کی۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اس کی انتہا رکھی۔ چنانچہ خدا تعالےٰ نے فرما دیا۔ کہ هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۔ خدا وہ ہے جس نے اپنا ایک رسول ہدایت کے ساتھ بھیجا ہے۔ اور اس لئے بھیجا ہے۔ تا کہ تم سب ایک امت بنجاؤ۔ اور ایسا ہی ضرور ہو کر رہے گا۔ خواہ مشرک لوگ اس کو ناپسند ہی کرتے ہوں۔ تمام علم حقیقی رکھنے والے اس بات پر متفق ہیں کہ یہ آیت مسیح موعود کے متعلق ہے۔ تو خدا تعالےٰ نے اپنی اس تجویز کو آنحضرت صلعم کے وقت میں پورا نہ کیا۔ بلکہ آپ کے خادموں میں سے ایک کو رسول بنا کر کھڑا کر دیا۔ اور اس کے ہاتھ سے اس غرض کو پورا کرایا۔ اس میں شک نہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالےٰ نے تمام

دُنیا کے لئے بھیجا۔ اور چاہا کہ تمام دُنیا کو آپ کے ذریعہ اکٹھا کرے۔ مگر ابنی بہت سی مصلحتوں اور حکمتوں کی بنا پر یہ کیا۔ کہ اس ارادہ کو حضرت مسیح موعودؑ کے وقت پُورا کرے۔ ان حکمتوں کو میں انشاء اللہ آگے چلکر بیان کروں گا۔

خدا تعالیٰ کے تمام کام تدبیر سے ہوتے ہیں

خدا تعالےٰ نے تمام دُنیا کو ایک مذہب پر قائم کرنے کے لئے ایک تدبیر فرمائی۔ اور خدا تعالیٰ کی یہی سنت ہے کہ اس کے تمام کام تدبیر سے ہی ہوتے ہیں۔ وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ آسمان سے فرشتے آئیں۔ اور ہمارے لئے سب کچھ بیان کریں۔ وہ غلط کہتے ہیں۔ خدا تعالیٰ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے ولقد خلقنا السّمٰوٰت والارض وما بینھما فی ستّۃ ایّام وما مسّنا من لغوب فاصبر علیٰ ما یقولون وسبح بحمد ربّک قبل طلوع الشّمس وقبل الغروب۔ (۵۰-۳۷-۳۸) کہ باوجود اس طاقت اور قدرت کے کہ میں کُن سے سب کچھ پیدا کر سکتا ہوں۔ پھر بھی میں نے زمین و آسمان اور جو کچھ ان کے اندر ہے چھ ہی دن میں بنایا ہے۔ ہم سارے کام تو کُن سے بھی کر سکتے ہیں۔ لیکن ہماری حکمت اور مصلحت چاہتی ہے کہ ہم آہستگی سے کریں۔ اور ہم اس طرح کام کرنے سے تھکتے نہیں اور نہ ہی گھبراتے ہیں۔ پس جبکہ ہم باوجود سب طرح کی طاقت رکھنے کے آہستگی سے کام کرنے سے نہیں گھبراتے۔ تو تُو جو انسان ہے۔ اس خیال سے کیوں گھبراتا ہے کہ اس قدر دیر سے کیوں اسلام کی ترقی ہو رہی ہے۔ تجھے تو چاہیئے کہ تیرے مخالفین جو کچھ بھی کہیں۔ اس سے ذرا نہ گھبرائے۔ اور خدا کے حضور گر گر کر صبح اور شام اس کی تسبیح کرے۔ وہ خود تیرے سب کاموں کو کر دے گا۔ اور تیرے دشمنوں کو تباہ کر دے گا۔

غرض خدا تعالےٰ کے ہر ایک کام میں آہستگی اور ترتیب ہوتی ہے۔ اور خدا تعالےٰ نے ہر ایک کام کے لئے ایک تدبیر کی ہوئی ہے۔ دیکھو دُنیا کی ہدایت کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے نبی آتے ہیں۔ جو دوسرے انسانوں کی طرح ایک انسان ہی ہوتے ہیں لیکن ان کے منوانے کے لئے کبھی یہ نہیں ہوا۔ کہ آسمان سے فرشتے اُترے ہوں۔ اور آ کر کہا ہو کہ ان

نبیوں کو مان لو اور کبھی یہ نہیں ہوُا۔ کہ انبیاء کے منکروں پر آسمان سے گولے برسے ہوں۔ بلکہ قحط پڑتے ہیں۔ زلازل آتے ہیں۔ سیلاب آتے ہیں۔ اور بھی بہت سی بلائیں نازل ہوتی ہیں۔ لیکن نادان یہی کہتے ہیں۔ کہ یہ کوئی نشان نہیں ہیں۔ یہ تو پہلے بھی ہوُا کرتے تھے۔ تو خدا تعالیٰ ہر ایک کام کے لئے تدبیر فرماتا ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کامیابی کے لئے تدبیر کی تھی۔ اس کام کے لئے بھی خدا تعالیٰ نے تدبیر کی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی خدا نے یہود کو سزا دینے کے لئے ایک تدبیر فرمائی تھی جو یہ تھی۔ کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے۔ تو آپ نے کفار سے معاہدہ کیا۔ آپس میں ایک دوسرے کے خلاف کوئی فساد نہ کیا جائے اور مدینہ کی حفاظت میں ملکر کام کریں لیکن باوجود اس معاہدہ کے وہ شرارتوں سے باز نہ آتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو معاف کر دیا کرتے۔ لیکن جب حالت بہت خطرناک ہوگئی۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر پتھر گرا کر قتل کرنے کا منصوبہ انھوں نے کیا۔ اور جنگ احزاب کے وقت جبکہ مسلمانوں کی حالت سخت نازک ہو رہی تھی برخلاف معاہدہ کے کفار سے ملکر مسلمانوں کو ہلاک کرنا چاہا۔ تو انکے خلاف جنگ کرنے کا حکم ہوُا۔ لیکن جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق تھا۔ آپ غالباً اس جنگ کے بعد بھی ان لوگوں سے نرمی کرتے۔ لیکن خدا تعالیٰ چاہتا تھا۔ کہ انھیں سزا ہو۔ اس لئے اس نے ایک تدبیر فرمائی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب ان یہود کو کہا۔ کہ آؤ۔ میں تمہاری شرارت کے متعلق فیصلہ کروں۔ تو انھوں نے کہدیا کہ ہم تمہارا فیصلہ نہیں مانتے۔ آپ نے فرمایا اچھا بتاؤ۔ تم اس معاملہ میں کس کو منصف مقرر کرتے ہو۔ انھوں نے ایک آدمی کا نام لیا۔ لیکن جس کا انھوں نے نام لیا تھا۔ اسی نے ان کے متعلق یہ فیصلہ کیا۔ کہ ان کے سب قابل جنگ مردوں کو قتل کر دیا جائے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فیصلہ کرتے تو آپ ضرور نرمی فرماتے جیسا کہ اس قبیلہ کے دو بھائی قبیلوں سے نرم برتاؤ کر چکے تھے۔ لیکن خدا تعالیٰ چونکہ چاہتا تھا کہ انھیں ان کے اعمال کی سزا ملے۔ اس لئے اس نے یہ تدبیر کر دی۔ کہ انھیں کی زبانی ایک شخص مقرر کروا کر انھیں سزا دلوا دی۔ تو اس مقصد کے لئے بھی کہ تمام دنیا ایک مذہب پر ہو جائے۔ خدا تعالیٰ نے اسی طرح ایک تدبیر فرمائی ہے ؀

تمام دُنیا کو ایک مذاہب پر لانے کی تدبیر

دُنیا میں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ جب آپس میں لوگوں کے جھگڑے اور فساد ہوتے ہیں۔ تو عام طور پر فیصلہ کا طریق یہ مقرر کیا کرتے ہیں کہ کچھ پنچ مقرر کر دیئے جاتے ہیں۔ یا اس طرح کہ ہر ایک فریق اپنی اپنی طرف سے ایک شخص کو مقرر کر دیتا ہے اور کہہ دیتا ہے کہ یہ جو کچھ فیصلہ کرے۔ وہ مجھے منظور ہے اور کبھی اس طرح ہوتا ہے کہ ایک ہی آدمی کو فیصلہ کے لئے تمام فریق منتخب کر لیتے ہیں دُنیا کی تمام حکومتیں بھی اپنے بڑے بڑے امور کی نسبت اسی طرح فیصلے کیا کرتی ہیں کہ اپنی اپنی طرف سے نمایندے مقرر کر دیتی ہیں۔ اور ان کا ساختہ پرداختہ منظور کر لیتی ہیں خدا تعالےٰ نے بھی چاہا۔ کہ مختلف مذاہب کا فیصلہ بھی اسی طرح ہو۔ اس لئے اس نے ایسی تدبیر کی۔ کہ تمام مذاہب میں سے پنچ مقرر کر دیئے۔ چونکہ اس کا ارادہ تھا۔ کہ ایک دین کو سب دینوں پر غالب کرے۔ اور ایک ہی دین پر سب کو جمع کرے۔ اس لئے اس نے یہ تدبیر کی کہ حضرت کرشنؑ کے پیروؤں کو کہدیا کہ جب دنیا میں لڑائی فساد بہت پھیل جائے گا فسق و فجور بہت بڑھ جائے گا۔ اور لوگ خدا کو بھلا دینگے تو اس وقت کرشنؑ دوبارہ آئے گا۔ اور سب بدیوں کو آکر دُور کرے گا۔ اسی طرح خدا تعالےٰ نے بدھ مذہب کے پیروؤں کو کہدیا کہ جب فتنہ و فساد بڑھ جائے گا۔ اور دُنیا خدا سے غافل ہو جائے گی۔ تو اسوقت بدھ دوبارہ آئے گا۔ اور آکر لڑائی جھگڑوں کا فیصلہ کرے گا۔ اسی طرح مسیحی مذہب والوں کو ان کے مسیح نے کہا۔ کہ اب میں جاتا ہوں لیکن اس وقت دوبارہ آؤں گا۔ جب کہ قومیں ایک دوسری پر چڑھیں گی۔ اور دُنیا میں فساد پھیل جائے گا۔ تب میں آکر صلح کراؤں گا اسی طرح خُدا نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مُنہ سے یہ کہلایا۔ کہ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ۔ یہ رسول آخری زمانہ میں بھی آئے گا۔ اور اُس وقت کے لوگوں کو پہلوں کی طرح بنادے گا۔ غرض تمام مذاہب کے بانیوں کی طرف سے یہ کہلا دیا گیا تھا کہ ہم دوبارہ آئینگے۔ اس لئے ان کے پیرؤں نے ان کے دوبارہ آنے کی توقع رکھی حضرت کرشنؑ کے پیرو اس بات کے منتظر تھے کہ کرشنؑ آئے گا۔ حضرت بدھ کے پیرو اس بات کے منتظر تھے۔ کہ بدھ آئے گا۔ حضرت مسیح کے پیرو اس بات کے منتظر تھے

کہ مسیح آئے گا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پیرو اس بات کے لئے چشم براہ تھے۔ کہ محمد مہدی آئے گا۔ اور سب سے یہ آپس کے اختلاف اور لڑائی جھگڑوں کے بند کرتے اور ایک مذہب پر قائم کرنے کے لئے کہلایا جا رہا تھا۔ ہندو۔ مسلمان۔ عیسائی اور یہودی سب آپس میں جھگڑتے تھے۔ اور ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ دوسرے کو برباد کر دے۔ لیکن خدا تعالےٰ نے اس لڑائی جھگڑے کو دُور کرنے کے لئے یہ تدبیر کی۔ کہ ہر ایک قوم سے ایک ایک پنچ مقرر کرادیا۔ اور ہر ایک کو فرما دیا کہ تمہارا نبی دوبارہ دنیا میں آئے گا۔ مولانا روم اپنی مثنوی میں ایک قصہ لکھتے ہیں کہ چار آدمی کہیں جا رہے تھے۔ ایک امیر نے انھیں کچھ پیسے دیئے۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ ہم انگور لے کر کھائینگے۔ دوسرے نے کہا انگور نہیں عنب لینگے۔ تیسرے نے کہا نہیں عنب بھی نہیں۔ داکھ لینگے۔ چوتھے نے بھی ان تینوں کے خلاف اپنی زبان میں انگور کا نام لیکر کہا۔ کہ نہیں فلاں چیز لینگے۔ اس طرح وہ چاروں ایک دوسرے کی بات نہ مانتے اور خوب آپس میں لڑے۔ ایک شخص پاس سے گذر رہا تھا۔ اس نے کہا کیا بات ہے مجھے بتاؤ میں فیصلہ کرتا ہوں۔ ان میں سے ہر ایک نے اپنی اپنی بات بتائی۔ اس نے کہا۔ لاؤ میں سب کو مطلوبہ شے لا دیتا ہوں وہ پیسے لے کر انگور خرید لایا۔ اور ان کے سامنے رکھ دیئے وہ سارے ان کو دیکھ کر خوش ہو گئے۔ اور کھانے لگ گئے۔ اسی طرح خدا تعالےٰ نے جو حضرت کرشن حضرت بُدھ حضرت مسیح اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ان کے دوبارہ آنے کے متعلق پیشگوئی کرائی تھی وہ بھی جب پوری ہوئی تو ایک ہی آدمی کے حق میں نکلی وہ کرشن بھی تھا۔ وہ بدھ بھی تھا۔ وہ مسیح بھی تھا۔ اور وہ محمدؐ بھی تھا۔ خدا تعالےٰ نے ہر ایک قوم کیطرف سے ایک ایک پنچ مقرر کیا تھا۔ جس کے فیصلہ کے حق ہونے پر وہ یقین رکھتے تھے اور اسے قبول کرنے کے لئے تیار تھے۔ چنانچہ جب ہندوؤں نے کہا کہ کرشن ہمارا سردار ہے۔ جو کچھ وہ کہے۔ ہم اس کے ماننے کے لئے دل و جان سے تیار ہیں۔ تو خدا تعالےٰ نے کہا۔ کہ اسی کو دوبارہ بھیجا جائے گا۔ اسی طرح بدھوں نے کہا کہ بُدھ ہمارا آقا ہے۔ جو کچھ وہ کہے۔ اس کے ماننے سے ہمیں ذرا بھی انکار نہیں ہو سکتا۔ تو خدا نے کہا کہ اسی کو دوبارہ بھیجا جائے گا۔ اسی طرح جب عیسائیوں نے کہا۔ کہ حضرت مسیح کی ہر ایک بات ہم دل و جان سے مانتے ہیں۔ تو خدا نے کہا کہ

اسی کو بھیجا جائے گا۔ اور اسی طرح جب مسلمانوں نے کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے ہادی اور رہنما ہیں۔ ان کے مُنہ سے نکلی ہوئی ہر ایک بات کا ماننا ہم پر فرض ہے۔ تو خدا تعالیٰ نے کہا کہ انہی کو ہم دوبارہ مبعوث فرماویں گے۔ یُوں خدا تعالےٰ نے ان قوموں سے ان پنچوں کو قبول کروالیا۔ تاکہ جب یہ آئیں۔ توان کے فیصلہ کو ماننے میں انہیں کوئی تردد نہ ہو۔ اور سب ایک دین پر قائم ہو جائیں۔ چنانچہ یہ چاروں پنچ آئے۔ مگر چاروں الگ الگ ہو کر نہیں بلکہ ایک ہی بنکر۔ اب ہندوؤں پر یہ حجت پوری ہوئی۔ کہ تمہارے لئے حضرت کرشن کا فیصلہ ماننا ضروری ہے۔ پس جبکہ کرشن آگیا ہے تو اس کے فیصلہ کو مان لو۔ بدھوں پر یہ حجت ہوئی کہ ان کا قائم مقام حضرت بدھ آگیا۔ مسیحیوں پر یہ حجت ہوئی۔ کہ ان کا قرار دادہ مسیح آگیا۔ اور مسلمانوں پر یہ حجت ہوئی کہ ان کا منتخب کردہ پنچ محمد صلے اللہ علیہ وسلم آگیا۔ خدا تعالیٰ نے توسب مذاہب کو ایک بنانے کے لئے یہ تدبیر کی تھی۔ لیکن غلطی اور ناسمجھی سے ہندوؤں نے سمجھا۔ کہ کرشن آکر ہمارے ہی مذہب کو پھیلائینگے اور باقی کو نیست و نابود کر دینگے۔ یہی بات بدھوں۔ عیسائیوں اور مسلمانوں نے بھی اپنے اپنے آنے والے نبیوں کے متعلق خیال کرلی۔ انھوں نے تو صلح کرانے کے لئے اور لڑائی جھگڑوں کو دُور کرنے کے لئے آنا تھا لیکن سمجھا یہ گیا کہ وہ آکر کشت وخون کا بازار گرم کرینگے۔ یہ ایک ایسی غلط فہمی ہر ایک مذہب والوں کے دلوں میں بیٹھ گئی۔ کہ جس کا اس وقت تک دُور ہونا مشکل تھا۔ جب تک کہ وہ انسان نہ آتا۔ جس کے وہ منتظر بیٹھے تھے۔ چنانچہ وہ آیا۔ اور اس نے آکر ثابت کردیا۔ کہ جو جو خیالات تمہارے دلوں میں ہیں وہ غلط اور بیہودہ ہیں۔ میں ہی وہ ہوں۔ جو تمہارے سب کے لئے آنے والا تھا۔ تاکہ تم کو ایک کروں۔ اور ایک مذہب پر قائم کرکے خدا تعالےٰ کے ایک ہی دین کو تمام دینوں پر غالب کروں۔ چنانچہ اس نے یہ سب کچھ اس زمانہ میں کرکے دکھا دیا۔ اگر دیکھا جائے۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ یہی ایسا زمانہ ہے۔ جس میں یہ مقصد پورا ہو سکتا ہے اور اسی زمانہ میں کسی ایسے انسان کو آنا چاہیئے تھا۔ جو ایک دین پر سب کو قائم کرتا۔ اور پھر وہ سب علامتیں بھی اس زمانہ میں پوری ہو رہی ہیں۔ جو حضرت کرشن حضرت بدھ۔ حضرت مسیح اور مہدی کی آمد پر پوری ہونی تھیں۔ پس جب کہ زمانہ کے حالات اور واقعات پکار پکار کر

بتا رہے ہیں۔ کہ ہر ایک مذہب کے آنے والے کا یہی وقت ہے۔ اور پھر جبکہ جو علامتیں مقرر کی گئی تھیں وہ بھی پوری ہو گئی ہیں۔ تو آنے والوں کو بھی آ جانا چاہیئے۔ لیکن ان سب کی طرف سے ایک ہی مدعی کھڑا ہوا ہے۔ جس نے کہا ہے کہ میں کرشن ہوں۔ میں بدھ ہوں۔ میں مسیح ہوں۔ اور میں مہدی ہوں۔ پس وہی ان تمام جھگڑوں کا فیصلہ کرنے والا ٹھہرا۔ اور اگر پہلے نبیوں کو سچا سمجھا جائے تو اسے قبول کرنے کے سوا کوئی اور چارہ بھی نہیں ؀

اب اگر کوئی کہے۔ کہ اس ایک کے آنے سے تو ایک فرقہ دُنیا میں زائد ہو گیا۔ اور بجائے پہلے مذاہب کے ایک مذہب ہو جانے کے ان میں ایک اور کا اضافہ ہو گیا۔ تو اس کا یہ جواب ہے کہ گو ابتدا میں ایسا ہی خیال کیا جا سکتا ہے۔ لیکن خدا تعالےٰ کا وعدہ ہے کہ میں اس دین کو تمام دینوں پر غالب کروں گا۔ اس لئے ضرور ایک نہ ایک دن ایسا ہو کر رہے گا جس طرح ابتدا میں ایک چھوٹا سا بادل اُٹھتا ہے۔ اور پھر پھیل کر تمام آسمان کو ڈھانپ لیتا ہے اسی طرح اس آنے والے کا حال ہے۔ **گو یہ اس وقت ایک چھوٹے سے ابر کی مانند ہے۔ لیکن وہ دن قریب ہے۔ جبکہ یہی تمام عالم پر پھیل جائے گا۔** کیونکہ جب ہندوؤں کے سامنے یہ پیش کیا جائے گا۔ کہ جس کرشن کے تم منتظر بیٹھے ہو۔ اور جس کی آمد کی علامات پوری ہو چکی ہیں وہ آگیا ہے۔ تو ان میں سے جو لوگ صداقت پسند ہونگے وہ مان لینگے۔ اور کہینگے کہ واقعہ میں ہمارا مذہب سچا ہے۔ کیونکہ جس انسان کے آنے کی ہمیں خبر دی گئی تھی۔ وہ آگیا ہے۔ اِسی طرح جب بُدھ مذہب والوں کو کہا جائے گا کہ تمہارا بُدھ آگیا ہے۔ اور اس کے آنے کی علامات پوری ہو چکی ہیں۔ تو ان میں سے جو سمجھدار ہونگے وہ بڑی خوشی سے قبول کر لینگے۔ اسی طرح جب عیسائیوں اور یہودیوں کو کہا جائیگا کہ جس مسیح کی آمد کے انتظار میں تم بیٹھے ہو۔ وہ دوبارہ آگیا ہے۔ تو ان میں سے عقلمند انسان بڑے جوش سے اس کا خیر مقدم کرینگے۔ اور اس طرح وہ مسلمان جو اب تک اس انسان کے ماننے والوں میں شامل نہیں ہوئے۔ جب آپ کو آنے والا مسیح اور مہدی پائینگے تو بڑی خوشی سے قبول کر لینگے۔ اس طرح کام بھی ہو جائیگا اور سارے مذاہب والے خوش بھی ہو جائینگے۔ کیونکہ ہر ایک یہی سمجھے گا۔ کہ ہمارا ہی مذہب سچا ہے اور ہمارے ہی مذہب کا غلبہ دوسروں پر ہوا ہے۔ جس طرح وہ انگور کھانیوالے

سارے کے سارے خوش ہو گئے تھے۔ اسی طرح یہ لوگ بھی جب اپنے اپنے مقصود کو پا لینگے تو خوش ہو جائینگے۔ اور وہ کام یعنی یہ کہ تمام کو ایک مذہب پر قائم کرنا بھی ہو جائے گا۔

خدا تعالےٰ نے فیصلہ کر دیا ہے۔ کہ اب دُنیا پر اس کا ایک ہی مذہب ہو۔ پس جُوں جُوں قوموں کو معلوم ہوگا۔ اور وہ غور کرینگی۔ اس آنے والے کو جو سب کا قائم مقام ہو کر آیا ہے۔ مان لینگی۔ کیونکہ یہ کوئی دوسرا نہیں بلکہ ان کا اپنا ہی ہے۔ کسی دوسرے کو ماننے سے عار آیا کرتی ہے۔ لیکن جب ہندوؤں کو کرشن۔ بدھوں کو بدھ۔ مسیحیوں کو مسیح۔ اور مُسلمانوں کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کہینگے کہ ہمیں مان لو۔ تو پھر کسی کو ان کے ماننے میں کوئی عذر نہ ہوگا۔ اور عذر ہو ہی کیا سکتا ہے۔ جبکہ وہ اپنے مانے ہوئے نبی کو ہی دوبارہ مانینگے۔ اور جب یہ قومیں مان لینگی۔ تو اور سب انہی میں آجائینگی کیونکہ باقی سب مذاہب انہی مذاہب کی شاخیں ہیں۔

مَیں نے ان چار مذاہب کے نام اس لئے لئے ہیں۔ کہ یہ بڑے بڑے مذہب ہیں اور ان کے ماننے والی بڑی بڑی جماعتیں ہیں ورنہ ہر ایک مذہب میں کسی نہ کسی نبی کے آنے کی پیشگوئی موجود ہے۔ غرض خدا تعالےٰ نے تمام دُنیا پر ایک ہی مذہب قائم کرنے کی یہ تدبیر کی۔ لیکن خدا کی یہ سنّت نہیں ہے کہ مذاہب کو بالکل مٹا کر اور نیست و نابود کر کے ایک ہی مذہب کو رہنے دے۔ اسی سنّت کے مطابق اب بھی دیگر مذاہب کچھ کچھ رہیں گے۔ لیکن بہت ہی قلیل تعداد میں ان کے پیرو ہونگے۔ جو گویا نہ ہونے کے ہی برابر ہونگے۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

اس جگہ میں ایک اعتراض کا جو عام طور پر احمدیوں پر کیا جاتا ہے اور جو میری پہلی تقریر پر بھی پڑ سکتا ہے ازالہ کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ مانا کہ تمام مذاہب کے جمع کرنے کے لئے یہ ایک عمدہ تدبیر ہے کہ سب مذاہب کے نبیوں کی دوبارہ آمد کی خبر دی جائے اور پھر ان سب کو ایک شخص کے وجود میں ظاہر کیا جائے

لیکن یہ ہو کیونکر سکتا ہے کہ ایک ہی شخص کرشن بھی ہو مسیح بھی ہو۔ محمد صلعم بھی ہو اور اسی طرح اور نبیوں کا بھی مظہر ہو +

اس کے جواب میں۔ میں کہتا ہوں کہ چار ناموں والے ایک شخص کا ہونا کچھ بھی مشکل نہیں میں نے جلسہ کے موقعہ پر اپنی ایک تقریر میں بتایا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرے کئی نام ہیں۔ میرا نام محمدؐ ہے کیونکہ میں سب انسانوں سے بڑھ کر خدا تعالےٰ کے حضور تعریف کیا گیا ہوں۔ میں احمد ہوں کہ مجھ سے بڑھ کر خدا کی تعریف کرنے والا کوئی نہیں۔ میں حاشر ہوں۔ کہ دنیا کو اس کی روحانی موت کے بعد پھر زندہ کروں گا میں ماحی ہوں۔ کہ دنیا کے کفر اور ضلالت کو مٹانے والا ہوں۔ میں عاقب ہوں۔ کہ میرے بعد کوئی نئی شریعت لانے والا نبی نہیں ہو سکتا۔ پس اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پانچ نام ہو سکتے ہیں۔ تو حضرت مسیح موعود کے چار نام کیوں نہیں ہو سکتے۔ اس میں تعجب کی کونسی بات ہے۔ اور خدا تعالےٰ کے ننانوے نام کہے جاتے ہیں۔ ہمارے نزدیک تو خدا تعالےٰ کے ہزارہا نام ہیں۔ لیکن اگر ننانوے ہی تسلیم کئے جائیں۔ تب بھی بات صاف ہے اگر ایک ہستی کے ننانوے نام ہو سکتے ہیں تو چار نام ایک جگہ کیوں جمع نہیں ہو سکتے۔ اور یہ تو صفاتی ناموں کا حال ہے۔ ہم تو دیکھتے ہیں کہ اسم ذات بھی بعض دفعہ ایک سے زیادہ ہوتے ہیں۔ مثلاً ہمارا ہی چھوٹا بھائی تھا۔ جس کا مبارک احمد بھی نام تھا۔ اور دوست احمد بھی۔ کئی لڑکوں کے نام ننھال والے اور رکھتے ہیں۔ اور ددیال والے اور۔ بعض کا تاریخی نام کچھ اور ہوتا ہے۔ اور عام مشہور نام کوئی اور۔ پس جب عام طور پر متعدد نام ہوتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ ایک شخص کے نام کرشن۔ بدھ۔ مسیح۔ مہدی۔ احمد۔ اور غلام احمد نہ ہوں۔ جب دنیا میں اور کئی شخصوں کے کئی کئی نام ہوتے ہیں۔ اور اس کی ہزاروں مثالیں موجود ہیں۔ تو یہ بھی تعجب کی کوئی بات نہیں کہ ایک ہی شخص پہلے کئی اشخاص کے نام پالے۔ ہاں یہ تعجب کی بات ہے کہ پہلے ہی اصل شخص پھر آجائیں۔ لیکن ہمارا یہ مذہب ہرگز نہیں۔ کہ حضرۃ مسیح موعودؑ وہی مسیح ہیں جو بنی اسرائیل کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ یا وہی بدھ ہیں جو بدھ مذہب کا بانی تھا۔ یا وہی کرشن ہیں جو ہندوؤں میں بھیجا گیا تھا۔ یا وہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ہیں۔ جو تیرہ سو سال ہوئے عرب میں مبعوث ہوئے تھے۔ بلکہ ہم تو کہتے ہیں کہ خدا تعالےٰ نے ان سب کے نام ایک شخص کو دیدیئے ہیں۔ اور ایک شخص کے بہت سے نام رکھنا ہرگز قابلِ تعجب نہیں۔ قابلِ تعجب یا تو یہ بات ہوسکتی تھی کہ پہلے ہی آدمی اپنے اپنے جسم عنصری کے ساتھ واپس تشریف لاتے۔ یا یہ کہ تناسخ کے مسئلہ کے ماتحت ان کی ارواح دُنیا میں آتیں اور انکی روحیں ایک ہی جسم میں داخل ہوجاتیں لیکن ہم تناسخ کے قائل نہیں اور نہ اس بات کے قائل ہیں کہ ان پہلے انبیاء کی ارواح ایک شخص میں آکر داخل ہوگئی ہیں ہم یہ نہیں کہتے۔ کہ چونکہ پہلے مسیح کی رُوح حضرت مسیح موعود کے جسم میں آگئی ہے۔ اس لئے وہ مسیح کہلاتے ہیں۔ یا کرشن کی رُوح ان کے جسم میں آگئی ہے۔ اس لئے وہ کرشن کہلاتے ہیں۔ یا بُدھ کی رُوح آپ میں حلول کرگئی ہے اس لئے آپ بُدھ کہلاتے ہیں۔ یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوح مبارک نے آپ کے جسم کو اپنا مسکن بنایا ہے۔ اس لئے آپ محمد کہلاتے ہیں۔ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ ایک شخص کئی آدمیوں کے اخلاق اور کمالات حاصل کرکے ان کے نام پاگیا ہے۔ اسلام اس عقیدہ کو جائز نہیں رکھتا۔ کہ کوئی رُوح تناسخ کے چکّر میں واپس دُنیا میں آئے لیکن بروز کو جائز کہتا ہے کیونکہ تناسخ علیحدہ بات ہے۔ تناسخ تو اس کو کہتے ہیں کہ ایک شخص جو وفات پا چکا ہو۔ اسکی رُوح کو خدا تعالےٰ جنّت سے نکالے اور کسی اور جسم میں ڈال دے۔ جیسا کہ ہندو کہتے ہیں کہ جو انسان مرجائے۔ اس کی رُوح مختلف جانوروں کی شکل اختیار کرتی رہتی ہے۔ کبھی مکھی بنتی ہے۔ کبھی کتا۔ کبھی بلی۔ کبھی سؤر۔ کبھی انسان وغیرہ وغیرہ۔ لیکن یہ ایک لغو بات ہے پس ہمارا یہ کہنا کہ حضرت کرشن۔ بُدھ۔ مسیح۔ اور آنحضرت صلعم آئے۔ اس سے یہ مُراد نہیں کہ وُہی آگئے ہیں۔ جو پہلے وفات پا چکے ہیں۔ بلکہ یہ کہ ایک شخص نے ان کے کمالات حاصل کرنے کے باعث ان کے نام پالئے ہیں۔

پس اگر کوئی شخص ہم پر یہ اعتراض کرے کہ ایک جسم میں اتنے آدمیوں کی ارواح کیونکر آگئیں تو یہ اس کی غلطی ہے کیونکہ ہم تو تناسخ کے قائل ہی نہیں۔ پھر ہم کیونکر یہ عقیدہ رکھ سکتے ہیں کہ ایک شخص میں متعدد آدمیوں کی ارواح حلول کرگئی ہیں۔ پس ہم پر ایسا اعتراض کرنیوالا صرف ہمارے عقائد سے ناواقف ہونے کے باعث ایسا اعتراض کرتا ہے۔ پس جبکہ ہم تناسخ

کے رو سے کسی کا دوبارہ آنا نہیں مانتے۔ اور یہ بھی نہیں مانتے۔ کہ کوئی مر کر دوبارہ اس دُنیا میں آسکتا ہے۔ کیونکہ قرآن شریف اس بات کو بڑے زور سے رد کرتا ہے۔ تو پھر ہمارے اس عقیدہ پر کہ ایک شخص نے کئی نبیوں کے نام حاصل کر لئے ہیں کیا اعتراض پڑ سکتا ہے ایک متعصب مسلمان جو یہ نہیں مانتا۔ کہ بدھوں اور ہندوؤں کے مذہب میں بھی کوئی سچائی ہے وہ اس بات سے تو انکار کر سکتا ہے کہ کوئی کرشن اور کوئی بدھ مبعوث ہو کر نہیں آئے گا۔ لیکن اس بات کا مُنکر نہیں ہو سکتا کہ ایک مہدی آخری زمانہ کی اصلاح کے لئے آنے والا ہے۔ لیکن ایک صداقت پسند انسان کرشن اور بُدھ کے آنے سے بھی انکار نہیں کر سکتا۔ کیونکہ ان کے متعلق جو پیشگوئیاں تھیں اور ان کے آنے کی جو علامتیں مقرر کی گئی تھیں۔ وہ پوری ہو رہی ہیں۔ تو پھر کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ یہ نبی نہیں آئینگے۔ اگر ان تمام علامات کے ظاہر ہونے پر بھی کوئی شخص ان نبیوں کے دوبارہ آنے کا مُنکر ہی ہو تو اس کی مثال بالکل اس شخص کی ہوگی۔ جو ایک جنگ میں شامل ہو کر زخمی ہو گیا تھا۔ چونکہ بُزدل اور بیوقوف آدمی تھا اس لئے تیر لگتے ہی بھاگ گیا۔ بھاگتے ہوئے اپنے زخم سے خون بھی پونچھتا جاتا تھا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہتا جاتا تھا کہ یا اللہ مجھے تیر لگنے والی بات جھوٹ ہی ہو +

پس جب پیشگوئیاں پوری ہو گئی ہیں تو کیسا نادان ہے وہ شخص جو یہ کہے کہ ہندوؤں میں کرشن یا بدھوں میں بُدھ کے آنے والی خبر جھوٹ ہے۔ وہ شخص بعینہٖ اسی قسم کا ہے۔ جو خون بھی پونچھتا جائے۔ اور کہے کہ الٰہی جھوٹ ہی ہو۔ یہ پیشگوئیاں ضرور سچی ہیں اور نبیوں کا کلام ہیں۔ کیونکہ خدا تعالےٰ کی طرف سے جو کلام ہوتا ہے وہ سچا ہوتا ہے۔ اور جو شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔ وہ جھوٹا ہوتا ہے۔ پس جبکہ ہم ان پیشگوئیوں کو بھی جھوٹا نہیں کہہ سکتے۔ اور تناسخ کے بھی قائل نہیں ہیں۔ تو اب ایک ہی طریق ہے اور وہ یہ کہ چونکہ کہا گیا ہے کرشن آئے گا۔ اور وہ تناسخ کے رُو سے آ نہیں سکتا۔ مگر اس کی علامتیں پوری ہو گئی ہیں۔ اس لئے ہم یہ مان لیں کہ کوئی شخص اس کی خو بو پر آئے گا۔ پھر کہا گیا ہے۔ کہ بُدھ دوبارہ آئے گا۔ اور اس کے آنے کی علامتیں بھی پوری ہو گئی ہیں۔ لیکن وہ تناسخ کے

روسے آ نہیں سکتا۔ اس لئے ہمیں ماننا پڑے گا کہ کوئی شخص اُس کے کمالات حاصل کرکے اس کا نام پاکر آئے گا۔ اسی طرح کہا گیا تھا کہ مسیح دوبارہ آئے گا۔ اور اس کے دوبارہ آنے کی جو علامتیں بتائی گئی تھیں وہ پوری بھی ہوگئی ہیں۔ لیکن چونکہ وہ فوت ہو چکا ہے۔ اس لئے ماننا پڑے گا۔ کہ مسیح کے رنگ میں کوئی اور آئے گا۔ نہ کہ وہی مسیح۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پیشگوئی تھی کہ آپ دوبارہ مبعوث ہونگے لیکن چونکہ حقیقتاً آپ کا آنا تعلیم قرآن کے خلاف ہے اس لئے یہی تسلیم کرنا ہوگا۔ کہ آپ ہی دوبارہ نہیں آئینگے بلکہ آپ کا بروز اور مثیل آئے گا۔ پس جبکہ قرآن کریم سے ثابت ہے۔ کہ کوئی شخص مرکر دوبارہ دُنیا میں نہیں آسکتا۔ اور یہ بھی ثابت ہے کہ تناسخ ایک باطل عقیدہ ہے۔ اور یہ بھی پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا ہے۔ کہ حضرت کرشن۔ بُدھ۔ مسیح اور آنحضرت صلعم کے دوبارہ آنے کے متعلق جو پیشگوئیاں ہیں وہ سچی ہیں۔ تو اب سوائے اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ ان سب کے رنگ اور صفات میں کوئی اور آئے گا۔ اور جبکہ ان کے مثیلوں کا آنا ثابت ہُوا۔ تو پھر ایک ہی شخص کا ان سب کا مثیل ہو جانا بالکل ممکن ہے اور الگ الگ آدمیوں کے آنے کی ضرورت نہیں رہتی کیونکہ صفات ایک آدمی میں بہت سی اکٹھی ہو سکتی ہیں۔ کیا یہ نہیں ہوتا۔ کہ ایک شخص بہادر بھی ہو اور شریف بھی۔ سخی بھی ہو۔ اور رحم دل بھی۔ حاتم ایک بڑا سخی انسان ہُوا ہے۔ جب کوئی بہت سخی ہو۔ تو اسے حاتم کہتے ہیں۔ رستم ایک بڑا بہادر ہُوا ہے۔ اور جس میں بہت بہادری پائی جائے۔ اسے رستم کہتے ہیں۔ افلاطون ایک بڑا فلسفی ہُوا ہے۔ اور جو کوئی بڑا فلسفی ہو۔ اسے افلاطون کہتے ہیں۔ جالینوس ایک بڑا طبیب ہُوا ہے۔ اور جب کوئی بڑا طبیب ہو۔ تو اسے جالینوس کہتے ہیں۔ لیکن کیا یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ ایک ہی شخص بڑا سخی بھی ہو۔ بڑا بہادر بھی ہو۔ بڑا فلسفی بھی ہو۔ اور بڑا طبیب بھی ہو۔ اور جب ایسا ہو سکتا ہے تو ہم ایسے شخص کو اس کی چاروں صفات کی وجہ سے حاتم۔ رستم۔ افلاطون اور جالینوس کہہ سکتے ہیں۔ حالانکہ جب کسی کو یہ نام دیئے جائیں گے تو اُن ناموں کے اصلی مصداق دُنیا میں نہیں آجائینگے۔ بلکہ یہی کہا جائے گا کہ ایک شخص میں ان چار آدمیوں کی صفات اکٹھی ہوگئی ہیں۔ پھر ذرا شاعروں کے قصیدوں کو پڑھو۔ تو معلوم

ہو جائے گا۔ کہ وہ تو بہت سے انسانوں کے نام اپنے ممدوحوں کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ سکندر بھی بناتے ہیں۔ رستم بھی بناتے ہیں۔ افلاطون بھی بناتے ہیں۔ حاتم بھی بناتے ہیں۔ پس اس میں کونسی اشکل ہے۔ کہ ایک ہی انسان کو پہلے نبیوں کے نام دیئے جائیں۔ اگر ہم کسی کو حاتم کہتے ہیں تو اس سے یہ مُراد نہیں ہوتی۔ کہ وہی حاتم جو مر چکا ہے۔ دوبارہ آگیا ہے یا اُس کی رُوح تناسخ کے طور پر اس میں آگئی ہے بلکہ یہ مُراد ہوتی ہے۔ کہ وہ بھی ایک بڑا سخی تھا۔ اور یہ بھی ایک بڑا سخی ہے۔ تو ایک آدمی میں بہت سی صفات اکٹھی ہو سکتی ہیں اور اس میں کوئی عجیب اور انوکھی بات نہیں ہے۔ دیکھو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالےٰ نے ان تمام صفات حسنہ سے جو انسانوں میں پائی جاتی ہیں متصف فرمایا ہے اس لئے آپ ابراہیم بھی ہیں نوح بھی ہیں موسیٰ بھی ہیں عیسیٰ بھی ہیں اسمٰعیل بھی ہیں اسحٰق بھی ہیں۔ اور تمام انبیاء کے جامع ہیں۔ اب بتاؤ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب ایک لاکھ چوبیس ۱۲۴۰۰۰ ہزار انبیاء کے جامع تھے۔ جیسا کہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے۔ تو آپ میں سب کے نام اکٹھے تھے یا نہیں۔ اگر نہیں تو یہ کہنا جھوٹ ہے۔ کہ آپ سب نبیوں کے جامع تھے لیکن اگر جامع تھے۔ یعنی آدم علیہ السلام کے کمالات آپ میں پائے جاتے تھے۔ تو آپ آدم تھے۔ اگر نوحؑ کے کمالات آپ میں پائے جاتے تھے تو آپ نوح تھے۔ اگر ابراہیمؑ کے کمالات آپ میں پائے جاتے تھے۔ تو آپ ابراہیمؑ تھے۔ پس اگر کوئی یہ تسلیم کرتا ہے۔ کہ آپ سب انبیاء کے جامع تھے۔ اور سب انبیاء کی خوبیاں آپ میں تھیں تو اسے یہ بھی ماننا پڑے گا کہ ایک لاکھ چوبیس ۱۲۴۰۰۰ ہزار انبیاء کے نام بھی آپ کے نام تھے۔ جو اس بات سے انکار کرتا ہے۔ گویا وہ آپ کے جامع کمالات انبیاء ہونے سے بھی انکار کرتا ہے۔ پس جبکہ آنحضرتؐ کے اتنے ہی نام ہیں جتنے تمام انبیاء تھے۔ تو یہ کونسے تعجب کی بات ہے۔ اگر حضرت مسیح موعود نے کہا ہے کہ میں محمدؐ ہوں۔ میں مسیح ہوں میں کرشن ہوں میں بُدھ ہوں۔ یہ ایسا کھلا کھلا مسئلہ ہے کہ انسان تھوڑا سا غور کرے۔ تو اس پر روز روشن کی طرح ثابت ہو جاتا ہے اور اسے کچھ شک و شبہ نہیں رہ جاتا۔

غرض میں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ کچھ لوگوں نے آنا ہے۔ اور ان کے آنے کے متعلق

کچھ علامتیں مقرر ہیں۔ جو اس وقت پوری ہوگئی ہیں۔ اور جب علامتیں پوری ہوگئی ہیں تو کوئی ان کے آنے سے انکار نہیں کر سکتا۔ حضرت کرشن کے متعلق جو پیشگوئیاں تھیں وہ پوری ہوگئی ہیں۔ اور واقعات نے شہادت دے دی ہے۔ اس لئے ان کے آنے کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ حضرت بدھ کی آمد کی نسبت جو خبریں اور علامتیں تھیں وہ پوری ہوگئی ہیں اس لئے کوئی نہیں کہہ سکتا۔ کہ وہ نہیں آئینگے۔ اسی طرح حضرت مسیح کی آمد کے متعلق انجیل میں جو بشارتیں تھیں وہ پوری ہوگئی ہیں۔ اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دوبارہ آنے کے متعلق جو بشارتیں تھیں ان کی آسمان اور زمین گواہی دے رہے ہیں۔ پس ان انبیاء کا آنا ضروری ہے۔ لیکن ہم یہ دیکھتے ہیں کہ یہ اصل تو واپس نہیں آسکتے۔ اور نہ ہی ان کی روحیں کسی بدن میں داخل ہوکر آسکتی ہیں۔ اس لئے یہی ماننا پڑتا ہے کہ ان کی صفات اور خصوصیات کا حامل کوئی اور آئیگا اور وہ ایک ہی شخص میں ہونگی جو ان کی صفات رکھنے کی وجہ سے انہی کے نام بھی پائیگا۔

ایک ضمنی اعتراض اور اس کا جواب

اب میں نے یہ تو بتا دیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کرشن۔ بدھ۔ مسیح۔ اور محمدؐ نام ہونے سے یہ مُراد ہے کہ آپ میں ان کی خوبیاں اور صفات پائی جاتی ہیں۔

لیکن اس پر ایک ضمنی اعتراض پڑتا ہے اور وہ یہ کہ اگر یہ درست ہے۔ تو اس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہوتی ہے کیونکہ آپ تمام انبیاء کے جامع ہیں۔ اور تمام کی صفات اپنے اندر رکھتے ہیں۔ مگر مرزا صاحب دعویٰ کرتے ہیں۔ کہ میں محمدؐ بھی ہوں جس سے ماننا پڑتا ہے کہ آپ میں دوہرے کمالات ہیں۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑے ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ تمام پچھلے انبیاء کے قائم مقام تھے۔ مگر مرزا صاحب آپ کے بھی قائم مقام بننے کا دعوے کرتے ہیں۔ لیکن یہ ایک دھوکہ لگا ہے جو کم سمجھی کا نتیجہ ہے۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کی تفصیل ہیں۔ اور حضرت مرزا صاحب آپ کے بروز اور مثیل۔ لوگ تو کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے صرف چار نبیوں کے نام اپنے نام قرار دیئے ہیں۔ لیکن میں

کہتا ہوں۔ کہ آپ تمام انبیاء کے نام رکھتے تھے۔ چنانچہ حضرت صاحب نے لکھا ہے۔ کہ میں عیسیٰ ہوں۔ ہارون ہوں۔ موسیٰ ہوں۔ ابراہیم ہوں۔ داؤد ہوں۔ یہ تو اپنے نام لے دیئے ہیں۔ لیکن آپ کے نام ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کے نام تھے۔ اور پھر آپ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے غلام ہی تھے۔ کیونکہ آپ نے سب کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہی حاصل کیا تھا۔ آپ کا نام۔ ابراہیم۔ موسیٰ۔ عیسیٰ۔ ہارون وغیرہ۔ اس لئے تھا۔ کہ آپ ان کی تفصیل تھے۔ اور محمدؐ اس لئے تھا کہ آپ ان تمام انبیاء کے جامع تھے۔ پس بلحاظ الگ الگ صفات کے آپ ہر ایک نبی کا نام پانے والے تھے۔ مگر مجموعی لحاظ سے آپ محمدؐ تھے۔ اور چونکہ آپ نے یہ تمام کمالات محمدؐ صلعم کی اطاعت میں پائے تھے۔ اس لئے آپ ان کے غلام بھی تھے ✦

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اتنے نام کیوں رکھے گئے

اب ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے۔ اور وہ یہ کہ خدا تعالےٰ کی طرف سے بجائے اس کے کہ یہ کہا جاتا۔ کہ کرشن۔ بدھ۔ مسیح اور محمدؐ دوبارہ آئینگے۔ کیوں یہ نہ کہا گیا۔ کہ سب کی طرف سے ایک ہی نبی کے آنے کی خبر دے دیجاتی۔ اس طرح تمام لوگ ایک نقطہ پر بھی جمع ہو جاتے۔ اور جب ان انبیاء کی یہ پیشگوئی پوری ہوتی تو کسی کو دھوکہ بھی نہ لگتا یہ کیوں کہا گیا کہ کرشن ہی آئے گا۔ یہ کیوں نہ کہدیا گیا کہ حضرت کرشن یہ پیشگوئی کرتے کہ ایک انسان آئے گا۔ جس کی یہ یہ علامتیں ہونگی۔ اسی طرح حضرت مسیح حضرت بدھ اور آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ کیوں کہلایا گیا۔ کہ مسیح اور بدھ اور محمدؐ ہی آئینگے۔ یہ کیوں نہ کہلا دیا۔ کہ ایک شخص آئے گا۔ جس کی فلاں فلاں علامتیں ہونگی۔ اور اگر ایسا نہ کیا گیا تھا۔ تو یہ تو کیا جاتا۔ کہ ان سے یہ کہلا دیا ہوتا۔ کہ ایک مثیل بدھ آئے گا۔ مثیل کرشن آئے گا۔ مثیل مسیح آئے گا۔ اور مثیل محمدؐ آئے گا۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ ان انبیاء کے اصل نام لے کر کہا گیا۔ کہ یہی دوبارہ آئینگے۔ ان کے اصل نام رکھ کر دھوکے میں ڈالنے کی کیا وجہ ہے؟

پہلی حکمت

اس کی ایک بڑی حکمت تو اب کھلی ہے۔ جبکہ ہماری جماعت میں اختلاف

پیدا ہوا ہے۔ اگر مثیل کہا جاتا تو آج اس طرح یہ حقیقت نہ کھلتی۔ کیونکہ مثیل کہنے سے یہ بات نہیں کھلتی۔ کہ وہ جس کا مثیل ہے اس کے برابر ہے یا کم۔ کیونکہ صرف ایک صفت کے اشتراک سے مثیل بن سکتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ ایک شخص دوسرے کا مثیل ہو لیکن اس کے تمام کمالات کا جامع نہ ہو۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے بھی بڑھ کر کمالات رکھنے والا ہو۔ پس خدا تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود کے نام بدھ۔ کرشن۔ مسیح اور محمدؐ اور سب نبیوں کے جو نام رکھے۔ یعنی فرمایا جری اللہ فی حلل الانبیاء۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر ان انبیاء کا مسیح موعود کو مثیل کہا جاتا۔ تو کہنے والے کہہ دیتے۔ کہ آپ نبی نہیں ہیں۔ کیونکہ مثیل کے لئے ضروری نہیں کہ ہر ایک بات میں مماثلت رکھے۔ اس بات کے ازالہ کے لئے خدا تعالےٰ نے آپ کو ان نبیوں کے اصل نام ہی رکھے۔ پس ان ناموں کے رکھنے سے بھی حضرت مسیح موعود کی نبوت کا ثبوت ملتا ہے۔ خدا تعالےٰ نے آپ کو کرشن کہا ہے اور کرشن ایک نبی کا نام ہے اس لئے آپ بھی نبی ہیں۔ خدا تعالےٰ نے آپ کو مسیح کہا ہے۔ اور مسیح ایک نبی کا نام ہے۔ اس لئے آپ بھی نبی ہیں۔ خدا تعالےٰ نے آپ کو محمدؐ کہا ہے اور محمدؐ ایک نبی کا نام ہے اس لئے آپ بھی نبی ہیں۔ تو گویا پہلے انبیاء کے نام لیکر بتانے اور مثیل نہ کہنے کی یہی وجہ ہے۔ کیونکہ مثیل کہنے میں یہ نقص ہے کہ یہ کبھی بڑا ہوتا ہے اور کبھی چھوٹا۔ اور کبھی برابر کا۔ اگر مثیل کہا جاتا۔ تو ہمارے مخالف تیسری شق کو لے لیتے۔ لیکن خدا تعالےٰ نے اس بات کو پہلے ہی دور کر دیا تاکہ ایسا کرنے کا کسی کے لئے موقع ہی نہ رہے۔ دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت خدا تعالےٰ فرماتا ہے اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ۝ حالانکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ سے بہت بڑا درجہ رکھتے تھے۔ تو مثیل کبھی عین ہوتا ہے۔ کبھی اعلیٰ اور کبھی ادنیٰ۔ تو خدا تعالےٰ نے بجائے اس کے کہ ایک ایسا لفظ رکھتا۔ جو تین پہلو رکھتا تھا۔ جس کا ادنیٰ درجہ لیکر حضرت مسیح موعود کی ہتک کی جاتی ایسا لفظ رکھ دیا۔ کہ جس سے کوئی اور پہلو نکل ہی نہیں سکتا۔ یعنی خدا تعالےٰ نے اس آنے والے نبی کو مثیل بدھ نہیں کہا بلکہ بدھ ہی کہا ہے۔ مثیل کرشن نہیں کہا بلکہ کرشن ہی کہا ہے۔ مثیل مسیح نہیں کہا بلکہ مسیح ہی کہا ہے۔ اور اسی طرح اٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا

یلحقوا بھم میں مثیل محمد قرار نہیں دیا۔ بلکہ محمد ہی قرار دیا ہے۔ تاکہ آپ کے درجہ کے کم کرنیوالے آپ کے کمالات کا انکار نہ کر بیٹھیں۔ غرض یہ ایک بڑی حکمت تھی۔ جس کے لئے مثیل نہیں کہا گیا بلکہ اصل نبی کا نام دیا گیا +

دوسری ۲ عظیم الشان حکمت

یہ ہے۔ کہ کوئی لفظ جو کسی کے متعلق بولا جاتا ہے۔ وہ مثال دینے کے لئے ہوتا ہے۔ مثلاً یہ کہیں کہ فلاں شیر ہے۔ یا یہ کہیں کہ فلاں شیر کی طرح ہے تو ان دونوں فقروں میں بڑا فرق ہے۔ کیونکہ مثال کے طور پر لفظ بولنے سے اس طرح مطلب واضح نہیں ہوتا۔ جس طرح مجازاً وہی لفظ بول دینے سے ہوتا ہے۔ چنانچہ کسی کو مثیل شیر کہنے سے جو اسکی حیثیت پیدا ہوتی ہے۔ شیر کہنے سے اس سے بہتر بڑھ کر ظاہر ہوتی ہے۔ تو مسیح موعود علیہ السلام کو جو اصل نام دیئے گئے ہیں۔ اور کرشن بدھ مسیح۔ محمد کہا گیا ہے اور ان کا مثیل کر کے نہیں پکارا گیا۔ تو اسی لئے کہ تا اس سے آپ کے درجہ کی عظمت ظاہر ہو +

تیسری حکمت

یہ ہے کہ اگر حضرت کرشن کے منہ سے یہ نہ کہلوایا جاتا۔ کہ کرشن آئے گا بلکہ مثیل کرشن آئے گا۔ اور حضرت بدھ کے منہ سے یہ نہ کہلوایا جاتا کہ بدھ آئے گا بلکہ مثیل بدھ آئے گا۔ اور حضرت مسیح کے منہ سے یہ نہ کہلوایا جاتا کہ مسیح آئے گا بلکہ مثیل مسیح آئے گا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ نہ کہلوایا جاتا کہ محمد آئے گا بلکہ مثیل محمد آئے گا۔ تو ان انبیاء کی تمام صفات کو تفصیل وار لکھنے کے لئے دفتر چاہئیں تھے۔ مثلاً خدا تعالےٰ نے انجیل میں فرمایا ہے کہ مسیح حلیم تھا۔ اور مثالوں میں باتیں کیا کرتا تھا۔ تو بتایا جاتا کہ وہ جو مثیل مسیح ہوگا وہ بھی حلیم ہوگا۔ اور مثالوں میں باتیں کرے گا۔ اسی طرح ہر ایک نبی کی ہر ایک صفت کو بیان کر کے بتایا جاتا۔ کہ یہ یہ اوصاف اس میں بھی ہونگے اور اگر ہر ایک صفت کو بیان کر کے اس کو حضرت مسیح موعود کے متعلق بھی قرار نہ دے دیا جاتا۔ تو یہ سمجھ لیا جاتا۔ کہ باقی صفتیں اسمیں نہیں ہیں۔ کیونکہ ان کے متعلق مذکور نہیں ہوئیں۔ لیکن یہ ایک بہت طول طویل کام تھا مگر جب خدا تعالےٰ نے ہر ایک نبی کا نام لے دیا۔ اور بتا دیا کہ یہی دوبارہ آئے گا۔ تو اس سے پتہ لگ گیا کہ اسمیں جسقدر بھی صفات ہیں وہ سب کی سب بغیر کسی استثنا کے آنیوالے میں ہونگی

اسی طرح اگر قرآن شریف میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تمام صفات کو بالتفصیل بیان فرماکر ان کو مسیح موعود کے لئے بھی بیان کیا جاتا۔ تب یہ بات حاصل ہو سکتی تھی۔ لیکن نام لے دینے سے نہایت وضاحت سے یہ بات پوری ہوگئی۔ اور اگر حضرت کرشن یا حضرت بدھ یا حضرت مسیح یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی ایک صفت بیان کردیجاتی اور اس کا حضرت مسیح موعود کے متعلق ذکر ہوتا۔ لیکن انکی اور صفات کا ذکر حضرت مسیح موعود کے متعلق نہ ہوتا۔ تو لوگ کہتے کہ صرف یہی صفت مسیح موعود میں پائی جاتی ہے۔ اور کوئی صفت نہیں پائی جاتی۔ لیکن خدا تعالےٰ نے پہلے انبیاء کے نام رکھ دیئے۔ تاکہ انکی الگ الگ صفتیں نہ گنانی پڑیں۔ اور انجیل کا مطالعہ کرنیوالے جو جو خوبیاں حضرت مسیح میں پائیں۔ وہی مسیح موعود کی تسلیم کریں۔ اور قرآن شریف کے پڑھنے والے جو جو صفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دیکھیں وہی مسیح موعود کی قرار دیں۔ اسی طرح دوسرے انبیا کی کتابیں پڑھنے والے جو کوئی خوبی بھی ان میں پائیں۔ وہی مسیح موعود میں سمجھ لیں۔ تو خدا تعالےٰ نے ان انبیاء کے نام ہی حضرت مسیح موعود کے متعلق بول دیئے۔ تاکہ ان کی تمام کی تمام صفتیں آپ میں سمجھی جائیں +

چوتھی حکمت

یہ ہے کہ اگر یوں کہہ دیا جاتا۔ کہ ایک نبی آئے گا تو خواہ اسکی کتنی ہی تعریف کردیجاتی۔ پھر بھی اسکی اصل حقیقت نہ کھل سکتی۔ کیونکہ جب تک کسی چیز کا نمونہ موجود نہ ہو۔ اسوقت تک اسکی اصلیت معلوم نہیں ہو سکتی۔ مثلاً ایسے لوگوں کو جنھوں نے قادیان کو نہیں دیکھا۔ اس کا نام بتایا جائے۔ تو کوئی یہ خیال کرے گا کہ قادیان ایک بڑا شہر ہوگا۔ فٹنیں اور موٹر کاریں چلتی ہونگی۔ سجے سجائے بازار ہونگے۔ سیرو تفریح کے بڑے سامان موجود ہونگے۔ اور کوئی یہ سمجھ لے گا۔ کہ قادیان ایک چھوٹا سا گاؤں ہوگا پانچ دس شخص ہونگے۔ ایک پیر بیٹھا ہوگا۔ رطب و یابس ہانک رہا ہوگا۔ اور جس طرح اور سینکڑوں ہزاروں گدیاں ہیں۔ اسی طرح وہ بھی ایک گدی ہوگی۔ اس کے سوا اور وہاں رکھا ہی کیا ہوگا۔ غرض جو انسان حضرت مسیح موعود کو ماننا ہوگا۔ وہ اپنے دل میں اور ہی نظارہ کھینچے گا۔ اور جو نہیں ماننا ہوگا۔ وہ کچھ اور ہی۔ لیکن اس قسم کے خیالی نظارے اکثر غلط ہوا کرتے ہیں۔ اور لاکھ میں سے ننانوے ہزار نوسو ننانوے غلط ہوتے ہیں۔ تو اگر حضرت مسیح موعود کی نسبت یہ کہا جاتا

کہ فلاں زمانہ میں ایک نبی آئے گا۔ جو سب لوگوں کو ایک نقطہ پر بلائے گا۔ تو بعض ختم نبوت کے خیال سے اس کا ایسا بھونڈا نقشہ بناتے۔ جو دیکھنے کے قابل ہی ہوتا۔ اور بعض غلو کی راہ سے اسے کچھ اور کا اور ہی قرار دے لیتے۔ اس لئے خدا تعالےٰ نے اس کا نمونہ بتا دیا۔ اور کہدیا کہ کرشن ہی آئے گا تاکہ کرشن کے ماننے والے سمجھ لیں کہ وہ اس طرح کا ہوگا۔ یہ اُسی طرح کیا گیا ہے۔ جس طرح جب کسی کو قادیان کا نام بتایا جائے تو ساتھ ہی یہاں کا نقشہ اور صحیح حالات بھی اس کے سامنے رکھدیئے جائیں اس سے اس کو دھوکہ نہیں لگے گا۔ خدا تعالیٰ نے اسی بات کو مدنظر رکھ کر کہ لوگ جھوٹا نقشہ نہ بنالیں جس سے دھوکہ کھا جائیں۔ کچھ نبیوں کے نام ہی دوبارہ آنے کے لئے رکھ دیئے۔ تاکہ اس طرح لوگ آسانی سے سمجھ لیں۔ پس اب کوئی حضرت مسیح موعود کے متعلق جھوٹا نقشہ نہیں کھینچ سکتا۔ کیونکہ اسکے سامنے پہلے نبیوں کے نقشے موجود ہیں +

پانچویں حکمت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی منشا تھی۔ کہ تمام لوگوں کو اکٹھا کر کے ایک ہاتھ پر اور ایک جگہ جمع کر دے۔ اور ایسا اسوقت تک ہو نہیں سکتا تھا۔ جبتک کہ جسکے ذریعہ اکٹھا کیا جاتا اس سے لوگوں کو محبت اور انس نہ ہوتا۔ دیکھو ایک راعی جب بکریوں کو بلاتا ہے۔ تو سب دوڑی آتی ہیں کیونکہ وہ جانتی ہیں۔ کہ یہ ہمیں کوئی کھانے کی چیز دیگا۔ یا آرام کی جگہ لے جائے گا۔ اسی طرح مرغ اپنے پالنے والے کی آواز پر اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ ہمیں دانہ ڈالے گا۔ اسی طرح کبوتر پالنے والا جب انھیں بلاتا ہے تو وہ بھاگے آتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ ہمیں کھانے کو دیگا۔ تو چونکہ خدا تعالیٰ کو منظور تھا۔ کہ تمام لوگوں کو ایک ہاتھ پر اکٹھا کرے۔ اور یہ اسوقت تک نہیں ہو سکتا تھا۔ جب تک کہ اس ہاتھ والے سے سب کو محبت نہ ہو۔ اس لئے خدا تعالےٰ نے ان نبیوں کے نام جنسے انھیں پہلے ہی محبت اور الفت تھی۔ ایک شخص کو دیدیئے۔ ہندوؤں کو حضرت کرشن سے محبت تھی۔ اس لئے انھیں کہا گیا کہ آؤ یہ کرشن آگیا ہے۔ اس کے ہاتھ پر جمع ہو جاؤ۔ مسیحیوں کو حضرت مسیح کے ساتھ محبت تھی۔ اس لئے انھیں کہا گیا کہ آؤ مسیح آگیا ہے۔ اس کا ہاتھ پکڑ لو۔ مسلمانوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت تھی اس لئے انھیں کہا گیا کہ آؤ محمدؐ (صلعم) آگیا ہے۔ اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیدو۔ مسلمان لیظھرہ علی الدین کلہ کا نظارہ دیکھنے کے لئے منتظر تھے۔ کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کب مبعوث ہونگے۔ لیکن جب انھیں کہا جائے گا۔ کہ لو تمہارے زمانہ میں محمدؐ نازل ہو گیا ہے۔ تو بہت خوش ہونگے۔ اور اپنے آپ کو بہت

خوش قسمت سمجھینگے۔ کیونکہ جس بات کا شوق سے انتظار ہو۔ اسکے پورا ہو جانے پر اسے شوق سے قبول بھی کیا جاتا ہے۔ دیکھو حضرت مسیح نے اپنے بعد دو نبیوں کے آنیکی پیشگوئی کی تھی۔ ایک اپنے سے بڑے کی۔ اور ایک اپنی ہی آمد ثانی کی لیکن مسیحی لوگ یہی کہتے ہیں کہ مسیح کب آئے گا۔ اور "وہ نبی" جو تمام انبیاء کا موعود اور سب نبیوں کا سردار تھا۔ باوجود اسکی پیشگوئی انجیل میں موجود ہونے کے مسیحی لوگ اسکی آمد کے خواہشمند نہیں مسیح کو خواہ کتنا ہی بڑا کہا جائے پھر بھی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ لیکن مسیحیوں نے اس خوشی اور شوق سے آپکا انتظار نہ کیا۔ جس سے وہ مسیح کا انتظار کر رہے ہیں۔ کیونکہ مسیح کو وہ اپنا نبی سمجھتے ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بیگانہ۔ انکی حالت اسی طرح کی ہے کہ ایک شخص کو کہا جائے کہ تمہیں بیٹا ملے گا۔ پھر یہ کہا جائے تمہارا وہ بیٹا جو مر گیا ہے۔ وہ دوبارہ زندہ ہو کر ملے گا۔ تو اس شخص کو مردہ بیٹے کے زندہ ہو کر ملنے سے جو خوشی ہوگی وہ دوسرے کے ملنے سے نہ ہوگی۔ چونکہ خدا تعالی کا منشاء تھا۔ کہ تمام لوگوں کو ایک جگہ جمع کر دے۔ اس لئے انکی محبت اور شوق کو جوش دلانے کے لئے انکے نبیوں کے نام بتا دیئے کہ یہی دوبارہ آئینگے۔ لیکن اگر انہیں یہ کہا جاتا۔ کہ انکے مثیل آئینگے۔ تو انہیں ایسا شوق اور محبت انکے ملنے کے لئے نہ ہوتی۔ اب مسیحیوں نے بڑے شوق سے انتظار کیا۔ کیونکہ انہیں حضرت مسیح سے محبت تھی۔ ہندوؤں نے بڑی بے تابی سے انتظار کیا۔ کیونکہ انہیں حضرت کرشن سے محبت تھی۔ بدھوں نے بڑے جوش سے انتظار کیا۔ کیونکہ انہیں بدھ سے محبت تھی۔ مسلمانوں نے بڑی خوشی سے انتظار کیا۔ کیونکہ انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت تھی۔ یہ خدا تعالی نے ایک تدبیر فرمائی تھی۔ کہ تمام لوگ آنیوالے کی انتظار میں محبت اور شوق رکھیں۔ لیکن جب وہ آگیا۔ تو پتہ لگا کہ وہ مثیل تھا؛

چھٹی حکمت

یہ ہے۔ اگر ہر ایک مذہب کی کتابوں میں حضرت مسیح موعود کا نام لکھ دیا جاتا۔ کہ یہ نبی آئے گا۔ اس کو قبول کر لینا۔ تو ہر ایک مذہب والے کسی دوسرے نبی کی پیشگوئی دیکھ کر اس میں تحریف کر دیتے۔ یا اس کا نام ہی کاٹ دیتے۔ جیسا کہ ایسا ایک واقعہ موجود ہے کہ استثنا باب ۱۸ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پیشگوئی تھی۔ لیکن یہود نے اس میں تحریف کر دی۔ بات یہ تھی کہ خدا تعالی کے سچے الہاموں کی یہ شان ہوتی ہے۔ کہ وہ بڑی شان کے ساتھ نازل ہوتے ہیں۔ ورنہ اگر ایسا نہ ہوتا تو ہر ایک شخص یہ کہہ دیتا۔ کہ میں خدا سے بات پوچھ لوں۔ وہ اپنے اوپر چادر ڈال لیتا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد کہہ دیتا۔ کہ مجھے خدا تعالیٰ نے بتا دیا ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہوتا۔ ہم نے مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھا ہے

کہ آپ کو جب الہام ہوتا تو آپ پر مُردنی کی سی حالت طاری ہو جاتی۔ اور اس طرح آپ کے حلق سے آواز آتی۔ کہ گویا کوئی سخت تکلیف میں ہے۔ تو خدا تعالیٰ کا کلام خاص شان کے ساتھ نازل ہوتا ہے۔ یہود جو ابھی پختہ ایمان والے نہ تھے انھوں نے جب الہام کا نازل ہونا دیکھا جسکو خروج باب ۲۰ آیت ۱۸ و ۱۹ میں اس طرح لکھا ہے کہ "اور سب لوگوں نے دیکھا۔ کہ بادل گرجے بجلیاں چمکیں۔ قرنا کی آواز ہوئی۔ پہاڑ سے دُھواں اُٹھا۔ اور سب لوگوں نے جب یہ دیکھا۔ تو ہٹے۔ اور دُور جا کھڑے رہے۔ تب انھوں نے موسیٰ سے کہا۔ کہ تو ہی ہم سے بول اور ہم سنیں۔ لیکن خدا ہم سے نہ بولے۔ کہیں ہم مرنہ جائیں"۔ تو خدا تعالےٰ نے اسکی سزا ان کو یہ دی۔ کہ "میں ان کے لئے انکے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کرونگا۔ اور اپنا کلام اُسکے مُنہ میں ڈالونگا۔ اور جو کچھ میں اُسے فرماؤنگا۔ وہ سب ان سے کہے گا" استثنا باب ۱۸ آیت ۱۸ یعنی اب انمیں سے کسی کو نبی نہ بناؤنگا۔ اور انکے ساتھ ہمکلام نہ ہونگا کیونکہ انھوں نے کہا ہے۔ کہ "خدا ہم سے نہ بولے" بلکہ اس طرح کرونگا۔ کہ بنی اسمٰعیل جو انکے بھائی ہیں۔ انہیں نبی بھیجوں گا۔ جو تجھ (موسیٰ) جیسا ہوگا +

یہود پہلے تو ڈر گئے تھے۔ اور کہدیا تھا۔ کہ ہم سے خدا نہ بولے۔ لیکن جب ان کو یہ سزا ملی۔ کہ انمیں سے صاحب شریعت نبی ہونے بند کئے گئے۔ اور نبوت کا فیض بنی اسمٰعیل کیطرف چلا گیا۔ تو انھیں لالچ پیدا ہوئی کہ اب اگر غیر سے نبی پیدا ہوئے تو ہماری ذلت ہوگی۔ اس لئے انھوں نے تحریف کر دی۔ اور اس طرح بنا دیا۔ کہ "خداوند تیرا خدا تیرے ہی درمیان سے تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کریگا" استثنا آیت ۱۵۔ یعنی "ان کے لئے انکے بھائیوں میں سے" کی بجائے "تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے تیرے ہی بھائیوں میں سے" کر دیا گیا۔ لیکن جس نے یہ تحریف کی۔ اسے یہ یاد نہ رہا۔ کہ ۱۵۔ آیت میں تو میں نے تحریف کر دی ہے لیکن ۱۸۔ آیت اسی طرح کی ہے۔ پس اگر تمام مذاہب کی کتابوں میں لکھا ہوتا۔ کہ ایک نبی اسلام میں آئے گا اس کو مان لینا۔ تو ضرور ہر ایک مذہب والے حسد اور دشمنی کی وجہ سے انمیں ایسی تحریف کر دیتے۔ کہ جس سے کچھ بھی پتہ نہ لگتا۔ خدا تعالےٰ نے اس دھوکے سے لوگوں کو بچانے کے لئے یہ تدبیر کی۔ کہ انہی کے نبیوں کے نام رکھ دیئے۔ تا کہ وہ بجائے انکے کاٹنے کے سب لوگوں کو سُناتے پھریں۔ اور اس طرح اسکی آمد سے پہلے خود تمام مذاہب کے پیرووں کے ذریعہ اسکی شہرت ہو جائے۔ اور جب آنیوالا آئے گا تو لوگ خود سمجھ لینگے۔ کہ یہی ہے۔ غرض خدا تعالےٰ نے اسلام کے غلبہ کیلئے یہ تدبیر فرمائی۔ کہ ہر ایک مذہب والوں کے مُنہ سے اقرار کرایا۔ کہ فلاں نبی آئے گا +

ساتویں حکمت یہ ہے۔ کہ تناسخ کا مسئلہ جو ایک بہت پرانا مسئلہ ہے۔ لوگ اسکے دھوکہ میں نہ

پڑیں۔ اور وہ اس طرح کہ تناسخ کے قائل کہتے ہیں۔ کہ جب کوئی انسان مرجاتا ہے۔ تو اسکی رُوح کسی اور جسم میں داخل ہو کر دنیا میں آجاتی ہے۔ خدا تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو تمام آنیوالے انبیاء کی جگہ بھیجکر بتادیا۔ کہ رُوحیں کبھی واپس نہیں آیا کرتیں۔ اور نہ کوئی اور جسم اختیار کرتی ہیں۔ بلکہ کوئی شخص اس رنگ میں دوبارہ دُنیا میں واپس آسکتا ہے کہ اسکی خو بُو کسی اور میں آجائے۔ دیکھو تم اپنے اپنے نبیوں کی آمد کے منتظر تھے وہ اسی طرح آئے ہیں۔ تو اس طرح خدا تعالیٰ نے عملی رنگ میں تناسخ کا رد کر دیا بیشک لوگ کسی بات کو دلائل اور براہین سے بھی سمجھ جاتے ہیں لیکن دلائل سے ایسی توضیح نہیں ہو سکتی۔ جیسی کہ نمونہ سے ہوتی ہے۔ ہندوؤں نے کہا کہ کرشن آئے گا۔ اور یہی تناسخ کے بڑے زور سے قائل تھے۔ لیکن ایک شخص آیا۔ جو نہ پہلا کرشن تھا۔ اور نہ کرشن کی رُوح اسمیں تھی۔ ہاں اسکی صفات رکھتا تھا۔ اس لئے وہ کرشن کہلایا اسی طرح مسیحیوں کے کچھ فرقے ہیں جو تناسخ کے قائل ہیں۔ اب معلوم نہیں۔ ہیں یا نہیں۔ لیکن پہلے تھے ان کو اس غلط عقیدہ سے بچانے کے لئے مسیح آئے۔ پھر مسلمانوں میں بھی ایسی جماعت ہے جو تناسخ کو مانتی ہے۔ ان کے اس وہم کو دور کرنیکے لئے محمد صلعم آئے۔ اور اس طرح ہر ایک مذہب والوں پر حجت ہو گئی۔ کہ تناسخ بالکل غلط ہے۔ لیکن اگر آنیوالے نبی کو مثیل کہا جاتا۔ تو اس سے تناسخ کا رد نہ ہو سکتا تھا۔ لیکن جب نبی کا نام رکھا گیا۔ اور وہ نہ آئے۔ بلکہ انکے رنگ میں ایک شخص آیا۔ تو یہ بات ثابت ہو گئی۔ کہ جب خدا تعالیٰ نے ایک شخص کا نام لیا تھا کہ وہ دوبارہ آئے گا۔ اور پھر بھی وہ دوبارہ دُنیا میں نہ آیا بلکہ اس کا مثیل آیا۔ تو بلا وعدہ کے یہی ارواح کس طرح واپس آسکتی ہیں +

آٹھویں حکمت یہ ہے۔ کہ خدا تعالےٰ اپنے نبیوں اور پیاروں کی عزت کو بڑھاتا ہے۔ جب تمام دُنیا میں اندھیر ہو گیا۔ لوگ خدا کو چھوڑ کر فسق و فجور میں پڑ گئے۔ اور اس بات کی ضرورت ہوئی کہ ایک مصلح بھیجا جائے اور ادھر اللہ تعالیٰ نے پسند نہ فرمایا کہ رسول کریم کی نسبت یہ کہا جائے کہ آپ کی اُمت کے بگڑنے پر فلاں شخص نے آکر اسکی اصلاح کی۔ پس اُس آنیوالے کو آپکا بروز اور مثیل بنایا۔ اور غیریت کو بالکل مٹانے کیلئے آپکا نام اُسے دیا تا یہ نہ کہا جائے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے بگڑنے پر کسی اور نے اسکی اصلاح کی بلکہ یہی کہا جائے کہ اُمت محمدیہ کی اصلاح محمد صلعم نے ہی کی۔ لیکن گو آپکے لئے خدا تعالےٰ نے یہ ایک نیا طریق اختیار کیا تھا مگر چونکہ دوسرے انبیاء کی اُمتوں کی اصلاح بھی اسی شخص کے سپرد تھی اس لئے اُن کے نام بھی اُس آنیوالے کو دیے گئے کیونکہ جب خدا تعالیٰ فضل کرتا ہے تو اس کا فضل وسیع ہو جاتا ہے

غرض اس طرح کی عجیب عجیب حکمتیں تھیں جن کیلئے ایک ہی انسان کو بھیجا گیا۔ اور آنحضرت صلعم کی اُمت سے بھیجا گیا +

نویں حکمت یہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہے۔ اور حدیث و قرآن کے مطابق لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ کے پیاروں کو جبکہ وہ فوت ہو جاتے ہیں۔ دُنیا کے حالات بتائے جاتے ہیں پس جب دُنیا میں ظلمت اور تاریکی پھیل گئی۔ فسق و فجور بڑھ گیا۔ اور ایسی گمراہی پھیل گئی کہ اسکی نظیر اس سے پہلے کسی زمانہ میں نہیں ملتی۔ تو تمام نبیوں کی رُوحوں کو کرب اور اضطراب ہوا۔ کہ ہماری اُمتیں گمراہ ہو رہی ہیں + پس خدا تعالیٰ نے ان کے اضطراب اور انکی دُعاؤں کے ماتحت ایک مصلح کو دُنیا میں مبعوث کیا۔ اور ہر ایک نبی کی توجہ اور دُعا کی قبولیت کے اظہار کے لئے اس مصلح کو اسی نبی کا نام دیا +

Khuda Bakhsh Library
Acc. No. 13678

دسویں حکمت یہ ہے۔ کہ اگر حضرت مسیح موعود کا نام۔ بُدھ۔ کرشن۔ مسیح اور محمد نہ رکھا جاتا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس میں سخت ہتک ہوتی۔ اور اگر ان کا مثیل کہا جاتا۔ تو بھی بڑی ہتک ہوتی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو فرمایا کہ لو کان موسیٰ و عیسےٰ حیین لما وسعهما الا اتباعی اگر موسیٰ اور عیسیٰ زندہ ہوتے۔ تو انہیں میری اطاعت کے بغیر کوئی چارہ ہی نہ ہوتا۔ اگر اس بات کا کوئی ثبوت دُنیا کے سامنے پیش نہ کیا جاتا تو لوگ کہہ دیتے کہ (نعوذ باللہ) یہ بڑ ماری ہے اس کا کیا ثبوت ہے۔ کہ وہ آپکی اتباع کرتے۔ خدا تعالیٰ نے اس بات کو دُور کرنے کے لئے یہ کیا۔ کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو ان نبیوں کے کمالات کے ساتھ مبعوث کیا اور آپ کو تمام نبیوں کے نام سے یاد کیا۔ موسیٰ بھی کہا۔ عیسیٰ بھی کہا۔ ابراہیم بھی کہا۔ داؤد بھی کہا۔ اور پھر جری اللہ فی حلل الانبیاء کہکر سب نبیوں کے نام آپکے نام رکھے اور پھر اسکے ساتھ آپکو غلام احمد بھی کہا اور اس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی سچائی ثابت کی۔ کیونکہ جبکہ ایک شخص ان سب انبیاء کے کمالات کا جامع ہو کر رسول کریم کا غلام کہلایا۔ تو اگر ان ناموں کے مصداق الگ الگ دُنیا میں زندہ ہوتے تو رسول کریم صلعم کی کیوں غلامی نہ کرتے۔ پس تمام نبیوں کے نام حضرت صاحب کو دیکر رسول کریم کے دعوے کی تصدیق کی گئی ہے۔ لیکن اگر خدا تعالیٰ یہ فرماتا کہ مثیل عیسیٰ آئیگا مثیل موسیٰ آئیگا تو لوگ کہہ سکتے تھے کہ مثیل تو چھوٹا بھی ہو سکتا ہے پس اسکی غلامی سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا۔ کہ اگر وہ انبیاء ہوتے تو وہ بھی آپکی غلامی کرتے۔ پس خدا تعالیٰ نے آپکو پہلے نبیوں کا مثیل نہیں کہا۔ بلکہ مسیح۔ نوح۔ موسیٰ۔ ابراہیم۔ داؤد کہا۔ اور سب نبیوں کے کمالات کا جامع کہا۔ لیکن باوجود اس کے محمد (صلعم) کا غلام کہا تا معلوم ہو کہ اگر وہ الگ الگ طور پر پہلے نبی دُنیا میں ہوتے تو وہ بھی رسول کریم صلعم کا غلام ہونے کو فخر سمجھتے +

غرض یہ حکمتیں تھیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس قدر نام رکھنے کی۔ اور یہ مصلحتیں تھیں۔ آپ کو وہی نبی قرار دینے کی۔ اور مثیل نہ کہنے کی۔ جنکو میں نے مختصر الفاظ میں بیان کر دیا ہے + فقط

قبولیت دعا کا دروازہ کھل گیا

ان طریق کے ذریعہ جو حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے بتائے ہیں خود ان پر عمل کر کے اپنی دعاؤں کی قبولیت کا مزہ اُٹھایئے اور دوسروں تک اس نعمت غیر مترقبہ کو پہنچا کر ثواب عظیم حاصل کیجئے۔ قیمت فی رسالہ ۲/ ایک روپیہ کے سات عدد۔ ملنے کا پتہ

منیجر احمدیہ بک ڈپو قادیان

مباحثہ شملہ

شملہ کے مبایعین اور غیر مبایعین میں نبوۃ مسیح موعود علیہ السلام پر ایک معرکۃ الآرا مباحثہ ہوا تھا۔ جس کا فیصلہ طرفین کے انتخاب کردہ پریذیڈنٹ صاحب نے جو ایک غیر احمدی وکیل ہیں دلائل کے رو سے مبایعین کے حق میں کیا وہ دلائل باعتبار [illegible] دیکھنے کے قابل ہیں۔ قیمت ۳/ [illegible] دفتر [illegible] قادیان

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا آرگن

اخبار **الفضل** ہی بفضل خدا ایک ایسا پرچہ ہے جس کو جماعت احمدیہ کا مسلمہ آرگن کہا جاسکتا ہے۔ کیونکہ اس میں حضرت خلیفۃ المسیح کا فرمودہ درس قرآن شریف۔ مختلف ضروری تقریریں۔ ارشادات اور خطبات جمعہ باقاعدہ اور بالترتیب شائع ہوتے ہیں۔ نیز دارالامان کے حالات۔ احباب بیرونجات کے متعلق مفید و دلچسپ اطلاعات (اخبار احمدیہ) سلسلہ کے متعلق ضروری تجاویز۔ انگلینڈ فرانس۔ ماریشس۔ اور مختلف اقطاع ہند کی تبلیغی رپورٹیں۔ اور بزرگان دین کے قیمتی مضامین علمی قومی اور دینی غیر مذاہب کے اسلام کے متعلق اعتراضات کا جواب۔ اور سب ادیان عالم پر اسلام کی فضیلت کا اظہار کیا جاتا ہے۔ اخبار ہفتہ میں دو بار بارہ ۱۲ صفحہ پر شائع ہوتا ہے چونکہ اسکے اجراء کا مقصد یہی ہے کہ تمام دنیا کے احمدی احباب کا ایک دوسرے کے ساتھ تعارف کرائے۔ حضرت کے ارشادات جلد سے جلد ان تک پہنچائے۔ انھیں سلسلہ کے متعلق ضروری معلومات بہم پہنچائے اسلام کی خوبیوں سے واقف کرے۔ اور ان میں زندگی و بیداری کی ایک تازہ روح پھونکے۔ اس لئے ہر ایک احمدی کو اس کا خریدار بننا چاہیئے۔ باوجود ان خوبیوں کے اخبار کا چندہ سالانہ ئے ر ششماہی مے ر اور سہ ماہی عہ ر رکھا گیا ہے۔ تاکہ ہر شخص بآسانی خرید سکے۔ اور سہولت مزید کے خیال سے سالانہ و ششماہی قیمت باقساط بھی قبول کرلی جاتی ہے۔ پس جو احباب ابھی تک اس کے خریدار نہیں ہوئے وہ ضرور خریدار بنکر فائدہ اٹھائیں اور جو سرگرم مخلص احباب خود پہلے سے ہی خریدار ہیں وہ دوسروں کو خریدار بنانے میں ساعی ہوکر عنداللہ ماجور ہوں +

نمونہ کا پرچہ مفت ارسال کیا جاتا ہے +

خاکسار منیجر الفضل۔ قادیان ضلع گورداسپور